از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جدید محقق ایڈیشن

عصرِ حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیرِ ابنِ کثیر

6 5 4 3 2 1



تالیف
حافظ عماد الدین
ابنِ کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد
جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام
تخریج وتحقیق
حافظ عمران
ایوب لاہوری حفظہ اللہ

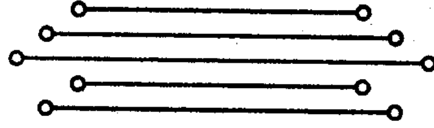


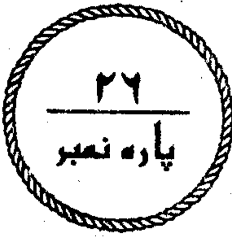
ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com



ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

تفسیر سورۃ الاحقاف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَہُمۡ شِرۡکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیۡتُوۡنِیۡ بِکِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ ہٰذَاۤ اَوۡ اَثٰرَۃٍ مِّنۡ عِلۡمٍ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۴﴾ وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَنۡ لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ وَ ہُمۡ عَنۡ دُعَآئِہِمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۵﴾ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوۡا لَہُمۡ اَعۡدَآءً وَّ کَانُوۡا بِعِبَادَتِہِمۡ کٰفِرِیۡنَ ﴿۶﴾

بہت بخشش کرنے والے بہت مہربان اللہ کے نام سے شروع

اس کتاب کا اتارنا اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے کی طرف سے ہے ○ ہم نے آسمان وزمین اوران دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو بہترین تدبیر کے ساتھ ہی ایک میعاد معین کے لئے تیار کیا ہے' کافر لوگ جس چیز سے ڈرائے جاتے ہیں منہ موڑ لیتے ہیں ○ تو کہہ بھلا دیکھو تو جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے بھی دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا ٹکڑا بنایا ہے؟ یا آسمانوں میں ان کا کونسا حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے ہی کی کوئی کتاب یا کوئی نقلی علم ہی میرے پاس لاؤ ○ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں ○ اور جب لوگوں کا حشر کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے ○

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس قرآن کریم کو اس نے اپنے بندوں اور اپنے سچے رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ اور بیان فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی عزت والا ہے جو کبھی کم نہیں ہوگی۔ اور ایسی زبردست حکمت والا ہے جس کا کوئی قول' کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ آسمان وزمین وغیرہ تمام چیزیں اس نے عبث اور باطل پیدا نہیں کیں بلکہ سراسر حق کے ساتھ اور بہترین تدبیر کے ساتھ بنائی ہیں۔ اور ان سب کیلئے وقت مقرر ہے جو نہ گھٹے نہ بڑھے۔ اس رسول ﷺ سے' اس کتاب سے اور اللہ کے ڈراوے کی اور نشانیوں سے جو بد باطن لوگ بے پرواہی اور لاابالی کرتے ہیں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے کس قدر خود اپنا ہی نقصان کیا۔

پھر فرماتا ہے ذرا ان مشرکوں سے پوچھو تو کہ اللہ کے سوا جن کے نام تم جیتے ہو جنہیں تم پکارتے ہو اور جن کی عبادت کرتے ہو ذرا مجھے بھی تو ان کی طاقت قدرت دکھاؤ بتاؤ تو زمین کے کس ٹکڑے کو خود انہوں نے بنایا ہے؟ یا

ثابت تو کرو کہ آسمانوں میں ان کی شرکت کتنی ہے اور کہاں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ آسمان ہوں یا زمینیں ہوں یا اور چیزیں ہوں ان سب کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بجز اس کے کسی کو ایک ذرے کا بھی اختیار نہیں۔ تمام ملک کا مالک وہی ہے۔ وہ ہر چیز پر کامل تصرف اور قبضہ رکھنے والا ہے۔ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ کیوں اس کے سوا دوسروں کو اپنی مصیبتوں میں پکارتے ہو؟ تمہیں یہ تعلیم کس نے دی؟ کس نے یہ شرک تمہیں سکھایا؟ دراصل کسی بھلے اور سمجھ دار شخص کی یہ تعلیم نہیں ہو سکتی۔ نہ اللہ نے یہ تعلیم دی ہے۔ اگر تم اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پر کوئی آسمانی دلیل رکھتے ہو تو اچھا اس کتاب کو تو جانے دو اور کوئی آسمانی صحیفہ ہی پیش کر دو۔ اچھا نہ سہی اپنے مسلک پر کوئی اور دلیل علم ہی قائم کرو۔ لیکن یہ تو جب ہو سکتا ہے کہ تمہارا یہ فعل صحیح بھی ہو۔ اس باطل فعل پر تو نہ تو تم کوئی نقلی دلیل پیش کر سکتے ہو نہ عقلی' ایک قراءت میں ﴿اَوْ اَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ﴾ ہے یعنی کوئی صحیح علم کی نقل اگلوں سے ہی پیش کرو' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کسی کو پیش کرو جو علم کی نقل کرے۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس امر کی کوئی بھی دلیل لے آؤ۔ مسند احمد میں ہے اس سے مراد علمی تحریر ہے۔ [2] راوی کہتے ہیں میرا تو خیال ہے یہ حدیث مرفوع ہے۔ حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد بقیہ علم ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی مخفی دلیل کو ہی پیش کر دو۔ اور ان بزرگوں سے یہ بھی منقول ہے کہ مراد اس سے اگلی تحریریں ہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کوئی خاص علم۔ اور یہ سب اقوال قریب قریب ہم معنی ہیں۔ مراد وہی ہے جو ہم نے شروع میں بیان کر دی۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

پھر فرماتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی راہ گم کردہ نہیں جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پکارے اور اس سے حاجتیں طلب کرے جن حاجتوں کو پورا کرنے کی ان میں طاقت ہی نہیں بلکہ وہ تو اس سے بے خبر ہیں کہ کوئی انہیں پکار رہا ہے قیامت تک یہ پکارتے رہیں لیکن وہ غافل ہی ہیں' وہ نہ سنتے ہیں' نہ دیکھتے ہیں محض بے خبر ہیں نہ کسی چیز کو لے دے سکتے ہیں اس لئے کہ وہ تو پتھر ہیں جمادات میں سے ہیں' قیامت کے دن جب سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے تو یہ معبودان باطل اپنے عابدوں کے دشمن بن جائیں گے اور اس بات سے کہ یہ لوگ ان کی پوجا کرتے تھے صاف انکار کر جائیں گے جیسے اللہ عزوجل کا اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً﴾ [3] الخ' یعنی ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کی عزت کا باعث بنیں۔ واقعہ ایسا نہیں بلکہ وہ تو ان کی عبادت کا انکار کر جائیں گے اور ان کے پورے مخالف ہو جائیں گے۔ یعنی جب کہ یہ ان کے پورے محتاج ہوں گے اس وقت وہ ان سے منہ پھیر لیں گے۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے اپنی امت سے فرمایا تھا ﴿اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ

---

[1] تفسیر ابن جریر الطبری (۲۷۳/۱۱)]

[2] [صحیح: مسند احمد (۲٦۲/۱) مستدرك حاكم (٤٥٤/۲) مجمع الزوائد (۱۱۳۳٥)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [سورۂ مریم: آیت ۸۱-۸۲]

﴿دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا﴾ [1] الخ، یعنی تم نے اللہ کے سوا بتوں سے جو تعلقات دنیا میں قائم کر لئے ہیں اس کا نتیجہ قیامت کے دن دیکھ لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے انکار کر جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگو گے اور تمہاری جگہ جہنم مقرر اور متعین ہو جائے گی اور تم اپنا مددگار کسی کو نہ پاؤ گے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا
سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ
اللّٰهِ شَيْــــًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ
بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

انہیں جب ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو منکر لوگ سچی بات کو جبکہ ان کے پاس آ چکی کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے ۝ بلکہ کہہ دیتے ہیں کہ اسے تو اس نے خود بنا لیا ہے، تو کہہ اگر میں ہی اسے بنا لایا ہوں تو تم میرے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے، تم قرآن کے بارے میں جو کچھ سن رہے ہو اسے اللہ خوب جانتا ہے، میرے اور تمہارے درمیان اظہار حق کرنے والا وہی کافی ہے اور وہ بخشش کرنے والا مہربان ہے ۝ تو کہہ دے کہ میں کوئی بالکل نیا پیغمبر تو نہیں۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے اور میں تو صرف علی الاعلان آگاہ کر دینے والا ہوں ۝

مشرکوں کی سرکشی کا بیان: مشرکوں کی سرکشی اور ان کا کفر بیان ہو رہا ہے کہ جب انہیں اللہ کی ظاہر و باطن واضح اور صاف آیتیں سنائی جاتی ہیں تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ تکذیب و افتراء ضلالت و کفر گویا ان کا شیوہ ہو گیا ہے۔ جادو کہہ کر ہی بس نہیں کرتے بلکہ یوں بھی کہتے ہیں کہ اسے تو محمد (ﷺ) نے گھڑ لیا ہے۔ پس نبی کی زبانی اللہ جواب دلواتا ہے کہ اگر میں نے ہی اس قرآن کو بنایا ہے اور میں اس کا سچا نبی نہیں تو یقیناً وہ مجھے میرے اس جھوٹ اور بہتان پر سخت تر عذاب کرے گا اور پھر تم تو کیا سارے جہان میں کوئی ایسا نہیں جو مجھے اس کے عذابوں سے چھڑا سکے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿قُلْ اِنِّىْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ﴾ [2] الخ، یعنی تو کہہ دے کہ مجھے اللہ کے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ اس کے سوا کہیں اور مجھے پناہ کی جگہ مل سکے گی لیکن میں اللہ کی تبلیغ اور اس کی رسالت کو بجا لاتا ہوں۔ اور جگہ ہے ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا﴾ [3] الخ یعنی اگر یہ ہم پر کوئی بات بنا لیتا، تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ گردن کو کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی بھی اسے نہ بچا سکتا، پھر کفار کو دھمکایا جا رہا ہے کہ تمہاری گفتگو کا پورا علم اس علیم اللہ کو ہے، وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اس دھمکی کے بعد

---

[1] [سورۃ العنکبوت : آیت ۲۵] [2] [الجن : ۲۲-۲۳]

[3] [الحاقہ : ۴۴-۴۷]

انہیں توبہ اور انابت کی رغبت دلائی جارہی ہے اور فرماتا ہے وہ غفور ورحیم ہے' اگر تم اس کی طرف رجوع کرو اپنے کرتوت سے باز آؤ تو وہ بھی تمہیں بخش دے گا اور تم پر رحم کرے گا۔ سورۂ فرقان میں بھی اسی مضمون کی آیت ہے۔ فرمان ہے ﴿وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا﴾ [1] الخ، یعنی یہ کہتے ہیں کہ یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھ لی ہیں اور صبح شام لکھائی جارہی ہیں' تو کہہ دے کہ اسے اللہ نے اتارا ہے جو ہر پوشیدہ کو جانتا ہے خواہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو' وہ غفور ورحیم ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میں دنیا میں کوئی پہلا نبی تو نہیں' مجھ سے پہلے بھی تو دنیا میں لوگوں کی طرف رسول آتے رہے پھر میرے آنے سے تمہیں اس قدر اچنبھا کیوں ہوا؟ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے بعد آیت ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ﴾ الخ' اتری ہے۔ اسی طرح حضرت عکرمہ' حضرت حسن' حضرت قتادہ رحمہم اللہ بھی اسے منسوخ بتاتے ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ جب آیت بخشش اتری جس میں فرمایا گیا تا کہ اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ بخشے تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو اللہ نے بیان فرمادیا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا کرنے والا ہے پس وہ ہمارے ساتھ کیا کرنے والا ہے؟ اس پر آیت ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ [2] اتری۔ یعنی اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ صحیح حدیث سے بھی یہ تو ثابت ہے کہ مومنوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک ہو فرمایئے ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر اللہ نے یہ آیت اتاری۔ [3] حضرت ضحاک رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا حکم دیا جاؤں اور کس چیز سے روک دیا جاؤں؟ امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آخرت کا انجام تو مجھے قطعاً معلوم ہے کہ میں جنت میں جاؤں گا ہاں دنیوی حال معلوم نہیں کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کی طرح قتل کیا جاؤں یا اپنی زندگی کے دن پورے کر کے اللہ کے ہاں جاؤں؟ اور اسی طرح میں نہیں کہہ سکتا کہ تمہیں دھنسا دیا جائے گا یا تم پر پتھر برسائے جائیں گے' [4] امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو معتبر کہتے ہیں اور فی الواقع ہے بھی یہ ٹھیک۔ آپ بالیقین جانتے تھے کہ آپ اور آپ کے پیرو جنت ہی میں جائیں گے اور دنیا کی حالت کے انجام سے آپ بے خبر تھے کہ انجام کار آپ کا اور آپ کے مخالفین قریش کا کیا حال ہوگا؟ آیا وہ ایمان لائیں گے یا کفر پر ہی رہیں گے اور عذاب کئے جائیں گے یا بالکل ہی ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ لیکن جو حدیث مسند احمد میں ہے [5] حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی کہ جس وقت مہاجرین بذریعہ قرعہ اندازی انصاریوں میں تقسیم ہو رہے تھے اس وقت ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے آپ ہمارے ہاں بیمار ہوئے

---

[1] [الفرقان : ٥-٦] [2] [سورة الفتح : آیت ٥]

[3] [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الجهاد : باب صلح الحديبيه (١٧٨٦)]

[4] تفسير ابن جرير الطبری (١١/٢٧٧)]

[5] [صحیح : مسند احمد (٦/٤٣٦)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔[الموسوعة الحديثية (٢٧٤٥٧)]

اور فوت بھی ہو گئے جب ہم آپ کو کفن پہنا چکے اور حضور ﷺ بھی تشریف لا چکے تو میرے منہ سے نکل گیا اے ابوالسائب! اللہ تجھ پر رحم کرے میری تو تجھ پر گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً تیرا اکرام ہی کرے گا۔ اس پر جناب حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اس کا اکرام کرے گا۔ میں نے کہا اے حضور ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے کچھ معلوم نہیں۔ پس آپ نے فرمایا سنو ان کے پاس تو ان کے رب کی طرف کا یقین آ پہنچا اور مجھے ان کیلئے بھلائی اور خیر کی امید ہے قسم ہے اللہ کی باوجود رسول اللہ ہونے کے میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ اس پر میں نے کہا اللہ کی قسم اب اس کے بعد میں کسی کی براءت نہیں کروں گی، اور مجھے اس کا بڑا صدمہ ہوا لیکن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی ایک نہر بہہ رہی ہے میں نے آ کر حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ ان کے اعمال ہیں، یہ حدیث بخاری میں ہے (1) مسلم میں نہیں اور اس کی ایک سند میں ہے میں نہیں جانتا باوجودیکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ دل کو تو کچھ ایسا لگتا ہے کہ یہی الفاظ موقع کے لحاظ سے ٹھیک ہیں کیونکہ اس کے بعد ہی یہ جملہ ہے کہ مجھے اس بات کا بڑا صدمہ ہوا۔ الغرض یہ حدیث اور اسی کی ہم معنی اور حدیثیں دلالت ہیں اس امر پر کہ کسی معین شخص کے جنتی ہونے کا قطعی علم کسی کو نہیں، نہ کسی کو ایسی بات زبان سے کہنی چاہئے۔ بجز ان بزرگوں کے جن کا نام لے کر شارع علیہ السلام نے انہیں جنتی کہا ہے۔ جیسے عشرہ مبشرہ اور حضرت ابن سلام اور غمیصاء اور بلال اور سراقہ اور عبداللہ بن عمرو بن حرام جو حضرت جابر کے والد ہیں اور وہ ستر (۷۰) قاری جو بیئر معونہ کی جنگ میں شہید کیے گئے اور زید بن حارثہ اور جعفر اور ابن رواحہ اور ان جیسے اور بزرگ رضی اللہ عنہم۔ پھر فرماتا ہے اے نبی! تم کہہ دو کہ میں تو صرف وحی کا مطیع ہوں جو اللہ کی جناب سے میری جانب آئے اور میں تو صرف ڈرانے والا ہوں کہ کھول کھول کر ہر شخص کو آگاہ کر رہا ہوں ہر عقلمند میرے منصب سے باخبر ہے۔ واللہ اعلم۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب الدخول علی المیت بعد الموت (۱۲۴۳)]

تو کہہ اگر یہ قرآن اللہ ہی کی طرف سے ہو اور تم نے اسے نہ مانا ہو اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس کی گواہی بھی دے چکا ہو اور وہ ایمان بھی لا چکا ہو اور تم نے سرکشی کی ہو؟ بیشک اللہ تعالیٰ ستمگر گروہ کو راہ نہیں دکھاتا ○ کافروں نے ایمان داروں کی نسبت کہا کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت کرنا نہ پاتے' اور چونکہ انہوں نے اس قرآن سے ہدایت نہیں پائی تو یہ تو کہہ دیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے ○ اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی۔ اور یہ کتاب ہے سچا کرنے والی عربی زبان میں تاکہ ستمگروں کو ڈرا دے اور نیک کاروں کو بشارت ہو ○ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پالنے والا اللہ ہے پھر اسی پر جمے رہے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے ○ یہ تو اہل جنت ہیں جو سدا اسی میں رہیں گے' ان اعمال کے بدلے جو کیا کرتے تھے ○

مشرکین سے سوالیہ انداز میں گفتگو: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ ان مشرکین کافرین سے کہو کہ اگر یہ قرآن سچ مچ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور پھر بھی تم اس کا انکار کر رہے ہو تو بتاؤ تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ وہ اللہ جس نے مجھے حق کے ساتھ تمہاری طرف یہ پاک کتاب دے کر بھیجا ہے وہ تمہیں کیسی کچھ سزائیں کرے گا؟ تم اس کا انکار کرتے ہو اسے جھوٹا بتاتے ہو حالانکہ اس کی سچائی اور صحت کی شہادت وہ کتابیں دے رہی ہیں جو اس سے پہلے وقتاً فوقتاً اگلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی رہیں اور بنی اسرائیل کے جس شخص نے سچائی کی گواہی دی اس نے حقیقت کو پہچان کر اسے مانا اور اس پر ایمان لایا۔ لیکن تم نے اس کی اتباع سے جی چرایا اور تکبر کیا' یہ بھی مطلب بیان ہو گیا ہے کہ اس شاہد نے اپنے نبی پر اور اس کی کتاب پر یقین کر لیا' لیکن تم نے اپنے نبی اور اپنی کتاب کے ساتھ کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ ظالم گروہ کو ہدایت نہیں کرتا۔ شَاھِدٌ کا لفظ اسم جنس ہے اور یہ اپنے معنی کے لحاظ سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ سب کو شامل ہے۔ یہ یاد رہے کہ یہ آیت مکی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام سے پہلے کی ہے' اسی جیسی آیت یہ بھی ہے ﴿وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ﴾ [1] یعنی جب ان پر تلاوت کی جاتی ہے تو اقرار کرتے ہیں کہ یہ ہمارے رب کی جانب سے سراسر برحق ہے ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں اور فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ﴾ [2] الخ' یعنی جن لوگوں کو اس سے پہلے علم عطا فرمایا گیا ہے ان پر جب تلاوت کی جاتی ہے تو وہ بلا پس و پیش سجدے میں گر پڑتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے اس کے وعدے یقیناً سچے اور ہو کر رہنے والے ہیں۔

مسروق اور شعبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں یہاں اس آیت سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نہیں اس لئے کہ آیت مکہ میں اترتی ہے اور آپ مدینہ کی ہجرت کے بعد اسلام قبول کرتے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی شخص کے بارے میں جو زندہ ہو اور زمین پر چل پھر رہا ہو میں نے حضور ﷺ کی زبانی اس کا جنتی ہونا نہیں سنا بجز حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے انہی کے بارے میں آیت ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ الخ'

---

[1] [سورۃ القصص: آیت ۵۳]　[2] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۱۰۷ - ۱۰۸]

نازل ہوئی ہے [1] (بخاری ومسلم وغیرہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد، ضحاک، قتادہ، عکرمہ، یوسف بن عبداللہ بن سلام، ھلال بن یساف، سدی، ثوری، مالک بن انس، ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ کفار کہا کرتے ہیں کہ اگر قرآن بہتری کی چیز ہوتی تو ہم جیسے شریف انسان جو اللہ کے مقبول بندے ہیں ان پر بھلا یہ نیچے کے درجے کے لوگ جیسے بلال، صہیب، عمار، خباب رضی اللہ عنہم اور انہی جیسے اور گرے پڑے لونڈی غلام کیسے سبقت کر جاتے؟ پھر تو اللہ سب سے پہلے ہمیں ہی نوازتا ہے۔ حالانکہ یہ قول بالبداہت باطل ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ [2] یعنی ہم نے اسی طرح بعض کو بعض کے ساتھ فتنے میں ڈالا تا کہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے انہی پر اللہ نے اپنا احسان کیا؟ یعنی انہیں تعجب معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کیسے ہدایت پا گئے؟ اگر یہ چیز بھلی ہوتی تو ہم اس کی طرف لپک کر جاتے۔ پس یہ خیال تو ان کا خام تھا لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ نیک سمجھ والے، سلامت روی والے ہمیشہ بھلائی کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ اسی لئے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جو قول وفعل صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے اس لئے کہ اس میں بہتری ہوتی تو وہ پاک جماعت جو کسی چیز میں پیچھے رہنے والی نہ تھی وہ اسے ترک نہ کرتی؟۔ چونکہ اپنی بدقسمتی کے باعث یہ گروہ قرآن پر ایمان نہیں لایا اس لئے یہ اپنی خجالت دفع کرنے کو قرآن کی اہانت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو پرانے لوگوں کی پرانی غلط باتیں ہیں یہ کہہ کر وہ قرآن اور قرآن والوں کو طعنہ دیتے ہیں۔ یعنی وہ تکبر ہے جس کی بابت حدیث میں ہے کہ تکبر حق کو مٹا دینے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔ [3] پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب توراۃ امام رحمت تھی اور یہ کتاب یعنی قرآن مجید اپنے سے پہلے کی تمام کتابوں کو منزل من اللہ اور سچی کتابیں مانتا ہے۔ یہ عربی فصیح اور بلیغ زبان میں نہایت واضح کتاب ہے۔ اس میں کفار کیلئے ڈراوا ہے اور ایمانداروں کے لئے بشارت ہے۔ اس کے بعد کی آیت کی پوری تفسیر سورہ حم السجدہ میں گذر چکی ہے۔ ان پر خوف نہ ہوگا۔ یعنی آئندہ اور یہ غم نہ کھائیں گے یعنی چھوڑی ہوئی چیزوں کا۔ یہ ہمیشہ جنت میں رہنے والے جنتی ہیں، ان کے پاکیزہ اعمال تھے ہی ایسے کہ رحمت رحیم، کرم کریم کی بدلیاں ان پر جھوم جھوم کر موسلا دھار بارش برسائیں، واللہ اعلم۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب مناقب عبداللہ بن سلام (۳۸۱۲) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ: باب من فضائل عبداللہ بن سلام (۲۴۸۳) مسند احمد (۱/۱۶۹)]

[2] [سورۃ الانعام: آیت ۵۳]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب تحریم الکبر وبیانہ (۹۱) مسند احمد (۱/۳۸۵)]

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے‘ اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا‘ اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی کمال قوت کے زمانہ کو چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد میں بھی صلاحیت پیدا کر۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں○ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال تو ہم قبول فرما لیتے ہیں اور جن کے بداعمال سے ہم درگزر کر لیتے ہیں جنتی لوگوں میں ہیں مطابق اس سچے وعدے کے جو ان سے کیا جاتا تھا○

والدین سے حسن سلوک کی تلقین: اس سے پہلے چونکہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کے اخلاص کا اور اس پر استقامت کرنے کا حکم ہوا تھا اس لئے یہاں ماں باپ کے حقوق کی بجا آوری کا حکم ہو رہا ہے۔ اسی مضمون کی اور بہت سی آیتیں قرآن پاک میں موجود ہیں‘ جیسے فرمایا ﴿ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ﴾[1] یعنی تیرا رب یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اور آیت میں ہے ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴾[2] میرا شکر کر اور اپنے والدین کا‘ لوٹنا تو میری طرف ہی ہے۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔

پس یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ احسان کرو ان سے بہ تواضع سے پیش آؤ۔ ابوداؤد طیالسی میں حدیث ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ نے آپ سے کہا کہ کیا ماں باپ کی اطاعت کا حکم اللہ نہیں؟ سن میں نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی جب تک کہ تو اللہ کے ساتھ کفر نہ کرے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے انکار پر اس نے یہی کیا کہ کھانا پینا چھوڑ دیا یہاں تک کہ لکڑی سے اس کا منہ کھول کر جبراً پانی چھوا دیتے تھے اس پر یہ آیت اتری‘ یہ حدیث مسلم وغیرہ میں بھی ہے[3] ماں نے حالت حمل میں کیسی تکلیفیں برداشت کی ہیں؟ اسی طرح بچہ ہونے کے وقت کیسی کیسی مصیبتوں کا وہ شکار بنی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے اور اس کے ساتھ سورۂ لقمان کی آیت ﴿ وَفِصَالُهٗ فِیْ عَامَیْنِ ﴾[4] اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿ وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ

---

[1] [سورۃ الاسراء: آیت ۲۳] [2] [سورۃ لقمان: آیت ۱٤]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابہ: باب فضل سعد بن ابی وقاص (۱۷٤۸)]

[4] [سورۃ لقمان: آیت ۱٤]

﴿اَوۡلَادَهُنَّ حَوۡلَيۡنِ كَامِلَيۡنِ لِمَنۡ اَرَادَ اَنۡ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ [1] یعنی مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں ان کیلئے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہیں ملا کر استدلال کیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ یہ استدلال بہت قوی اور بالکل صحیح ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ حضرت معمر بن عبداللہ جہنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے قبیلے کے ایک شخص نے جہنیہ کی ایک عورت سے نکاح کیا چھ مہینے پورے ہوتے ہی اسے بچہ تولد ہوا اس کے خاوند نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا آپ نے اس عورت کے پاس آدمی بھیجا وہ تیار ہو کر آنے لگی تو ان کی بہن نے گریہ وزاری شروع کر دی اس کی بیوی صاحبہ نے اپنی بہن کو تسلی دی اور فرمایا کیوں روتی ہو؟ اللہ کی قسم اس کی مخلوق میں سے کسی سے میں نہیں ملی، میں نے کبھی کوئی برا فعل نہیں کیا تو دیکھو کہ اللہ کا فیصلہ میرے بارے میں کیا ہوتا ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس یہ آئیں تو آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے خلیفۃ المسلمین سے دریافت کیا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اس عورت کو نکاح کے چھ مہینے کے بعد بچہ ہوا ہے جو ناممکن ہے۔ یہ سن کر علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ فرمایا ہاں پڑھا ہے فرمایا کیا یہ آیت نہیں پڑھی ﴿وَحَمۡلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا﴾ اور ساتھ ہی یہ آیت بھی ﴿حَوۡلَيۡنِ كَامِلَيۡنِ﴾ پس مدت حمل اور مدت دودھ پلائی دونوں کے مل کر تیس مہینے اور اس میں سے جب دودھ پلائی کی کل مدت دو سال کے چوبیس مہینے وضع کر دیئے جائیں تو باقی چھ مہینے رہ جاتے ہیں تو قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اور اس بیوی صاحبہ کو بھی اتنی ہی مدت میں بچہ ہوا پھر اس پر زنا کا الزام کیسے قائم کر رہے ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ! یہ بات بہت ٹھیک ہے افسوس میرا خیال ہے میں اس طرف نہیں گیا جاؤ اس عورت کو لے آؤ پس لوگوں نے اس عورت کو اس حال پر پایا کہ اس سے فراغت حاصل ہو چکی تھی۔ حضرت معمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں واللہ! ایک کوا دوسرے کوے سے اور ایک انڈا دوسرے انڈے سے بھی اتنا مشابہ نہیں ہوتا جتنا اس عورت کا یہ بچہ اپنے باپ سے مشابہ تھا خود اس کے والد نے بھی اسے دیکھ کر کہا کہ اللہ کی قسم اس بچے کے بارے میں مجھے اب کوئی شک نہیں رہا اور اسے اللہ تعالی نے ایک ناسور کے ساتھ مبتلا کیا جو اس کے چہرے پر تھا وہ ہی اسے گھلاتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا (ابن ابی حاتم) [2] یہ روایت دوسری سند سے ﴿فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ﴾ [3] کی تفسیر میں ہم نے وارد کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب کسی عورت کو نو مہینے میں بچہ ہو تو اس کی دودھ پلائی کی مدت اکیس ماہ کافی ہے اور جب سات مہینے میں ہو تو مدت رضاعت تیئیس ماہ اور جب چھ ماہ میں بچہ ہو تو مدت رضاعت دو

---

[1] [سورۃ البقرہ : آیت ۲۳۳]

[2] [الدرالمنثور للسیوطی (۹/۶)]

[3] [سورۃ الزخرف : آیت ۸۱]

سال کامل اس لئے کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہے۔ جب وہ اپنی پوری قوت کے زمانے کو پہنچا یعنی قوی ہوگیا جوانی کو پہنچ گیا مردوں کی گنتی میں آیا اور چالیس سال کا ہوا عقل پوری آئی فہم وکمال کو پہنچا حلم اور بردباری آ گئی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں جو حالت اس کی ہوتی ہے عموماً پھر باقی عمر وہی حالت رہتی ہے۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ انسان کب اپنے گناہوں پر پکڑا جاتا ہے؟ تو فرمایا جب تو چالیس سال کا ہوجائے تو اپنا بچاؤ مہیا کر لے۔ ابویعلی موصلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب مسلمان بندہ چالیس سال کا ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں تخفیف کر دیتا ہے اور جب ساٹھ سال کا ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی طرف جھکنا نصیب فرماتا ہے اور جب ستر سال کی عمر کا ہوجاتا ہے تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اسی سال کا ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں ثابت رکھتا ہے اور اس کی برائیاں مٹا دیتا ہے اور جب نوے سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے گھرانے کے سارے آدمیوں کے بارے میں اسے شفاعت کرنے والا بناتا ہے۔ اور آسمانوں میں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ اللہ کی زمین میں اس کا قیدی ہے۔ [1] یہ حدیث دوسری سند سے مسند احمد میں بھی ہے۔ [2] بنوامیہ کے دمشقی گورنر حجاج بن عبداللہ حکمی فرماتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر میں تو میں نے نافرمانیوں اور گناہوں کو لوگوں کی شرم وحیاء سے چھوڑا تھا اس کے بعد گناہوں کے چھوڑنے کا باعث خود ذات اللہ سے حیا تھی۔ عرب شاعر کہتا ہے بچپنے میں ناسمجھی کی حالت میں تو جو کچھ ہوگیا ہوگیا لیکن جس وقت بڑھاپے نے منہ دکھایا تو سر کی سفیدی نے خود ہی برائیوں سے کہہ دیا کہ اب تم کوچ کر جاؤ۔ پھر اس کی دعا کا بیان ہورہا ہے کہ اس نے کہا میرے پروردگار میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام فرمائی اور میں وہ اعمال کروں جن سے تو مستقبل میں خوش ہوجائے اور میری اولاد میں میرے لئے اصلاح کر دے یعنی میری نسل اور میرے پیچھے والوں میں۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میرا اقرار ہے کہ میں فرمانبردار ہوں۔ اس میں ارشاد ہے کہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ کر انسان کو پختہ دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنی چاہیے اور نئے سرے سے اللہ کی طرف رجوع ورغبت کر کے اس پر جم جانا چاہیے۔ ابوداؤد میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ التحیات میں پڑھنے کے لیے اس دعا کی تعلیم کیا کرتے تھے ﴿اللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

---

[1] [ضعیف : مجمع الزوائد (۱۰/ ۲۰۴)] اس کی سند میں عزرہ بن قیس ازدی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

[2] [ضعیف جدا : مسند احمد (۲۱۷/۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۳۲۷۹)]

﴿وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا عَلَيْكَ قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا﴾ یعنی اے اللہ! ہمارے دلوں میں الفت ڈال اور ہمارے آپس میں اصلاح کر دے اور ہمیں سلامتی کی راہیں دکھا اور ہمیں اندھیروں سے بچا کر نور کی طرف نجات دے اور ہمیں ہر برائی سے بچا لے خواہ وہ ظاہر ہو خواہ چھپی ہوئی اور ہمیں ہمارے کانوں میں اور آنکھوں میں اور دلوں میں بیوی بچوں میں برکت دے اور ہم پر رجوع فرما یقیناً تو رجوع فرمانے والا مہربان ہے' اے اللہ ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار اور ان کے باعث اپنا ثنا خواں اور نعمتوں کا اقراری بنا اور اپنی بھرپور نعمتیں ہمیں عطا فرما۔ [1]

پھر فرماتا ہے یہ جن کا بیان گزرا جو اللہ کی طرف توبہ کرنے والے اس کی جناب میں جھکنے والے اور جو نیکیاں چھوٹ جائیں انہیں کثرت استغفار سے پالینے والے ہی وہ ہیں جن کی اکثر لغزشیں ہم معاف فرما دیتے ہیں اور ان کے تھوڑے نیک اعمال کے بدلے ہم انہیں جنتی بنا دیتے ہیں ان کا یہی حکم ہے جیسے کہ وعدہ کیا اور فرمایا یہ وہ سچا وعدہ ہے جو ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ابن جریر میں ہے حضور ﷺ بروایت روح الامین علیہ السلام فرماتے ہیں انسان کی نیکیاں اور بدیاں لائی جائیں گی اور ایک کو ایک کے بدلے میں کیا جائے گا' پس اگر ایک نیکی بھی بچ رہی تو اللہ اسی کے عوض اسے جنت میں پہنچا دے گا۔ راوی حدیث نے اپنے استاد سے پوچھا اگر تمام نیکیاں ہی برائیوں کے بدلے میں چلی جائیں تو؟ تو آپ نے فرمایا ان کی برائیوں سے اللہ رب العزت تجاوز فرمالیتا ہے [2] دوسری سند میں یہ بفرمان اللہ عزوجل مروی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند بہت پختہ ہے۔

حضرت یوسف بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بصرہ پر غالب آئے اس وقت میرے ہاں حضرت محمد بن حاطب رحمہ اللہ آئے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور اس وقت حضرت عمار' حضرت صعصعہ' حضرت اشتر' حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

بعض لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر نکالا اور کچھ گستاخی کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت تخت پر بیٹھے ہوئے تھے' ہاتھ میں چھڑی تھی۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا کہ آپ کے سامنے تو آپ کی اس بحث کا صحیح محاکمہ کرنے والے موجود ہی ہیں چنانچہ سب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿اُولٰٓئِكَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ﴾ الخ' قسم اللہ کی یہ لوگ جن کا ذکر اس آیت میں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے ساتھی' تین مرتبہ یہی فرمایا۔ راوی یوسف کہتے ہیں میں نے محمد بن حاطب رحمہ اللہ سے پوچھا سچ کہو تمہیں اللہ کی قسم تم نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ سنا ہے؟ فرمایا ہاں قسم اللہ کی میں نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے۔

---

[1] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الصلوة: باب التشهد (٩٦٩) طبرانی کبیر (١٠٤٢٦) صحیح ابن حبان (٩٩٦)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٢٨٦)] اس کی سند میں غطریف اور حکم ضعیف ہے۔]

وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ڰ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ڰ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع

جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم سے تو میں تنگ آ گیا کیا تم مجھ سے یہی کہتے رہو گے کہ میں مرنے کے بعد زندہ کیا جاؤں گا باوجودیہ کہ مجھ سے پہلے بھی قرنوں گزر چکے ہیں' وہ دونوں جناب باری میں فریاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں تجھے خرابی ہو تو ایماندار بن جا بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے' وہ جواب دیتا ہے کہ یہ تو صرف اگلوں کے افسانے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کے عذاب کا وعدہ صادق آ گیا مجملہ ان جنات اور انسانوں کے گروہ کے جوان سے پہلے گزر چکے ہیں جو یقیناً نقصان یافتہ تھے ○ اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے' تاکہ انہیں ان کے اعمال کے پورے بدلے دے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ○ اور جس دن کفار جہنم کے سرے پر لائے جائیں گے (کہا جائے گا) تم نے اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی میں ہی برباد کر دیں اور ان سے فائدہ اٹھا چکے پس آج تمہیں ذلت کے عذابوں کی سزا دی جائے گی اسی باعث کہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس باعث بھی کہ تم حکم عدولی کیا کرتے تھے ○

دنیا کے طلبگار آخرت میں محروم: چونکہ اوپر ان لوگوں کا بیان ہوا تھا جو اپنے ماں باپ کے حق میں نیک دعائیں کرتے ہیں اور ان کی خدمتیں کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ان کے اخروی درجات کا اور وہاں نجات پانے اور اپنے رب کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کا ذکر ہوا تھا۔ اس لئے اس کے بعد ان بدبختوں کا ذکر ہو رہا ہے جو اپنے ماں باپ کے نافرمان ہیں انہیں باتیں سناتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جیسے کہ عوفی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جس کی صحت میں بھی کلام ہے اور جو قول نہایت کمزور ہے اس لئے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما تو مسلمان ہو گئے تھے اور بہت اچھے اسلام والوں میں سے تھے بلکہ اپنے زمانے کے بہترین لوگوں میں سے تھے' بعض اور مفسرین کا بھی یہ قول ہے لیکن ٹھیک یہی ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ مروان نے اپنے خطبہ میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کو یزید کے بارے میں ایک اچھی رائے سمجھائی ہے اگر وہ انہیں اپنے بعد بطور خلیفہ

کے نامزد کر جائیں تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی تو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا ہے اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما بول اٹھے کہ کیا ہرقل کے دستور پر اور نصرانیوں کے قانون پر عمل کرنا چاہتے ہیں؟ قسم ہے اللہ کی نہ تو خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد میں سے کسی کو خلافت کے لئے منتخب کیا نہ اپنے کنبے قبیلے والوں سے کسی کو نامزد کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو اسے کیا وہ صرف بیٹے کی عزت افزائی اور اپنے بچوں پر رحم کھا کر کیا یہ سن کر مروان کہنے لگا کیا تو وہی نہیں جس نے اپنے والدین کو اف کہا تھا؟ تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو ایک ملعون شخص کی اولاد میں سے نہیں؟ تیرے باپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی تھی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر مروان سے کہا تو نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے جو کہا وہ بالکل جھوٹ ہے وہ آیت ان کے بارے میں نہیں بلکہ وہ فلاں بن فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر مروان جلدی ہی منبر سے اتر کر آپ کے حجرے کے دروازے کے قریب آیا اور کچھ باتیں کر کے لوٹ گیا۔ [1]

بخاری میں یہ حدیث دوسری سند سے اور الفاظ کے ساتھ ہے' اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے مروان حجاز کا امیر بنایا گیا تھا اس میں یہ بھی ہے کہ مروان نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لینے کا حکم اپنے سپاہیوں کو دیا لیکن یہ دوڑ کر اپنی ہمشیرہ صاحبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اس وجہ سے انہیں کوئی پکڑ نہ سکا۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا نے پردہ میں سے ہی فرمایا کہ ہمارے بارے میں بجز میری پاک دامنی کی آیتوں کے اور کوئی آیت نہیں اتری۔ [2] نسائی کی روایت میں ہے کہ اس خطبے سے مقصود یزید کی طرف سے بیعت حاصل کرنا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان میں یہ بھی ہے کہ مروان اپنے قول میں جھوٹا ہے جس کے بارے میں یہ آیت اتری ہے مجھے بخوبی اس کا نام معلوم ہے لیکن میں اس وقت اسے ظاہر کرنا نہیں چاہتی لیکن ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ کو ملعون کہا ہے اور مروان اس کی پشت میں تھا پس یہ اس خدائی لعنت کا بقیہ ہے۔ یہ جہاں اپنے ماں باپ کی بے ادبی کرتا ہے وہاں خدائے تعالیٰ کی بے ادبی سے بھی نہیں چوکتا' مرنے کے بعد کی زندگی کو جھٹلاتا ہے اور اپنے ماں باپ سے کہتا ہے کہ تم مجھے اس دوسری زندگی سے کیا ڈراتے ہو مجھ سے پہلے سینکڑوں زمانے گذر گئے' لاکھوں کروڑوں انسان مرے میں نے تو کسی کو دوبارہ زندہ ہوتے نہیں دیکھا' ان میں سے ایک بھی تو لوٹ کر خبر دینے نہیں آیا۔ ماں باپ بیچارے اس سے تنگ آ کر جناب باری سے اس کی ہدایت چاہتے ہیں' اس بارگاہ میں اپنی فریاد پہنچاتے ہیں اور پھر اس سے کہتے ہیں کہ بدنصیب ابھی کچھ نہیں بگڑا اب بھی مسلمان بن جا لیکن یہ مغرور پھر جواب دیتا ہے کہ جسے تم ماننے کو کہتے ہو میں تو اسے ایک دیرینہ قصہ سے زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اپنے جیسے گذشتہ جنات اور انسانوں کے زمرے میں داخل ہو گئے جنہوں نے خود اپنا نقصان بھی کیا اور اپنے والوں کو بھی برباد کیا۔

---

[1] [اسنادہ حسن : تفسیر ابن ابی حاتم (١٨٥٧٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب والذی قال لوالدیہ اف لکما (٤٨٢٧)]

اللہ تعالیٰ کے فرمان میں یہاں لفظ اولٰئک ہے حالانکہ اس سے پہلے وَالَّذِیْ ہے اس سے بھی ہماری تفسیر کی پوری تائید ہوتی ہے کہ مراد اس سے عام ہے جو بھی ایسا ہو یعنی ماں باپ کا بے ادب اور قیامت کا منکر اس کے لیے یہی حکم ہے چنانچہ حضرت حسن اور حضرت قتادہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کافر فاجر ماں باپ کا نافرمان اور مرکر جی اٹھنے کا منکر ہے۔ [1] ابن عساکر کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ چار شخصوں پر اللہ عزوجل نے اپنے عرش پر سے لعنت کی ہے اور اس پر فرشتوں نے آمین کہی ہے' جو کسی مسکین کو بہکائے کہے کہ آؤ تجھے کچھ دوں گا اور جب وہ آئے تو کہہ دے کہ میرے پاس تو کچھ نہیں' اور جو ماعون سے کہے سب حاضر ہے حالانکہ اس کے آگے کچھ نہ ہو۔ اور وہ لوگ جو کسی کو اس کے اس سوال کے جواب میں کہ فلاں کا مکان کون سا ہے؟ کسی دوسرے کا مکان بتادیں اور وہ جو اپنے ماں باپ کو مارے' یہاں تک کہ وہ تنگ آ جائیں اور چیخ پکار کرنے لگیں۔

پھر فرماتا ہے کہ ہر ایک کے لیے اس کی برائی کے مطابق سزا ہے' اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بلکہ اس اس سے بھی کم کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہنم کے درجے نیچے ہیں اور جنت کے درجے اوپر ہیں۔ [2] پھر فرماتا ہے کہ جب جہنمی جہنم پر لا کھڑے کئے جائیں گے انہیں بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ تم اپنی نیکیاں دنیا ہی میں وصول کر چکے ان سے فائدہ وہیں اٹھالیا' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ مرغوب اور لطیف غذا سے اسی آیت کو پیش نظر رکھ کر اجتناب کر لیا تھا اور فرماتے تھے مجھے خوف ہے کہیں میں ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤں جنہیں اللہ تعالیٰ ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ یہ فرمائے گا۔ حضرت ابومجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دنیا میں کی ہوئی اپنی نیکیاں قیامت کے دن گم پائیں گے اور ان سے یہی کہا جائے گا۔ پھر فرماتا ہے آج انہیں ذلت کے عذابوں کی سزا دی جائے گی ان کے تکبر اور ان کے فسق کی وجہ سے۔ جیسا عمل تھا ویسا ہی بدلہ ملا۔ دنیا میں یہ ناز ونعمت سے اپنی جانوں کو پالنے والے اور نخوت و بڑائی سے اتباع حق کو چھوڑنے والے اور برائیوں اور نافرمانیوں میں ہمہ تن مشغول رہنے والے تھے' تو آج قیامت کے دن انہیں اہانت اور رسوائی والے عذاب اور سخت دردناک سزائیں اور ہائے وائے اور افسوس وحسرت کے ساتھ جہنم کے نیچے کے طبقوں میں جگہ ملے گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ان سب باتوں سے محفوظ رکھے۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿21﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿22﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ

---

[1] [ضعیف : اس کی سند میں حماد بن عبدالرحمٰن اور خالد بن زبرقان ضعیف ہے۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۸۸)]

قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٤﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٥﴾

عادیوں کے بھائی کو یاد کرو۔ جبکہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا اور یقیناً اس سے پہلے بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں اور اس کے بعد بھی' یہ کہ تم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی عبادت نہ کرو' بیشک میں تو تم پر بڑے دن کے عذاب سے خوف کھاتا ہوں ○ قوم نے جواب دیا کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہمیں اپنے معبودوں کی پرستش سے باز رکھیں؟ پس اگر آپ سچے ہیں تو جن عذابوں کا آپ ہم سے وعدہ کرتے ہیں انہیں ہم پر لا ڈالو ○ حضرت ہود نے کہا (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے میں تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم نادانی کر رہے ہو ○ پھر جب انہوں نے عذاب کو بصورت بادل دیکھا جو ان کے میدان کا رخ کئے ہوئے تھا تو کہنے لگے یہ ابر ہم پر برسنے والا ہے (نہیں) بلکہ یہ دراصل ابر وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے' ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے ○ جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کر دے گی پس وہ ایسے ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا' گنہگاروں کے گروہ کو ہم یونہی سزا دیتے ہیں ○

قوم عاد کی ہلاکت کا ذکر: جناب رسول اللہ ﷺ کی تسلی کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے تو آپ اگلے انبیاء علیہم السلام کے واقعات یاد کر لیجئے کہ ان کی قوم نے بھی ان کی تکذیب کی' عادیوں کے بھائی سے مراد حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر ہیں۔ انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عاد اولیٰ کی طرف بھیجا تھا جو احقاف میں رہتے تھے احقاف جمع ہے حقف کی اور حقف کہتے ہیں ریت کے پہاڑ کو۔ مطلق پہاڑ اور غار اور حضر موت کی وادی جس کا نام برہوت ہے جہاں کفار کی روحیں ڈالی جاتی ہیں۔ یہ مطلب بھی احقاف کا بیان کیا گیا ہے' قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یمن میں سمندر کے کنارے ریت کے ٹیلوں میں ایک جگہ تھی جس کا نام شحر تھا یہاں یہ لوگ آباد تھے'[1] امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے کہ جب دعا مانگے تو اپنے نفس سے شروع کرے' اس میں ایک حدیث لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہم پر اور عادیوں کے بھائی پر رحم کرے۔[2] پھر فرماتا ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کے اردگرد کے شہروں میں بھی اپنے رسول مبعوث فرمائے تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا﴾[3] اور جیسے اللہ جل وعلا کا فرمان ہے ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً﴾[4] الخ' پھر فرماتا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم موحد بن جاؤ ورنہ تمہیں اس بڑے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۹۱)]

[2] [ضعیف: ابن ماجه: کتاب الدعاء: باب اذا دعا فلیبد بنفسه (۳۸۵۲)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه (۸٤۰)]

[3] [سورۃ البقرہ: آیت ٦٦] [4] [سورۃ فصلت: آیت ۱۳۔۱٤]

بھاری دن میں عذاب ہوگا۔ جس پر قوم نے کہا کیا تو ہمیں ہمارے معبودوں سے روک رہا ہے؟ جا جس عذاب سے تو ہمیں ڈرا رہا ہے وہ لے آ۔ یہ تو اپنے ذہن میں اسے محال جانتے تھے تو جرأت کر کے جلد طلب کیا۔ جیسے کہ اور آیت میں ہے ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا﴾ [1] یعنی ایمان نہ لانے والے ہمارے عذابوں کے جلد آنے کی خواہش کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں ان کے پیغمبر نے کہا کہ اللہ ہی کو بہتر علم ہے اگر وہ تمہیں اسی کے لائق جانے گا تو تم پر عذاب بھیج دے گا۔ میرا منصب تو صرف اتنا ہی ہے کہ میں اپنے رب کی رسالت تمہیں پہنچا دوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم بالکل بے عقل اور بے وقوف لوگ ہو۔ اب اللہ کا عذاب آ گیا انہوں نے دیکھا کہ ایک کالا ابر ان کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے' چونکہ خشک سالی تھی' گرمی سخت تھی۔ یہ خوشیاں منانے لگے کہ اچھا ہوا ابر چڑھا ہے اور اسی طرف رخ ہے' اب بارش برسے گی۔ دراصل ابر کی صورت میں یہ وہ قہر الٰہی تھا جس کے آنے کی وہ جلدی مچا رہے تھے اس میں وہ عذاب تھا جسے حضرت ہود علیہ السلام سے یہ طلب کر رہے تھے۔ وہ عذاب ان کی بستیوں کی تمام ان چیزوں کو بھی جن کی بربادی ہونے والی تھی تہس نہس کرتا ہوا آیا اور اسی کا اسے حکم تھا۔ جیسے اور آیت میں ﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ﴾ [2] یعنی جس چیز پر وہ گزر جاتی تھی اسے چورا چورا کر دیتی تھی۔ پس سب کے سب ہلاک و تباہ ہو گئے ایک بھی نہ بچ سکا۔

پھر فرماتا ہے ہم اسی طرح ان کا فیصلہ کرتے ہیں جو ہمارے رسولوں کو جھٹلائیں اور ہمارے احکام کی خلاف ورزی کریں۔ ایک بہت ہی غریب حدیث میں ان کا جو قصہ آیا ہے وہ بھی سن لیجئے۔ حضرت حارث بکری کہتے ہیں میں علاء بن حضرمی کی شکایت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہا تھا ربذہ میں مجھے بنو تمیم کی ایک بڑھیا ملی جس کے پاس سواری وغیرہ نہ تھی مجھ سے کہنے لگی اے اللہ کے بندے! میرا ایک کام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دے گا؟ میں نے اقرار کیا اور انہیں اپنی سواری پر بٹھا لیا اور مدینہ شریف پہنچا میں نے دیکھا کہ مسجد شریف لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے سیاہ رنگ جھنڈا لہرا رہا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہیں میں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ تو لوگوں نے مجھ سے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو کسی طرف بھیجنا چاہتے ہیں' میں ایک طرف بیٹھ گیا جب آنحضور اپنی منزل یا اپنے خیمے میں تشریف لے گئے تو میں بھی گیا اجازت طلب کی اور اجازت ملنے پر آپ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ سلام علیک کی تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے اور بنو تمیم کے درمیان کچھ رنجش تھی؟ میں نے کہا ہاں اور ہم ان پر غالب رہے تھے اور اب میرے اس سفر میں بنو تمیم کی ایک نادار بڑھیا راستے میں مجھے ملی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ میں اسے اپنے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچا دوں چنانچہ میں اسے اپنے ساتھ لایا ہوں اور وہ دروازے پر منتظر ہے آپ نے فرمایا اسے بھی اندر بلا لو چنانچہ وہ آ گئیں میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ہم میں اور بنو تمیم میں کوئی روک کر سکتے ہیں تو اسے کر دیجئے اس پر بڑھیا کو حمیت لاحق ہوئی اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بول اٹھی کہ پھر یا

---

[1] [سورۃ الشوریٰ: آیت ۱۸]
[2] [سورۃ الزاریات: آیت ۴۲]

رسول اللہ ﷺ آپ کا مضطر کہاں قرار کرے گا؟ میں نے کہا سبحان اللہ! میری تو وہی مثل ہوئی کہ ''اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی ماری''، مجھے کیا خبر تھی کہ یہ میری ہی دشمنی کرے گی؟ ورنہ میں اسے لاتا ہی کیوں؟ اللہ کی پناہ واللہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی مثل عادیوں کے قاصد کے ہو جاؤں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ عادیوں کے قاصد کا واقعہ کیا ہے؟ باوجودیکہ حضور ﷺ اس واقعہ سے بہ نسبت میرے بہت زیادہ واقف تھے لیکن آپ کے فرمان پر میں نے وہ قصہ بیان کیا کہ عادیوں کی بستیوں میں جب سخت قحط سالی ہوئی تو انہوں نے اپنا ایک قاصد قیل نامی روانہ کیا' یہ راستہ میں معاویہ بن بکر کے ہاں آ کر ٹھہرا اور شراب پینے اور اس کی دونوں کنیزوں کا گانا سننے میں جن کا نام جرادہ تھا اس قدر مشغول ہوا کہ مہینہ بھر تک یہیں پڑا رہا اور جبال مہرہ میں جا کر اس نے دعا کی کہ اللہ تو خوب جانتا ہے میں کسی مریض کی دوا کے لئے یا کسی قیدی کا فدیہ ادا کرنے کیلئے تو آیا ہی نہیں الٰہی عادیوں کو وہ پلا جو تو انہیں پلانے والا ہے چنانچہ چند سیاہ بادل اٹھے اور ان میں سے ایک آواز آئی کہ ان میں سے جسے تو چاہے پسند کر لے چنانچہ اس نے سخت سیاہ بادل کو پسند کر لیا اسی وقت ان میں سے آواز آئی کہ اسے راکھ اور خاک بنانے والا کر دے تاکہ عادیوں میں سے کوئی باقی نہ رہے۔ کہا اور مجھے جہاں تک علم ہوا ہے یہی ہے کہ ہواؤں کے مخزن میں سے صرف پہلے ہی سوراخ سے ہوا چھوڑی گئی تھی جیسے میری اس انگوٹھی کا حلقہ اسی سے سب ہلاک ہو گئے۔ ابو وائل کہتے ہیں یہ بالکل ٹھیک نقل ہے۔ عرب میں دستور تھا کہ جب کسی قاصد کو بھیجتے تو کہہ دیتے کہ عادیوں کے قاصد کی طرح نہ کرنا۔ [1] یہ روایت ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ جیسے کہ سورۂ اعراف کی تفسیر میں گزرا۔ مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کھلکھلا کر اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے مسوڑے نظر آئیں۔ آپ صرف تبسم فرمایا کرتے تھے اور جب ابر اٹھتا اور آندھی چلتی تو آپ کے چہرے سے فکر کے آثار نمودار ہو جاتے۔ چنانچہ ایک روز میں نے آپ سے کہا یا رسول اللہ لوگ تو ابر و باد کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ اب بارش برسے گی لیکن آپ کی اس کے بالکل برعکس حالت ہو جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا میں اس بات سے کہ کہیں اس میں عذاب ہو کیسے مطمئن ہو جاؤں؟ ایک قوم ہوا ہی سے ہلاک کی گئی ایک قوم نے عذاب کے بادل کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ ابر ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔ [2] صحیح بخاری و مسلم میں بھی یہ روایت دوسری سند سے مروی ہے۔ [3] مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ جب کبھی آسمان کے کسی کنارے سے ابر اٹھتا دیکھتے تو اپنے تمام کام چھوڑ دیتے اگرچہ نماز میں ہوں اور یہ دعا پڑھتے ﴿اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْهِ﴾ اللہ میں تجھ سے اس برائی سے پناہ چاہتا ہوں جو اس میں ہے۔ پس اگر یہ کھل جاتا تو اللہ عزوجل کی حمد کرتے اور اگر برس جاتا تو یہ دعا پڑھتے

---

[1] [حسن: مسند احمد (٤٨٢/٣) ترمذی: کتاب التفسیر: تفسیر سورہ الزاریات (٣٢٧٤)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: مسند احمد (٦٦/٦)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ الاحقاف (٤٨٢٨) صحیح مسلم: کتاب صلاۃ الاستسقآء: باب التعوذ عند رؤیۃ الریح والغیم (١٦۔ ٨٩٩)]

﴿اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا نَافِعًا﴾ اے اللہ اسے نفع دینے والا اور برسنے والا بنادے۔ [1] صحیح مسلم میں روایت ہے کہ جب ہوائیں چلتیں تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ﴾ یا اللہ میں تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کو یہ ساتھ لے کر آئی ہے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں۔ اور جب ابر اٹھتا تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا کبھی اندر، کبھی باہر، کبھی جاتے، کبھی آتے۔ جب بارش ہو جاتی تو آپ کی یہ فکرمندی دور ہو جاتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے سمجھ لیا اور آپ سے ایک بار سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا خوف اس بات کا ہوتا ہے کہ کہیں یہ اسی طرح نہ ہو جس طرح قوم ہود نے اپنی طرف بادل بڑھتا دیکھ کر خوشی سے کہا تھا کہ یہ ابر ہمیں سیراب کرے گا۔ [2] سورۂ اعراف میں عادیوں کی ہلاکت کا اور حضرت ہود علیہ السلام کا پورا واقعہ گزر چکا ہے اس لئے ہم اسے یہاں نہیں دہراتے فللہ الحمد والمنة طبرانی کی مرفوع حدیث میں ہے کہ عادیوں پر اتنی ہی ہوا کھولی گئی جتنا انگوٹھی کا حلقہ ہوتا ہے۔ یہ ہوا پہلے دیہات والوں اور بادیہ نشینوں پر آئی وہاں سے شہری لوگوں پر آئی جسے دیکھ کر یہ کہنے لگے کہ یہ ابر جو ہماری طرف بڑھتا آ رہا ہے یہ ضرور ہم پر بارش برسائے گا لیکن اس میں جنگلی لوگ تھے جو ان شہریوں پر گرا دیئے گئے اور سب ہلاک ہو گئے۔ ہوا کے خزانچیوں پر ہوا کی سرکشی اس وقت اتنی تھی کہ دروازوں کے سوراخوں سے وہ نکلی جا رہی تھی۔ [3] واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰھُمْ فِیْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِیْهِ وَجَعَلْنَا لَھُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْھُمْ سَمْعُھُمْ وَلَآ اَبْصَارُھُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُھُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِھِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ اَھْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَھُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِھَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْھُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُھُمْ وَمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

[1] [صحیح: مسند احمد (٦/١٩٠) ابو داود: کتاب الادب: باب ما یقول اذا ھاجت الریح (٥٠٩٩) الادب المفرد للبخاری (٦٨٦) نسائی (٣/١٦٤)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صلاة الاستسقاء: باب التعوذ عند رؤیة الریح والغیم (١٥-٨٩٩)]

[3] [ضعیف: طبرانی کبیر (١٢٤١٦)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مسلم ملائی راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (١١٣٦٧)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

بالیقین ہم نے قوم عاد کو وہ مقدور دیئے تھے جو تمہیں تو دیئے بھی نہیں اور ہم نے انہیں کان' آنکھیں اور دل بھی دے رکھے تھے لیکن ان کے کانوں اور آنکھوں اور دلوں نے انہیں کچھ بھی تو نفع نہ پہنچایا جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے لگے اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی ان پر الٹ پڑی ○ یقیناً ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں تباہ کردیں اور طرح طرح کی ہم نے اپنی نشانیاں بیان کردیں تاکہ وہ رجوع کرلیں ○ پس قرب الٰہی حاصل کرنے کیلئے انہوں نے اللہ کے سوا جن جن کو اپنا معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی' بلکہ وہ تو ان سے کھوگئے بلکہ یہ دراصل ان کا محض جھوٹ اور بالکل بہتان تھا ○

گزشتہ اقوام کی ہلاکت سے عبرت پکڑنی چاہیے: ارشاد ہوتا ہے کہ اگلی امتوں کو جو اسباب دنیوی مال واولاد وغیرہ ہماری طرف سے دیئے گئے تھے ویسے تو تمہیں اب تک مہیا بھی نہیں ان کے بھی کان' آنکھیں اور دل تھے لیکن جس وقت انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور ہمارے عذابوں کا مذاق اڑایا تو بالآخر ان کے ظاہری اسباب کچھ کام نہ آئے اور وہ سزائیں ان پر برس پڑیں جن کی یہ ہمیشہ ہنسی کرتے رہے تھے۔ پس تمہیں ان کی طرح نہ ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ان کے سے عذاب تم پر بھی آجائیں اور تم بھی ان کی طرح جڑ سے کاٹ دیئے جاؤ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اے اہل مکہ! تم اپنے آس پاس ہی ایک نظر ڈالو اور دیکھو کہ کس قدر قومیں نیست و نابود کردی گئی ہیں اور کس طرح انہوں نے اپنے کرتوت کے بدلے پائے ہیں۔ احقاف جو یمن کے پاس ہے حضرموت کے علاقہ میں ہے یہاں کے بسنے والے عادیوں کے انجام پر نظر ڈالو۔ تمہارے اور شام کے درمیان ثمودیوں کا جو حشر ہوا اسے دیکھو' اہل یمن اور اہل مدین کی قوم سبا کے نتیجہ پر غور کرو' تم تو اکثر غزوات اور تجارت کیلئے وہاں سے آتے جاتے رہتے ہو' بحیرہ قوم لوط سے عبرت حاصل کرو وہ بھی تمہارے راستے میں ہی پڑتا ہے۔ ہم نے اپنی نشانیوں اور آیتوں کو خوب واضح اور ظاہر کردیا ہے تاکہ لوگ برائیوں سے بھلائیوں کی طرف لوٹ آئیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن معبودان باطل کی پرستش شروع کر رکھی تھی گو اس میں ان کا اپنا خیال یہ تھا کہ اس کی وجہ سے ہم قرب الٰہی حاصل کریں گے' لیکن کیا ہمارے عذابوں کے وقت جبکہ ان کو ان کی مدد کی پوری ضرورت تھی انہوں نے ان کی کسی طرح مدد کی؟ ہرگز نہیں بلکہ ان کی احتیاج اور مصیبت کے وقت وہ گم ہوگئے ان سے بھاگ گئے ان کا پتہ بھی نہ چلا۔ الغرض ان کا پوجنا صریح غلطی تھی غرض جھوٹ تھا اور صاف افترا اور فضول بہتان تھا کہ یہ انہیں معبود سمجھ رہے تھے' پس ان کی عبادت کرنے میں اور ان پر اعتماد کرنے میں یہ دھوکے میں اور نقصان میں ہی رہے' واللہ اعلم۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

اور یاد کر جب کہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا وہ قرآن سن رہے تھے' پس جب نبی کے پاس پہنچ گئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خاموش ہو جاؤ' پھر جب ختم ہو گیا تو اپنی قوم کو آگاہ کرنے کیلئے لوٹ گئے ○ کہنے لگے اے ہماری قوم ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی رہبری کرتی ہے ○ اے ہماری قوم اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا ○ اور جو شخص اللہ کے بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا پس وہ زمین میں کہیں بھاگ کر اللہ کو تھکا نہیں سکتا اور نہ اللہ کے سوا اور کوئی اس کے مددگار ہوں گے' یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں ○

جنات قرآن سن کر ہدایت یافتہ بن گئے: مسند امام احمد میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ واقعہ نخلہ کا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز عشاء ادا کر رہے تھے' یہ سب جنات سمٹ کر آپ کے ارگرد بھیڑ کی شکل میں کھڑے ہو گئے۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ یہ جنات نصیبین کے تھے تعداد میں سات تھے' کتاب دلائل النبوۃ میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو سنانے کی غرض سے قرآن پڑھا تھا نہ آپ نے انہیں دیکھا آپ تو اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ عکاظ کے بازار جا رہے تھے' ادھر یہ ہوا تھا کہ شیاطین کے اور آسمانوں کی خبروں کے درمیان روک ہو گئی تھی اور ان پر شعلے برسنے شروع ہو گئے تھے۔ شیاطین نے آ کر اپنی قوم کو یہ خبر دی تو انہوں نے کہا کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے جاؤ تلاش کرو' پس یہ نکل کھڑے ہوئے ان میں جو جماعت عرب کی طرف متوجہ ہوئی تھی وہ جب یہاں پہنچی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوق عکاظ کی طرف جاتے ہوئے نخلہ میں اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے' ان کے کانوں میں جب آپ کی تلاوت کی آواز پہنچی تو یہ ٹھہر گئے اور کان لگا کر بغور سننے لگے اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ پس یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے تمہارا آسمانوں تک پہنچنا موقوف کر دیا گیا ہے۔ یہاں سے یہ فوراً واپس لوٹ کر اپنی قوم کے پاس پہنچے اور ان سے کہنے لگے ہم نے عجیب قرآن سنا جو نیکی کا رہبر ہے ہم تو اس پر ایمان لا چکے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ اب ناممکن ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کریں۔ اس واقعہ کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ جن میں دی' یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں بھی ہے' [2] مسند احمد میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنات وحی الٰہی سنا کرتے تھے ایک کلمہ جب ان کے کان میں پڑ جاتا تو وہ اس میں دس اور ملا لیا کرتے' پس وہ ایک تو حق نکلتا باقی سب باطل نکلتے' اور اس سے پہلے ان پر تارے پھینکے نہیں جاتے تھے۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان پر شعلہ باری ہونے لگی' یہ اپنے بیٹھنے کی جگہ پہنچتے اور ان پر شعلہ گرتا اور یہ ٹھہر نہ سکتے' انہوں نے آ کر ابلیس سے یہ شکایت کی تو اس

---

[1] [حسن لغیرہ: مسند احمد (۱/۱۶۷) مجمع الزوائد (۷/۱۳۲) الدر المنثور (۶/۱۶)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن لغیرہ ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۴۳۶)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب الجهر بالقراة صلاة الصبح (۷۷۳) صحیح مسلم: کتاب الصلوة: باب الجهر بالقراة في الصبح (۴۴۹ - ۱۴۹) ترمذی (۳۳۲۳)]

نے کہا کہ کوئی نئی بات ضرور ہوئی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکروں کو اس کی تحقیقات کیلئے چاروں طرف پھیلا دیا انہوں نے نبی پاک ﷺ کو نخلہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان نماز پڑھتے ہوئے پایا اور جا کر اسے خبر دی اس نے کہا بس یہی وجہ ہے جو آسمان محفوظ کر دیا گیا اور تمہارا جانا بند ہوا۔ یہ روایت ترمذی اور نسائی میں بھی ہے' [1] حسن بصری رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے کہ اس واقعہ کی خبر تک رسول اللہ ﷺ کو نہ تھی جب آپ پر وحی آئی تب آپ نے یہ معلوم کیا۔ سیرت ابن اسحاق میں محمد بن کعب کا ایک لمبا بیان منقول ہے جس میں حضور ﷺ کا طائف جانا انہیں اسلام کی دعوت دینا ان کا انکار کرنا وغیرہ پورا واقعہ بیان ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ نے اس دعا کا بھی ذکر کیا ہے جو آپ نے اس تنگی کے وقت کی تھی جو یہ ہے ﴿اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَاَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّيْ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ اِلٰى عَدُوٍّ يَّتَجَهَّمُنِيْ اَمْ اِلٰى صَدِيْقٍ قَرِيْبٍ مَلَّكْتَهُ اَمْرِيْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ عَلَيَّ فَلَا اُبَالِيْ غَيْرَ اَنَّ عَافِيَتَكَ اَوْسَعُ لِيْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ يَّنْزِلَ بِيْ غَضَبُكَ اَوْ يَحِلَّ بِيْ سَخَطُكَ وَلَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ﴾ یعنی اپنی کمزوری اور بے سروسامانی اور کسمپرسی کی شکایت صرف تیرے سامنے کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین تو دراصل سب سے زیادہ رحم و کرم کرنے والا ہے اور کمزوروں کا رب تو ہی ہے' میرا پالنہار بھی تو ہی ہے' تو مجھے کس کو سونپ رہا ہے' کسی دوری والے دشمن کو جو مجھے عاجز کر دے یا کسی قریب والے دوست کو جسے تو نے میرے بارے کا اختیار دے رکھا ہو' اگر تیری خفگی مجھ پر نہ ہو تو مجھے اس درد دکھ کی کوئی پرواہ نہیں لیکن تاہم اگر تو مجھے عافیت کے ساتھ ہی رکھ تو وہ میرے لئے بہت ہی راحت رساں ہے' میں تیرے چہرے کے اس نور کے باعث جس کی وجہ سے تمام اندھیریاں جگمگا اٹھی ہیں' اور دین و دنیا کے تمام امور کی اصلاح کا مدار اسی پر ہے تجھ سے اس بات کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ مجھ پر تیرا عتاب اور تیرا غصہ نازل ہو یا تیری ناراضگی مجھ پر آ جائے' مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی طاقت تیری ہی مدد سے ہے۔ اسی سفر کے واپسی میں آپ نے نخلہ میں رات گزاری اور اسی رات قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے نصیبین کے جنوں نے آپ کو سنا' [2] یہ ہے تو صحیح لیکن اس میں یہ قول تامل طلب ہے' اس لئے کہ جنات کا کلام اللہ شریف سننے کا واقعہ وحی شروع ہونے کے زمانے کا ہے' جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اوپر بیان کردہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے' اور آپ کا طائف جانا اپنے چچا ابوطالب کے انتقال کے بعد ہوا ہے' جو ہجرت کے ایک یا زیادہ سے زیادہ دو سال پہلے کا واقعہ ہے جیسے کہ سیرت ابن اسحاق وغیرہ میں ہے' واللہ اعلم۔ ابن ابی شیبہ میں

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القران : تفسیر سورة الجن (٣٣٢٤) نسائی فی التفسیر (٦٤٦) طبرانی کبیر (١٢٤٣١) مسند احمد (١/ ٢٧٤)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[2] [مرسل : سیرة ابن هشام (٢/ ٢١)]

ان جنات کی گنتی نو کی ہے جن میں سے ایک کا نام زوبعہ ہے۔ انہی کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں'[1] پس یہ روایت اور اس سے پہلے کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا اقتضاء یہ ہے کہ اس مرتبہ جو جن آئے تھے ان کی موجودگی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ تھا' یہ تو آپ کی بے خبری میں ہی آپ کی زبانی قرآن سن کر لوٹ گئے' اس کے بعد بطور وفد فوجیں کی فوجیں اور جتھے کے جتھے ان کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' جیسے کہ اس ذکر کی احادیث وآثار اپنی جگہ آ رہے ہیں۔ انشاء اللہ۔

بخاری مسلم میں ہے حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے پوچھا کہ جس رات جنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنا تھا اس رات کس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ذکر کیا تھا؟ تو فرمایا مجھ سے تیرے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے' ان کی آگاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک درخت نے دی تھی' تو ممکن ہے کہ یہ خبر پہلی دفعہ کی ہو اور اثبات کو ہم نفی پر مقدم مان لیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ جب وہ سن رہے تھے آپ کو تو کوئی خبر نہ تھی' یہاں تک کہ اس درخت نے آپ کو ان کے اجتماع کی خبر دی[2] واللہ اعلم' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ اس کے بعد والے کئی واقعات میں سے ایک ہو' واللہ اعلم۔ امام حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ تو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کو دیکھا نہ خاص ان کے سنانے کیلئے قرآن پڑھا ہاں البتہ اس کے بعد جن آپ کے پاس آئے اور آپ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور اللہ عزوجل کی طرف بلایا' جیسے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس کی روایتیں سنئے۔ حضرت علقمہ رحمہ اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم میں سے کوئی اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کوئی نہ تھا آپ رات بھر ہم سے غائب رہے اور ہمیں رہ رہ کر بار بار یہی خیال گزرا کرتا تھا کہ شاید کسی دشمن نے آپ کو دھوکا دے دیا اللہ نہ کرے آپ کے ساتھ کوئی ایسا ناخوشگوار واقعہ پیش آیا ہو' وہ رات ہماری بڑی بری طرح کٹی' صبح صادق سے کچھ ہی پہلے ہم نے دیکھا کہ آپ غار حرا سے واپس آ رہے ہیں' پس ہم نے رات کی اپنی ساری کیفیت بیان کر دی ہے۔ تو آپ نے فرمایا میرے پاس جنات کا قاصد آیا تھا جس کے ساتھ جا کر میں نے انہیں قرآن سنایا چنانچہ آپ ہمیں لے کر گئے اور ان کے نشانات اور ان کی آگ کے نشانات ہمیں دکھائے۔ شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں انہوں نے آپ سے توشہ طلب کیا تو عامر کہتے ہیں یعنی مکہ میں اور یہ جن جزیرے کے تھے تو آپ نے فرمایا ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو وہ تمہارے ہاتھوں میں پہلے سے زیادہ گوشت والی ہو کر پڑے گی' اور لید اور گوبر تمہارے جانوروں کا چارہ بنے گا' پس اے مسلمانو! ان دونوں چیزوں سے استنجاء نہ کرو یہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہیں'[3] دوسری روایت میں ہے کہ اس رات

---

[1] [دلائل النبوة للبيهقي (٢/٢٢٨)]

[2] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب مناقب الانصار : باب ذكر الجن (٣٨٥٩) صحيح مسلم : كتاب الصلوة : باب الجهر بالقرءة في الصبح (٤٥٠- ١٥٣)]

[3] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الصلوة : باب الجهر باالقراءة (٤٥٠- ١٥٠) ابو داؤد (٨٥) ترمذى (٣٢٥٨) مسند احمد (٤٧٦/١)]

حضور ﷺ کو نہ پا کر ہم بہت ہی گھبرائے تھے اور تمام وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کر آئے تھے [1] اور حدیث میں ہے حضور نے فرمایا آج رات میں جنات کو قرآن سناتا رہا اور جنوں میں ہی اسی شغل میں رات گزاری۔ [2]

ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جو چاہے آج کی رات جنات سے دلچسپی والا میرے ساتھ رہے۔ پس میں موجود ہو گیا آپ مجھے لے کر چلے جب مکہ کے اونچے حصے میں پہنچے تو آپ نے اپنے پاؤں سے خط کھینچ دیا اور مجھ سے فرمایا یہیں بیٹھے رہو پھر آپ چلے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر آپ نے قراءت شروع کی پھر تو اس قدر جماعت آپ کے اردگرد ٹھٹ لگا کر کھڑی ہو گئی کہ میں تو آپ کی قراءت سننے سے بھی رہ گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ جس طرح ابر کے ٹکڑے پھٹتے ہیں اس طرح وہ ادھر ادھر جانے لگے اور یہاں تک کہ اب بہت تھوڑے باقی رہ گئے، پس حضور ﷺ صبح کے وقت فارغ ہوئے اور آپ وہاں سے دور نکل گئے اور حاجت سے فارغ ہو کر میرے پاس تشریف لائے اور پوچھنے لگے وہ باقی کے کہاں ہیں؟ میں نے کہا وہ یہ ہیں پس آپ نے انہیں ہڈی اور لید دی۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو ان دونوں چیزوں سے استنجاء کرنے سے منع فرما دیا۔ [3] اس روایت کی دوسری سند میں ہے کہ جہاں حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بٹھایا تھا وہاں بٹھا کر فرما دیا تھا کہ خبردار یہاں سے نکلنا نہیں ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے صبح کے وقت آ کر ان سے دریافت کیا کہ کیا تم سو گئے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں اللہ کی قسم میں نے تو کئی مرتبہ چاہا کہ لوگوں سے فریاد کروں لیکن میں نے سن لیا کہ آپ انہیں اپنی لکڑی سے دھمکا رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ بیٹھ جاؤ، حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم یہاں سے باہر نکلتے تو مجھے تو خوف تھا کہ ان میں کے بعض تمہیں اچک نہ لے جائیں، پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اچھا تم نے کچھ دیکھا بھی؟ میں نے کہا ہاں لوگ تھے سیاہ انجان، خوفناک سفید کپڑے پہنے ہوئے، آپ نے فرمایا یہ نصیبین کے جن تھے انہوں نے مجھ سے توشہ طلب کیا تھا پس میں نے ہڈی، لید اور گوبر دیا میں نے پوچھا حضور ﷺ اس سے انہیں کیا فائدہ؟ آپ نے فرمایا ہر ہڈی ان کے ہاتھ لگتے ہی ایسی ہو جائے گی جیسی اس وقت تھی جب کھائی گئی تھی یعنی گوشت والی ہو کر انہیں ملے گی اور لید میں بھی وہی دانے پائیں گے جو اس روز تھے جب وہ دانے کھائے گئے تھے، پس ہم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء سے نکل کر ہڈی، لید اور گوبر سے استنجاء نہ کرے۔ [4] اس روایت کی دوسری سند میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا پندرہ جنات جو آپس میں چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی ہیں آج رات مجھ سے قرآن سننے کیلئے آنے والے ہیں۔ اس میں ہڈی اور لید کے ساتھ کوئلے کا لفظ بھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دن نکلے میں اسی جگہ گیا تو دیکھا کہ وہ کوئی ساٹھ اونٹ بیٹھنے کی جگہ ہے۔ [5] اور روایت میں

---

[1] [ایضا]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۱۳۲۰)] اس میں احمد بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۱۳۱۹)] اس میں بھی احمد بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۱۳۱۷)] اس میں عبداللہ ثقفی مجہول ہے۔]

[5] [ضعیف : دلائل النبوۃ للبیہقی (۲۳۱/۲)] اس میں روح بن صلاح ضعیف ہے۔]

ہے کہ جب جنات کا اژدھام ہوگیا تو ان کے سردار نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں انہیں ادھر ادھر کر کے آپ کو اس تکلیف سے بچا لیتا ہوں تو آپ نے فرمایا اللہ سے زیادہ مجھے کوئی بچانے والا نہیں۔ آپ فرماتے ہیں جنات والی رات میں مجھ سے حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا حضور ﷺ پانی تو نہیں البتہ ایک ڈولچی میں نبیذ ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا عمدہ کھجوریں اور پاکیزہ پانی (ابوداود' ترمذی' ابن ماجہ) [1] مسند احمد کی اس حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے اس سے وضو کراؤ چنانچہ آپ نے وضو کیا اور فرمایا یہ تو پینے کی اور پاک چیز ہے۔' [2] مسند احمد میں ہے کہ جب آپ لوٹ کر آئے تو سانس چڑھ رہا تھا میں نے پوچھا حضور ﷺ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس میرے انتقال کی خبر آئی ہے۔ [3] یہی حدیث قدرے زیادتی کے ساتھ حافظ ابو نعیم کی کتاب دلائل النبوۃ میں بھی ہے' اس میں ہے کہ میں نے یہ سن کر کہا پھر یا رسول اللہ ﷺ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کر جایئے آپ نے کہا کس کو؟ میں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے چلتے چلتے پھر کچھ دیر بعد یہی حالت طاری ہوئی۔ میں نے وہی سوال کیا آپ نے وہی جواب دیا۔ میں نے خلیفہ مقرر کرنے کو کہا آپ نے پوچھا کسے؟ میں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر آپ خاموش ہو گئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد پھر یہی حالت اور یہی سوال جواب ہوئے اب کی مرتبہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا تو آپ فرمانے لگے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر لوگ ان کی اطاعت کریں تو سب جنت میں چلے جائیں گے' [4] لیکن یہ حدیث بالکل ہی غریب ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ محفوظ نہ ہو اگر صحت تسلیم کر لی جائے تو اس واقعہ کو مدینہ کا واقعہ ماننا پڑے گا۔ وہاں بھی آپ کے پاس جنوں کے وفود آئے تھے جیسے کہ ہم عنقریب ان شاء اللہ بیان کریں گے اس لئے کہ آپ کا آخری وقت فتح مکہ کے بعد تھا جب کہ دین الٰہی میں انسانوں اور جنوں کی فوجیں کی فوجیں داخل ہو گئیں تھیں' اور سورۂ ﴿إِذَا جَآءَ﴾ الخ' اتر چکی جس میں آپ کو خبر انتقال دی گئی تھی' جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس پر موافقت ہے جو حدیثیں ہم اسی سورت کی تفسیر میں لائیں گے' ان شاء اللہ' واللہ اعلم۔

مندرجہ بالا حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے لیکن اس کی سند بھی غریب ہے اور سیاق بھی غریب ہے۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جنات جزیرہ موصل کے تھے ان کی تعداد بارہ ہزار کی تھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس خط کشیدہ جگہ میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن جنات کے کھجوروں کے درختوں کے برابر قد وقامت وغیرہ دیکھ کر ڈر گئے اور

---

[1] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب الطهارة : باب الوضوء بالنبیذ (٨٤) ابن ماجه : کتاب الطهارة (٣٨٤) ترمذی : کتاب الطهارة (٨٨) مسند احمد (١/ ٤٤٩)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابو داؤد]

[2] [ضعیف : مسند احمد (١/ ٣٩٨) دارقطنی (١/ ٧٦)] اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : مسند احمد (١/ ٤٤٩)] اس میں میناء بن ابو مینا ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف : طبرانی کبیر (٩٩٧٠) مجمع الزوائد (٨٩٤٨)] اس میں مینا راوی کذاب ہے۔]

بھاگ جانا چاہا لیکن فرمان رسول ﷺ یاد آ گیا کہ اس حد سے باہر نہ نکلنا۔ جب حضور ﷺ سے یہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اگر تم اس حد سے باہر آ جاتے تو قیامت تک ہماری تمہاری ملاقات نہ ہوسکتی اور روایت میں ہے کہ جنات کی یہ جماعت جن کا ذکر آیت ﴿وَاِذْ صَرَفْنَا﴾ الخ' میں ہے نینوی کی تھی آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ انہیں قرآن سناؤں' تم میں سے میرے ساتھ کون چلے گا؟ اس پر سب خاموش ہو گئے دوبارہ پوچھا پھر خاموشی رہی تیسری مرتبہ دریافت کیا تو قبیلہ ہذیل کے شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تیار ہوئے حضور ﷺ انہیں ساتھ لے کر حجون کی گھاٹی میں گئے۔ ایک لکیر کھینچ کر انہیں یہاں بٹھا دیا اور آپ آگے بڑھ گئے۔ یہ دیکھنے لگے کہ گدھوں کی طرح کے زمین سے بالکل قریب اڑتے ہوئے کچھ جانور سے آ رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد بڑا غل وغپاڑہ سنائی دینے لگا یہاں تک کہ مجھے حضور ﷺ کی ذات پر ڈر لگنے لگا۔ جب آنحضرت ﷺ آئے تو میں نے کہا حضور ﷺ یہ شور وغل کیا تھا؟ آپ نے فرمایا ان کے ایک مقتول کا قصہ تھا جس میں یہ مختلف تھے ان کے درمیان صحیح فیصلہ کر دیا گیا۔[1] یہ واقعات صاف ہیں کہ حضور ﷺ نے قصداً جا کر جنات کو قرآن سنایا' انہیں اسلام کی دعوت دی اور جن مسائل کی اس وقت انہیں ضرورت تھی وہ سب بتا دیئے' یہاں پہلی مرتبہ جب جنات نے آپ کی زبانی قرآن سنا اس وقت آپ کو نہ معلوم تھا نہ آپ نے انہیں سنانے کی غرض سے قرآن پڑھا تھا' جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اس کے بعد وہ وفود کی صورت میں آئے اور حضور ﷺ عمداً تشریف لے گئے اور انہیں قرآن سنایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس وقت نہ تھے جبکہ آپ نے ان سے بات چیت کی انہیں اسلام کی دعوت دی۔ البتہ کچھ فاصلہ پر دور بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ اس واقعہ میں سوائے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہ تھا اور دوسری تطبیق ان روایات میں جن میں ہے کہ آپ کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے اور جن میں ہے کہ نہ تھے یہ بھی ہوسکتی ہے کہ پہلی دفعہ نہ تھے دوسری مرتبہ تھے۔ واللہ اعلم۔ یہ بھی مروی ہے کہ نخلہ میں جن جنوں نے آپ سے ملاقات کی تھی وہ نینوی کے تھے اور مکہ شریف میں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے وہ نصیبین کے تھے اور یہ جو روایتوں میں آیا ہے کہ ہم نے وہ رات بہت بری طرح بسر کی اس سے مراد ابن مسعود کے سوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جنہیں اس بات کا علم نہ تھا کہ حضور ﷺ جنات کو قرآن سنانے گئے ہیں۔ لیکن یہ تاویل ہے ذرا دور کی واللہ اعلم۔ بیہقی میں ہے کہ حضور ﷺ کی حاجت اور وضو کے لئے آپ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پانی کی ڈولچی لئے ہوئے جایا کرتے تھے ایک دن یہ پیچھے پیچھے پہنچے آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا کہ میں ابو ہریرہ ہوں۔ فرمایا میرے استنجے کیلئے پتھر لاؤ لیکن ہڈی اور لید نہ لانا میں اپنی جھولی میں پتھر بھر لایا اور آپ کے پاس رکھ دیئے' جب آپ فارغ ہو چکے اور چلنے لگے میں بھی آپ کے پیچھے چلا اور پوچھا حضور ﷺ کیا وجہ ہے جو آپ نے ہڈی اور لید سے منع فرمایا؟ آپ نے جواب دیا میرے پاس نصیبین کے جنوں کا وفد آیا اور انہوں نے مجھ سے توشہ طلب کیا تو میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی کہ وہ جس لید اور ہڈی

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جیر الطبری (۱۱/۲۹۷)]

پر گزریں اسے طعام پائیں۔ [1] صحیح بخاری میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے [2] پس یہ حدیث اور اس سے پہلے کی حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ جنات کا وفد آپ کے پاس اس کے بعد بھی آیا تھا۔

اب ہم ان احادیث کو بیان کرتے ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ جنات آپ کے پاس کئی دفعہ حاضر ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت اس سے پہلے بیان ہو چکی ہے اس کے سوا بھی آپ سے دوسری سند سے مروی ہے' ابن جریر میں ہے [3] آپ فرماتے ہیں یہ سات جن تھے نصیبین کے رہنے والے۔ انہیں اللہ کے رسول نے اپنی طرف سے قاصد بنا کر جنات کی طرف بھیجا تھا۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ جنات تعداد میں سات تھے نصیبین کے تھے۔ ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کو اہل حران سے کہا اور چار کو اہل نصیبین سے' ان کے نام یہ ہیں۔ حسيٰ' حسي' منسی' سامر' ناصر' الاردو بیان' الاحتم'۔ ابو حمزہ ثمالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بنو شیصبان کہتے ہیں' یہ قبیلہ جنات کے اور قبیلوں سے تعداد میں بہت زیادہ تھا اور یہ ان میں نسب کے بھی شریف مانے جاتے تھے اور عموماً یہ ابلیس کے لشکروں میں سے تھے' ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ نو تھے ان میں سے ایک کا نام زوبعہ تھا' اصل نخلہ سے آئے تھے۔ بعض حضرات سے مروی ہے کہ یہ پندرہ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ اونٹوں پر آئے تھے اور ان کے سردار کا نام وردان تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ تین سو تھے' اور یہ بھی مروی ہے کہ بارہ ہزار تھے۔ ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ چونکہ وفود کئی ایک آئے تھے ممکن ہے کہ کسی میں چھ سات نو ہی ہوں کسی میں زیادہ کسی میں اس سے بھی زیادہ۔ اس پر دلیل صحیح بخاری شریف کی یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جس چیز کی نسبت جب کبھی کہتے کہ میرے خیال میں یہ اس طرح ہوگی تو وہ عموماً اسی طرح نکلتی' ایک مرتبہ آپ بیٹھے ہوئے تھے جو ایک حسین شخص گزرا' آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا اگر میرا گمان غلط نہ ہو تو یہ شخص اپنے جاہلیت کے زمانہ میں ان لوگوں کا کاہن تھا جانا ذرا اسے لے آنا' جب وہ آ گیا تو آپ نے یہ خیال اس پر ظاہر فرمایا' وہ کہنے لگا مسلمانوں میں اس ذہانت وفطانت کا کوئی شخص آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو اپنی کوئی صحیح اور سچی خبر سنا' اس نے کہا بہت اچھا سنئے میں جاہلیت کے زمانہ میں ان کا کاہن تھا میرے پاس میرا جن جو سب سے زیادہ تعجب خیز خبر لایا وہ سنئے۔ میں ایک مرتبہ بازار میں جا رہا تھا کہ وہ آ گیا اور سخت گھبراہٹ میں تھا اور کہنے لگا' کیا تو نے جنوں کی بربادی' مایوسی اور ان کا پھیلنے کے بعد سمٹ جانا اور ان کی درگت نہیں دیکھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یہ سچا ہے۔ میں ایک مرتبہ ان کے بتوں کے پاس سویا ہوا تھا ایک شخص نے وہاں ایک بچھڑا چڑھایا کہ ناگہاں ایک سخت پرزور آواز آئی ایسی کہ اتنی بڑی بلند اور کرخت آواز میں نے کبھی نہیں سنی اس نے کہا اے جلیح نجات دینے والا امر آ چکا ایک شخص ہے جو فصیح زبان سے ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کی منادی کر رہا ہے۔ سب لوگ تو مارے ڈر کے بھاگ گئے لیکن میں وہیں بیٹھا رہا کہ دیکھوں آخر یہ کیا ہے؟ کہ دوبارہ اسی طرح وہی آواز سنائی دی اور اس

---

[1] [ضعیف : بیهقی فی السنن الکبری (۲/ ۲۳۳)] اس کی سند میں سوید راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مناقب الانصار : باب ذکر الجن (۳۸٦۰)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/ ۲۹۷)]

نے وہی کہا۔ پس کچھ ہی دن گزرے تھے جو نبی ﷺ کی نبوت کی آوازیں ہمارے کانوں میں پڑنے لگیں۔ [1] اس روایت کے ظاہر الفاظ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ آوازیں اس ذبح شدہ بچھڑے سے سنی اور ایک ضعیف روایت میں صریح طور پر یہ بھی آ گیا ہے۔ لیکن باقی اور روایتیں یہ بتلا رہی ہیں کہ اسی کاہن نے اپنے دیکھنے سننے کا ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا۔ واللہ اعلم، امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہی کہا ہے اور یہی کچھ اچھا معلوم ہوتا ہے، اس شخص کا نام سواد بن قارب تھا جو شخص اس واقعہ کی پوری تفصیل دیکھنا چاہتا ہو وہ میری کتاب سیرۃ عمر رضی اللہ عنہ دیکھ لے وللہ الحمد والمنہ۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ممکن ہے یہی وہ کاہن ہو جس کا ذکر بغیر نام کے صحیح حدیث میں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر نبوی پر ایک مرتبہ خطبہ سنا رہے تھے اسی میں پوچھا کیا سواد بن قارب یہاں موجود ہیں لیکن اس پورے سال تک کسی نے ہاں نہیں کہی، اگلے سال آپ نے پھر پوچھا تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا سواد بن قارب کون ہے؟ اس سے کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے اسلام کا قصہ عجیب و غریب ہے، ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں جو حضرت سواد بن قارب آ گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا سواد اپنے اسلام کا ابتدائی قصہ سناؤ آپ نے فرمایا سنئے میں ہند گیا ہوا تھا میرا ساتھی جن ایک رات میرے پاس آیا میں اس وقت سویا ہوا تھا، مجھے اس نے جگا دیا اور کہنے لگا اٹھ اور اگر کچھ عقل و ہوش ہیں تو سن لے سمجھ لے اور سوچ لے، قبیلہ لوی بن غالب میں سے اللہ کے رسول مبعوث ہو چکے ہیں، میں جنات کی حس اور ان کے بوریہ بستر باندھنے پر تعجب کر رہا ہوں، اگر تو طالب ہدایت ہے تو فوراً مکہ کی طرف کوچ کر۔ سمجھ لے کہ بہتر اور بدتر جن یکساں نہیں، جا جلدی جا اور بنو ہاشم کے اس دلارے کے منور مکھڑے پر نظریں تو ڈال لے، مجھے پھر غنودگی سی آ گئی تو اس نے دوبارہ جگا دیا اور کہنے لگا اے سواد بن قارب اللہ عزوجل نے اپنا رسول بھیج دیا ہے، تم ان کی خدمت میں پہنچو اور ہدایت اور بھلائی سمیٹ لو۔ دوسری رات پھر آیا اور مجھے جگا کر کہنے لگا مجھے جنات کے جستجو کرنے اور جلد جلد پالان اور جھولیں کسنے پر تعجب معلوم ہوتا ہے، اگر تو بھی ہدایت کا طالب ہے تو مکے کا قصد کر۔ سمجھ لے کہ اس کے دونوں قدم اس کی دموں کی طرح نہیں، تو اٹھ اور جلدی جلدی بنو ہاشم کے اس پسندیدہ شخص کی خدمت میں پہنچ اور اپنی آنکھیں اس کے دیدار سے منور کر۔ تیسری رات پھر آیا اور کہنے لگا، مجھے جنات کے باخبر ہو جانے اور ان کے قافلوں کے فوراً بیدار ہو جانے پر تعجب آ رہا ہے وہ سب طلب ہدایت کیلئے مکہ کی طرف دوڑے جا رہے ہیں، ان میں سے برے بھلوں کی برابری نہیں کر سکتے، تو بھی اٹھ اور اس بنو ہاشم کے چیدہ شخص کی طرف چل کھڑا ہو مومن جنات کافروں کی طرح نہیں، تین راتوں تک برابر سنتے رہنے کے بعد میرے دل میں بھی دفعۃً اسلام کا ولولہ اٹھا اور حضور ﷺ کی وقعت اور محبت سے دل پر ہو گیا، میں نے اپنی سانڈنی پر کجاوہ کسا اور بغیر کسی اور جگہ قیام کئے سیدھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت شہر مکہ میں تھے اور لوگ آپ کے آس پاس ایسے تھے جیسے گھوڑے پر ایال۔ مجھے دیکھتے ہی یکبارگی اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا سواد بن قارب کو مرحبا ہو آؤ ہمیں معلوم ہے کہ کیسے اور کس لئے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار (۳۸۶۶) دلائل النبوۃ (۲/۲۴۳-۲۴۴)]

اور کس کے کہنے سننے سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا حضور ﷺ میں نے کچھ اشعار کہے ہیں اگر اجازت ہو تو پیش کروں؟ آپ نے فرمایا سواد شوق سے کہو تو حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے وہ اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ ہے میرے پاس میرا جن میرے سو جانے کے بعد رات کو آیا اور اس نے مجھے ایک سچی خبر پہنچائی تین راتیں برابر وہ میرے پاس آتا رہا اور ہر رات کہتا رہا کہ لوی بن غالب میں اللہ کے رسول مبعوث ہو چکے ہیں' میں نے بھی سفر کی تیاری کر لی اور جلد جلد راہ طے کرتا یہاں پہنچ ہی گیا' اب میری گواہی ہے کہ بجز اللہ کے اور کوئی رب نہیں' اور آپ اللہ کے امانتدار رسول ہیں' آپ سے شفاعت کا آسرا سب سے زیادہ ہے' اے بہترین بزرگوں اور پاک لوگوں کی اولاد اے تمام رسولوں سے بہتر رسول جو حکم آسمانی آپ ہمیں پہنچائیں گے وہ کتنا ہی مشکل اور طبیعت کے خلاف کیوں نہ ہو ناممکن ہے کہ ہم اسے ٹال دیں' آپ قیامت کے دن ضرور میرے سفارشی بننا کیونکہ وہاں بجز آپ کے سواد بن قارب کا سفارشی اور کون ہو گا؟ اس پر حضور ﷺ بہت ہنسے اور فرمانے لگے سواد تم نے فلاح پالی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سن کر پوچھا کیا وہ جن اب بھی تیرے پاس آتا ہے؟ اس نے کہا جب سے میں نے قرآن پڑھا وہ نہیں آتا اور اللہ کا بڑا شکر ہے کہ اس کے عوض میں نے رب کی پاک کتاب پائی۔ [1]

اور اب جس حدیث کو ہم حافظ ابونعیم کی کتاب دلائل النبوۃ سے نقل کرتے ہیں اس میں بھی اس کا بیان ہے کہ مدینہ شریف میں بھی جنات کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں باریاب ہوا تھا۔ حضرت عمرو بن غیلان ثقفی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے دریافت کرتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ جس رات جنات کا وفد حاضر حضور ﷺ ہوا تھا اس رات حضور ﷺ کے ساتھ آپ بھی تھے؟ جواب دیا کہ ہاں ٹھیک ہے میں نے کہا ذرا واقعہ تو سنائیے۔ فرمایا صفہ والے مساکین صحابہ رضی اللہ عنہم کو لوگ اپنے اپنے ساتھ شام کا کھانا کھلانے کے لئے لے گئے اور میں یونہی رہ گیا' میرے پاس حضور ﷺ کا گزر ہوا پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا ابن مسعود فرمایا تمہیں کوئی لے نہیں گیا کہ تم بھی کھا لیتے؟ میں نے جواب دیا نہیں کوئی نہیں لے گیا' فرمایا اچھا میرے ساتھ چلو شاید کچھ مل جائے تو دے دوں گا میں ساتھ ہو لیا' آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گئے میں باہر ہی ٹھہر گیا تھوڑی دیر میں اندر سے ایک لونڈی آئی اور کہنے لگی حضور ﷺ فرماتے ہیں ہم نے اپنے گھر میں کوئی چیز نہیں پائی تم اپنی خواب گاہ میں چلے جاؤ۔ میں واپس مسجد میں آ گیا اور مسجد میں کنکریوں کا ایک چھوٹا سا ڈھیر کر کے اس پر سر رکھ کر اپنا کپڑا لپیٹ کر سو گیا تھوڑی ہی دیر گزری ہو گی جو وہی لونڈی پھر آئیں اور کہا رسول اللہ ﷺ آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔ میں ساتھ ہو لیا اور مجھے امید ہو گئی کہ اب تو کھانا ضرور ملے گا جب میں اپنی جگہ پہنچا تو حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں کھجور کے درخت کی ایک تر چھڑی تھی جسے میرے سینے پر رکھ کر فرمانے لگے جہاں میں جا رہا ہوں کیا تم بھی میرے ساتھ چلو گے؟ میں نے کہا جو اللہ نے چاہا ہو' تین مرتبہ یہی سوال جواب ہوئے پھر آپ ﷺ چلے اور میں بھی آپ کے ساتھ چلنے لگا' تھوڑی دیر میں بقیع غرقد جا پہنچے' پھر قریب قریب وہی بیان ہے

---

[1] [ضعیف : بیهقی فی السنن الکبری (۲/۲٤۹)] اس کی سند میں زیاد راوی مجہول ہے۔]

جو اوپر کی روایتوں میں گزر چکا ہے' اس کی سند غریب ہے اور اس کی سند میں ایک مبہم راوی ہے جس کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ دلائل نبوت میں حافظ ابونعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کی مسجد میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ادا کی اور لوٹ کر لوگوں سے کہا آج رات کو جنات کے وفد کی طرف تم میں سے کون میرے ساتھ چلے گا؟ کسی نے جواب نہ دیا تین مرتبہ کے فرمان پر بھی کوئی نہ بولا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میرا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ لے چلے مدینہ کے پہاڑوں سے بہت آگے نکل کر صاف چٹیل میدان میں پہنچ گئے' اب نیزوں کے برابر لانبے لانبے قد کے آدمی نیچے نیچے کپڑے پہنے ہوئے آنے شروع ہوئے ہیں۔ میں تو انہیں دیکھ کر مارے ڈر کے کانپنے لگا۔ ① پھر اور واقعہ مثل حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیان کیا۔ یہ حدیث بھی غریب ہے واللہ اعلم۔

اسی کتاب میں ایک غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی حج کو جا رہے تھے کہ ہم نے دیکھا ایک سفید رنگ سانپ راستے میں لوٹ رہا ہے اور اس سے مشک کی خوشبو اڑ رہی ہے' ابراہیم کہتے ہیں میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم تو سب جاؤ میں یہاں ٹھہر جاتا ہوں۔ دیکھوں تو اس سانپ کا کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ وہ چل دیئے اور میں ٹھہر گیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی جو وہ سانپ مر گیا میں نے ایک سفید کپڑا لے کر اس میں لپیٹ کر راستے کے ایک طرف دفن کر دیا اور رات کے کھانے کے وقت اپنے قافلے میں پہنچ گیا' اللہ کی قسم میں بیٹھا ہوا تھا جو چار عورتیں مغرب کی طرف سے آئیں ان میں سے ایک نے پوچھا عمرو کو کس نے دفن کیا؟ ہم نے کہا کہ کون عمرو؟ اس نے کہا تم میں سے کسی نے ایک سانپ کو دفن کیا ہے؟ میں نے کہا ہاں میں نے دفن کیا ہے' کہنے لگی قسم ہے اللہ کی تم نے بڑے روزے دار بڑے پختہ نمازی کو دفن کیا ہے جو تمہارے نبی کو مانتا تھا' اور جس نے آپ کے نبی ہونے سے چار سو سال بیشتر آسمان سے آپ کی صفت سنی تھی' ② ابراہیم کہتے ہیں کہ اس پر ہم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر حج سے فارغ ہو کر جب ہم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور میں نے آپ کو یہ سارا واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا اس عورت نے سچ کہا۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مجھ پر ایمان لایا تھا میری نبوت کے چار سو سال پہلے' یہ حدیث بھی غریب ہے۔ واللہ اعلم۔ ایک روایت میں ہے کہ دفن کفن کرنے والے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ تھے' کہتے ہیں کہ یہ صاحب جو یہاں دفن کئے گئے یہ ان نو جنات میں سے ایک ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن سننے کیلئے وفد بن کر آئے تھے' ان کا انتقال ان سب سے اخیر میں ہوا۔ ابونعیم میں ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے امیر المومنین! میں ایک جنگل میں تھا' میں نے دیکھا دو سانپ آپس میں خوب لڑ رہے ہیں یہاں تک کہ ایک نے دوسرے کو مار ڈالا۔ اب میں انہیں چھوڑ کر جہاں معرکہ ہوا تھا وہاں گیا دیکھا تو بہت سے سانپ قتل کئے ہوئے پڑے ہیں اور بعض سے اسلام کی خوشبو آ رہی ہے' پس میں نے ایک ایک کو سونگھنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک زرد

---

① [ضعیف : اس میں نمیر قینی ضعیف ہے۔]

② [ضعیف : ابو نعیم فی الحلیة (۲۵۷)] اس کی سند میں ولید اور حصین ضعیف ہے۔]

رنگ کے دبلے پتلے سانپ میں سے مجھے اسلام کی خوشبو آنے لگی' میں نے اپنے عمامے میں لپیٹ کر اسے دفنا دیا' اب میں چلا جا رہا تھا جو میں نے ایک آواز سنی کہ اے اللہ کے بندے تجھے اللہ کی طرف سے ہدایت دی گئی۔ یہ دونوں سانپ جنات کے قبیلہ بنواشعیبان اور بنواقیش میں سے تھے' ان دونوں میں جنگ ہوئی اور پھر اس قدر جنگ ہوئی اور پھر جس قدر قتل ہوئے وہ تم نے خود دیکھ لئے انہی میں ایک شہید جنہیں تم نے دفن کیا وہ تھے جنہوں نے خود رسول اللہ ﷺ کی زبانی وحی الٰہی سنی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس قصے کو سن کر فرمانے لگے اے شخص اگر تو سچا ہے تو اس میں شک نہیں کہ تو نے عجیب واقعہ دیکھا اور اگر تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کا بوجھ تجھ پر ہے۔ (۱)

اب آیت کی تفسیر سنئے ارشاد ہے کہ جب ہم نے تیری طرف جنات کے ایک گروہ کو پھیرا جو قرآن سن رہا تھا۔ جب وہ حاضر ہو گئے اور تلاوت شروع ہونے کو تھی تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو یہ ادب سکھایا کہ خاموشی سے سنو۔ ان کا ایک اور ادب بھی حدیث میں آیا ہے' ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے سورۂ رحمان کی تلاوت کی پھر فرمایا کیا بات ہے؟ جو تم سب خاموش ہی رہے' تم سے تو بہت اچھے جواب دینے والے جنات ثابت ہوئے جب بھی میرے منہ سے انہوں نے آیت ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ سنی تو انہوں نے جواب میں کہا ((وَلَا بِشَیْءٍ مِّنْ اٰلَائِكَ اَوْنِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ)) پھر فرماتا ہے جب فراغت حاصل کی گئی۔ ﴿قُضِیَ﴾ کے معنی ان آیتوں میں بھی یہی ہیں ﴿فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ﴾ (۲) اور ﴿فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ﴾ (۳) اور ﴿فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ﴾ (۴) پھر فرماتا ہے وہ اپنی قوم کو دھمکانے اور انہیں آگاہ کرنے کیلئے واپس ان کی طرف چلے۔ جیسے اللہ عزوجل وعلا کا فرمان ہے ﴿لِیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ﴾ (۵) الخ' یعنی وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب واپس اپنی قوم کے پاس پہنچے تو انہیں بھی ہوشیار کر دیں بہت ممکن ہے کہ وہ بچاؤ اختیار کر لیں۔ اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ جنات میں بھی اللہ کی باتوں کو پہنچانے والے اور ڈرانے والے ہیں لیکن ان میں سے رسول نہیں بنائے گئے۔ یہ بات بلا شک ثابت ہے کہ جنوں میں پیغمبر نہیں ہیں۔ فرمان باری ہے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا﴾ (۶) الخ' یعنی ہم نے تجھ سے پہلے بھی جتنے رسول بھیجے وہ سب بستیوں کے رہنے والے انسان ہی تھے جن کی طرف ہم اپنی وحی بھیجا کرتے تھے اور آیت میں ہے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ﴾ (۷) یعنی تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسبت قرآن میں ہے ﴿وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّۃَ وَالْکِتٰبَ﴾ (۸) یعنی ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی'

---

(۱) [منکر: ابو نعیم فی الحلیة (۲۵۶)] (۲) [الجمعه: ۱۰]
(۳) [فصلت: ۱۲] (۴) [البقره: ۲۰۰] (۵) [التوبه: ۱۲۲]
(۶) [یوسف: ۱۰۹] (۷) [الفرقان: ۲۰] (۸) [العنکبوت: ۲۷]

پس آپ کے بعد جتنے بھی نبی آئے وہ آپ ہی کے خاندان اور آپ ہی کی نسل میں سے ہوئے ہیں۔لیکن سورۂ انعام کی آیت ﴿یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ﴾ [1] یعنی اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ اس کا مطلب اور اس سے مراد یہ دونوں جنس ہیں پس اس کا مصداق ایک جنس ہی ہو سکتی ہے جیسے فرمان ہے ﴿یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾ [2] یعنی ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے حالانکہ دراصل ایک میں سے ہی نکلتا ہے۔

مومن جنات کی آخری منزل: اب بیان ہو رہا ہے جنات کے اس وعظ کا جو انہوں نے اپنی قوم میں کیا۔فرمایا کہ ہم نے اس کتاب کو سنا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب انجیل کا ذکر اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ دراصل تورات کو پورا کرنے والی تھی۔اس میں زیادہ تر وعظ کے اور دل کو نرم کرنے کے بیانات تھے۔حرام حلال کے مسائل بہت کم تھے۔پس اصل چیز تورات ہی رہی۔اسی لئے ان مسلم جنات نے اسی کا ذکر کیا۔اور اسی بات کو پیش نظر رکھ کر حضرت ورقہ بن نوفل نے جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اول دفعہ آنے کا حال سنا تو کہا تھا کہ واہ واہ! یہی تو وہ مبارک وجود اللہ کے بھیدی کا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتے تھے' کاش میں اور کچھ زمانہ زندہ رہتا" [3] الخ۔پھر قرآن کی اور صفت بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے سے پہلے تمام آسمانی کتابوں کو سچا بتلاتا ہے وہ اعتقادی مسائل اور اخباری مسائل میں حق کی جانب رہبری کرتا ہے اور اعمال میں راہ راست دکھاتا ہے۔قرآن میں دو چیزیں ہیں یا خبر یا طلب' اس کی خبر سچی اور اس کی طلب عدل والی۔جیسے فرمان ہے ﴿وَتَمَّتْ کَلِمَةُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ [4] یعنی تیرے رب کا کلمہ سچائی اور عدل کے لحاظ سے بالکل پورا ہی ہے۔اور آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ﴾ [5] وہ اللہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور حق دین کے ساتھ بھیجا ہے' پس ہدایت نفع دینے والا علم ہے اور دین حق نیک عمل ہے' یہی مقصد جنات کا تھا۔

پھر کہتے ہیں اے ہماری قوم! اللہ کے داعی کی دعوت پر لبیک کہو۔اس میں دلالت ہے اس امر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس کی دونوں جماعتوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔اس لئے کہ آپ نے جنات کو اللہ کی طرف دعوت دی' ان کے سامنے قرآن کریم کی وہ سورت پڑھی جس میں ان دونوں جماعتوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان کے نام احکام جاری فرمائے ہیں' اور وعدہ وعید بیان کیا ہے' یعنی سورۂ رحمان۔پھر فرماتے ہیں ایسا کرنے سے وہ تمہارے بعض گناہ بخش دے گا۔لیکن یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب لفظ "مِنْ" کو زائد نہ مانیں' چنانچہ ایک قول مفسرین کا یہ بھی ہے اور قاعدے کے مطابق اثبات کے موقعہ پر لفظ من بہت ہی کم زائد آتا ہے اور

---

[1] [الانعام: ۱۳۰]
[2] [الرحمن: ۲۲]
[3] **[صحیح:** صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (۳) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بدء الوحی (۱۶۰)]
[4] [سورۃ الانعام: آیت ۱۱۵]
[5] [سورۃ التوبہ: آیت ۳۳]

اگر زائد مان لیا جائے تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور تمہیں اپنے المناک عذابوں سے رہائی دے گا۔ اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ ایماندار جنوں کو بھی جنت نہیں ملے گی ہاں عذاب سے وہ چھٹکارا پالیں گے' یہی ان کے نیک اعمالوں کا بدلہ ہے' اور اگر اس سے زیادہ مرتبہ بھی انہیں ملنے والا ہوتا تو اس مقام پر یہ مومن جن اسے ضرور بیان کر دیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مومن جن جنت میں نہیں جائیں گے اس لئے کہ وہ ابلیس کی اولاد سے ہیں' اور اولاد ابلیس جنت میں نہیں جائے گی۔ لیکن حق یہ ہے کہ مومن جن مثل ایماندار انسانوں کے ہیں اور وہ جنت میں جگہ پائیں گے جیسا کہ سلف کی ایک جماعت کا مذہب ہے' بعض لوگوں نے اس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾ [1] یعنی حوران بہشتی کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان کا ہاتھ لگا نہ کسی جن کا۔ لیکن اس استدلال میں نظر ہے' اس سے بہت بہتر استدلال تو اللہ عزوجل کے اس فرمان سے ہے ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ○ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ [2] یعنی جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اس کیلئے دو جنتیں ہیں' پھر اے جنو و انسانو! تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ انسانوں اور جنوں پر اپنا احسان جتلاتا ہے کہ ان کے نیک کار کا بدلہ جنت ہے اور اس آیت کو سن کر مسلمان انسانوں سے بہت زیادہ شکر یہ مسلمان جنوں نے کیا اور اسے سنتے ہی کہا کہ اللہ ہم تیری نعمتوں میں سے کسی کے انکاری نہیں ہم تیرے بہت بہت شکر گزار ہیں' ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ ان کے سامنے ان پر وہ احسان جتایا جائے جو اصل انہیں ملنے کا نہیں۔ اور بھی ہماری ایک دلیل سنئے جب کافر جنات کو جہنم میں ڈالا جائے گا جو مقام عدل ہے' تو مومن جنات کو جنت میں کیوں نہ لے جایا جائے جو مقام فضل ہے؟' بلکہ یہ بہت زیادہ لائق اور بطور اولیٰ ہونے کے قابل ہے اور اس پر وہ آیتیں بھی دلیل ہیں جن میں عام طور پر ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے مثلاً ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا﴾ [3] وغیرہ وغیرہ۔

یعنی ایمانداروں کا مہمان خانہ یقیناً جنت فردوس ہے۔ الحمدللہ! میں نے اس مسئلہ کو بہت کچھ وضاحت کے ساتھ اپنی ایک مستقل تصنیف میں بیان کر دیا ہے اور سنئے جنت کا تو یہ حال ہے کہ ایمانداروں کے کل کے داخل ہو جانے کے بعد بھی اس میں بے حد وحساب جگہ بچ جائے گی' اور پھر ایک نئی مخلوق پیدا کر کے انہیں اس میں آباد کیا جائے گا' پھر کوئی وجہ نہیں کہ ایماندار اور نیک عمل کرنے والے جنات جنت میں نہ بھیجے جائیں' اور سنئے دو باتیں بیان کی گئی ہیں گناہوں کی بخشش اور عذابوں سے رہائی اور جب یہ دونوں چیزیں ہیں تو یقیناً یہ مستلزم ہیں دخول جنت کو۔ اس لئے کہ آخرت میں یا جنت ہے یا جہنم' پس جو شخص جہنم سے بچا لیا گیا وہ قطعاً جنت میں جانا چاہئے اور کوئی نص صریح یا ظاہر اس بات کے بیان میں وارد نہیں ہوئی کہ مومن جن باوجود دوزخ سے بچ جانے کے جنت میں

---

[1] [سورة الرحمن : آیت ٧٤]
[2] [سورة الرحمن : آیت ٤٦۔٤٧]
[3] [سورة الكهف : آیت ١٠٧]

نہیں جائیں گے' اگر کوئی اس قسم کی صاف دلیل ہو تو بیشک ہم اس کے ماننے کیلئے تیار ہیں۔ واللہ اعلم۔ نوح علیہ السلام کو دیکھئے اپنی قوم سے فرماتے ہیں تمہارے گناہوں کو (بوجہ ایمان لانے کے) بخش دے گا اور ایک وقت مقرر تک تمہیں مہلت دے گا۔ [1] تو یہاں بھی دخول جنت کا ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مسلمان جنت میں نہیں جائیں گے بلکہ بالاتفاق وہ سب جنتی ہیں' پس اسی طرح یہاں بھی سمجھ لیجئے' اب چند اور اقوال بھی اس مسئلہ میں سن لیجئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ بیچ جنت میں تو یہ پہنچیں گے نہیں البتہ کناروں پر ادھر ادھر رہیں گے' بعض لوگ کہتے ہیں جنت میں تو وہ ہوں گے لیکن دنیا کے بالکل برعکس انسان انہیں دیکھیں گے اور یہ انسانوں کو دیکھ نہیں سکیں گے' بعض لوگوں کا قول ہے کہ وہ جنت میں کھائیں پئیں گے نہیں صرف تسبیح وتحمید وتقدیس ان کا طعام ہوگا جیسے فرشتے اس لئے کہ یہ بھی انہی کی جنس سے ہیں' لیکن ان تمام اقوال میں نظر ہے اور سب بے دلیل ہیں۔ پھر مومن واعظ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کے داعی کی دعوت کو قبول نہ کرے گا وہ زمین میں اللہ کو ہرا نہیں سکتا' بلکہ قدرت اللہ اس پر شامل اور اسے گھیرے ہوئے ہے' اس کے عذابوں سے انہیں کوئی بچا نہیں سکتا' یہ کھلے بہکاوے میں ہیں' خیال فرمایئے کہ تبلیغ کا یہ طریقہ کتنا پیارا اور کس قدر موثر ہے' رغبت دلائی اور دھمکایا بھی' اس لئے ان میں سے اکثر ٹھیک ہوگئے اور قافلے کے قافلے اور فوجیں کی فوجیں بن کر کئی بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریاب ہوئے اور اسلام قبول کیا جیسے کہ پہلے مفصلاً ہم نے بیان کردیا ہے جس پر ہم جناب باری کے احسان کے شکر گزار ہیں' واللہ اعلم۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؀ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَي النَّارِ ۭ اَلَيْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ؀ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ؀ۧ

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کردیا اور ان کے پیدا کرنے سے وہ نہ تھکا وہ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ بیشک وہ ایسا ہی ہے وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے ○ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا' جس دن جہنم کے سامنے لائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کیا یہ حق نہیں ہے۔ تو جواب دیں گے کہ ہاں قسم ہے ہمارے رب کی حق ہے۔ اللہ فرمائے گا اب اپنے کفر کے بدلے کے عذاب کا مزہ چکھو ○ پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسے صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا اور ان کیلئے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرو' یہ جس دن اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا وعدہ

---

[1] [سورۃ نوح : آیت ٤]

دیئے جاتے ہیں تو (یہ معلوم ہونے لگے گا کہ) دن کی ایک گھڑی ہی (دنیا میں) ٹھہرے تھے' یہ ہے پیغام پہنچا دینا' بدکاروں کے سوا کوئی ہلاک نہ کیا جائے گا○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا ان لوگوں نے جو مرنے کے بعد جینے کے منکر ہیں اور قیامت کے دن جسموں سمیت جی اٹھنے کو محال جانتے ہیں یہ نہیں دیکھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کل آسمانوں کو اور تمام زمینوں کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش نے اسے کچھ نہ تھکایا بلکہ صرف ہو جا کے کہنے سے ہی ہو گئیں کون تھا جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتا یا مخالفت کرتا بلکہ حکم برداری سے راضی خوشی ڈرتے دبتے سب موجود ہو گئے' کیا اتنی کامل قدرت وقوت والا مردوں کو زندہ کر دینے کی سکت نہیں رکھتا؟ چنانچہ دوسری آیت میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[1] یعنی انسانوں کی پیدائش سے تو بہت بھاری اور مشکل اور بہت بڑی اہم پیدائش آسمان وزمین کی ہے لیکن اکثر لوگ بے سمجھ ہیں۔ جب زمین وآسمان کو اس نے پیدا کر دیا تو انسان کا پیدا کر دینا خواہ ابتداء ہو خواہ دوبارہ ہو اس پر کیا مشکل ہے؟ اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ ہاں وہ ہر شے پر قادر ہے اور انہی میں سے موت کے بعد زندہ کرنا ہے' کہ اس پر بھی وہ صحیح طور پر قادر ہے۔ پھر اللہ جل وعلا کافروں کو دھمکاتا ہے کہ قیامت والے دن جہنم میں ڈالے جائیں اس سے پہلے جہنم کے کنارے پر انہیں کھڑا کر کے ایک مرتبہ پھر لاجواب اور بے حجت کیا جائے گا اور کہا جائے گا کیوں جی ہمارے وعدے اور یہ دوزخ کے عذاب اب تو صحیح نکلے یا اب بھی شک وشبہ اور انکار وتکذیب ہے؟ یہ جادو تو نہیں تمہاری آنکھیں اندھی تو نہیں ہو گئیں۔ جو دیکھ رہے ہو صحیح دیکھ رہے ہو یا درحقیقت صحیح نہیں؟ اب سوائے اقرار کے کچھ نہ بن پڑے گا جواب دیں گے کہ ہاں ہاں سب حق ہے جو کہا گیا تھا وہی نکلا قسم اللہ کی اب ہمیں رتی برابر بھی شک نہیں' اللہ فرمائے گا اب دو گھڑی پہلے کے کفر کا مزہ چکھو۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ کی قوم نے اگر آپ کو جھٹلایا' آپ کی قدر نہ کی' آپ کی مخالفت کی' ایذا رسانی کے درپے ہوئے تو یہ کوئی نئی بات تھوڑی ہی ہے؟ اگلے اولوالعزم پیغمبروں کو یاد کرو کہ کیسی کیسی ایذائیں' مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں اور کن کن زبردست مخالفوں کی مخالفت کو صبر سے برداشت کیا' ان رسولوں کے نام یہ ہیں نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ' اور خاتم الانبیاء علیہم السلام۔ انبیاء علیہم السلام کے بیان میں ان کے نام خصوصیت سے سورۂ احزاب اور سورۂ شوریٰ میں مذکور ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اولوالعزم رسول سے مراد سب پیغمبر ہوں تو ﴿مِنَ الرُّسُلِ﴾ کا "مِنْ" بیان جنس کے لئے ہو گا۔ واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا پھر بھوکے ہی رہے پھر روزہ رکھا پھر بھوکے ہی رہے اور پھر روزہ رکھا پھر فرمانے لگے عائشہ رضی اللہ عنہا محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لائق تو دنیا ہے ہی نہیں۔ عائشہ دنیا کی بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کرنے اور دنیا کی خواہش کی چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنے کا حکم اولوالعزم رسول کئے گئے اور وہی تکلیف مجھے بھی دی گئی ہے

---

[1] [سورۃ غافر: آیت ۵۷]

جوان عالی ہمت رسولوں کو دی گئی تھی۔ قسم اللہ کی میں بھی انہی کی طرح اپنی طاقت بھر صبر وسہار سے ہی کام لوں گا اللہ کی قوت کے بھروسے پر یہ بات زبان سے نکال رہا ہوں۔ (1) پھر فرمایا اے نبی ﷺ! یہ لوگ عذابوں میں مبتلا کئے جائیں اس کی جلدی نہ کرو۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ﴾ (2) الخ، مجھے اور ان جھٹلانے والے پیٹ بھروں مالداروں کو چھوڑ دے اور انہیں کچھ مہلت دے۔ اور فرمان ہے ﴿فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ﴾ (3) یعنی کافروں کو مہلت دو' انہیں تھوڑی دیر چھوڑ دو' پھر فرماتا ہے جس دن یہ ان چیزوں کا مشاہدہ کرلیں گے جن کے وعدے آج دیئے جاتے ہیں اس دن انہیں یہ معلوم ہونے لگے گا کہ دنیا میں صرف دن کا کچھ ہی حصہ گزرا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا﴾ (4) یعنی جس دن یہ قیامت کو دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا دنیا میں صرف ایک صبح یا ایک شام ہی گزاری تھی ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ﴾ (5) یعنی جس دن ہم انہیں جمع کریں گے تو یہ محسوس کرنے لگیں گے کہ گویا دن کی ایک ساعت ہی دنیا میں رہے تھے۔ پھر فرمایا پہنچا دینا ہے۔ اس کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک تو یہ کہ دنیا کا ٹھہرنا صرف ہماری طرف سے ہماری باتوں کے پہنچا دینے کیلئے تھا۔ دوسرے یہ کہ یہ قرآن صرف پہنچا دینے کیلئے ہے۔ یہ کھلی تبلیغ ہے۔ پھر فرماتا ہے سوائے فاسقوں کے اور کسی کو ہلاک نہیں۔ یہ اللہ جل وعلا کا عدل ہے کہ جو خود ہلاک ہوا سے ہی وہ ہلاک کرتا ہے عذاب اسی کو ہوتے ہیں جو خود اپنے ہاتھوں اپنے لئے عذاب مہیا کرے' اور اپنے آپ کو مستحق عذاب کردے۔ واللہ اعلم۔ الحمدللہ سورۃ الاحقاف کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔

تفسیر سورہ محمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ① وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ
بَالَهُمْ ② ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ
مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③

شروع کرتا ہوں میں اللہ مہربان اور رحم کرنے والے کے نام سے

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے ○ اور جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کئے اور اس پر بھی یقین کیا جو محمد پر اتاری گئی ہے اور دراصل ان کے رب کی طرف سے سچا دین بھی وہی ہے اللہ نے ان کے گناہ

---

(1) [**ضعیف** : شرح السنة للبغوی (٤٠٤٦)] اس کی سند میں مجالد بن سعید ضعیف ہے۔]

(2) [سورۃ المزمل : آیت ١١] (3) [سورۃ الطارق : آیت ١٧]

(4) [سورۃ النازعات : آیت ٤٦] (5) [سورۃ یونس : آیت ٤٥]

دور کردیئے اور ان کے حال کی اصلاح کر دی ○ یہ اس لئے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مومنوں نے اس دین حق کی اتباع کی جو ان کے اللہ کی طرف سے ہے' اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے احوال اسی طرح بتاتا ہے ○

ارشاد ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے خود بھی اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور دوسروں کو بھی راہ اللہ سے روکا اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے' ان کی نیکیاں بیکار ہوگئیں جیسے فرمان ہے ہم نے ان کے اعمال پہلے ہی غارت و برباد کر دیئے ہیں' اور جو لوگ ایمان لائے دل سے اور شرع کے مطابق اعمال کئے بدن سے' یعنی ظاہر و باطن دونوں اللہ کی طرف جھکا دیئے۔ اور اس وحی الٰہی کو بھی مان لیا جو موجودہ آخر الزمان پیغمبر ﷺ پر اتاری گئی ہے۔ اور جو فی الواقع رب کی طرف سے ہی ہے' اور جو سراسر حق وصداقت ہی ہے۔ ان کی برائیاں برباد ہیں' اور ان کے حال کی اصلاح کا ذمہ دار خود اللہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے نبی ہو چکنے کے بعد ایمان کی شرط آپ ﷺ پر اور قرآن پر ایمان لانا بھی ہے۔ حدیث میں حکم ہے کہ جس کی چھینک پر حمد کرنے کا جواب دیا گیا ہو اسے چاہئے کہ ﴿يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ﴾ کہے یعنی اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت سنوار دے'[1] پھر فرماتا ہے کفار کے اعمال غارت کر دینے کی اور مومنوں کی برائیاں معاف فرما دینے اور ان کی شان سنوار دینے کی وجہ یہ ہے کہ کفار تو ناحق کو اختیار کرتے ہیں حق کو چھوڑ کر اور مومن ناحق کو پرے پھینک کر حق کی پابندی کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے انجام کو بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا
الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ (مع ۱۳)
وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝۵ وَ
يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝۶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ
وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۸ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝۹

جب کافروں سے گھمسان کا رن پڑ جائے تو گردنوں پر وار مارو۔ جب ان کا خوب کٹاؤ کر چکو تو اب خوب مضبوط قید و بند سے گرفتار کرو پھر اختیار ہے کہ خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا بدلہ لے کر تاوقتیکہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے یہی حکم ہے' اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے بدلہ لے لیتا لیکن اسکی چاہت یہ ہے کہ تم میں سے ایک کا امتحان دوسرے سے لے لے' جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے جاتے ہیں اللہ انکے اعمال ہر گز ضائع نہ کرے گا ○ انہیں راہ دکھائے گا اور ان کے حالات کی اصلاح کر دے گا ○ اور انہیں اس جنت میں لے جائے گا جس سے انہیں شناسا کر دیا ہے ○

---

[1] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب الادب : باب اذا عطس كيف يشمت (٦٢٢٤)]

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا ○ اور جو لوگ کافر ہوئے انہیں ہلاکی ہو۔ اللہ ان کے اعمال غارت کر دے گا ○ یہ اس لئے کہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے یہ ناخوش ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے بھی انکے اعمال ضائع کر دیئے ○

کفار کی گردنیں مارنے کا حکم: یہاں ایمانداروں کو جنگی احکام دیئے جاتے ہیں کہ جب کافروں سے مڈبھیڑ ہو جائے دستی لڑائی شروع ہو جائے تو ان کی گردنیں اڑاؤ' تلواریں چلا کر گردنیں دھڑ سے اڑا دو۔ پھر جب دیکھو کہ دشمن ہارا' اس کے آدمی کافی کٹ چکے تو باقی ماندہ کو مضبوط قید و بند کے ساتھ مقید کر لو' جب لڑائی ختم ہو چکے معرکہ پورا ہو جائے پھر تمہیں اختیار ہے کہ قیدیوں کو بطور احسان بغیر کچھ لئے ہی چھوڑ دو اور یہ بھی اختیار ہے کہ ان سے تاوان جنگ وصول کرو پھر چھوڑ دو۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے غزوے کے بعد یہ آیت اتری ہے کیونکہ بدر کے معرکہ میں زیادہ تر مخالفین کو قید کرنے اور قید کرنے کی کمی کرنے میں مسلمانوں پر عتاب کیا گیا تھا اور فرمایا تھا ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى﴾ [۱] الخ' نبی کو لائق نہ تھا کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ ایک مرتبہ جی کھول کر مخالفین میں موت کی گرم بازاری نہ ہو لے کیا تم دنیوی اسباب کی چاہت میں ہو؟ اللہ کا ارادہ تو آخرت کا ہے اور اللہ عزیز و حکیم ہے۔ اگر پہلے ہی سے اللہ کا لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو تم نے لیا اس کی بابت تمہیں بڑا عذاب ہوتا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ اختیار منسوخ ہے اور یہ آیت ناسخ ہے ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ [۲] الخ' یعنی حرمت والے مہینے جب گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ وہیں قتل کرو۔ لیکن اکثر علماء کا فرمان ہے کہ منسوخ نہیں۔ اب بعض تو کہتے ہیں کہ امام کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یعنی یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینے کا یا فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا۔ لیکن بعض کہتے ہیں قتل کر ڈالنے کا بھی اختیار ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بدر کے قیدیوں میں سے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابو معیط کو رسول اللہ ﷺ نے قتل کرا دیا تھا اور یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے جب کہ وہ اسیری کی حالت میں تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تھا کہ کہو ثمامہ کیا خیال ہے؟۔ تو انہوں نے کہا اگر آپ قتل کریں گے تو ایک خون والے کو قتل کریں گے اور اگر آپ ﷺ احسان رکھیں گے تو ایک شکر گزار پر احسان رکھیں گے اور اگر مال طلب کرتے ہیں تو جو آپ مانگیں گے مل جائے گا۔ [۳] حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک چوتھی بات کا بھی اختیار بتاتے ہیں یعنی قتل کا احسان کا بدلے کا اور غلام بنا کر رکھ لینے کا۔ اس مسئلے کی تفصیل کی جگہ فروعی مسائل کی کتابیں ہیں۔ اور ہم نے بھی اللہ کے فضل و کرم سے کتاب الاحکام میں اس کے دلائل بیان کر دیئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے یعنی بقول مجاہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں۔ [۴] ممکن ہے حضرت مجاہد کی نظریں

---

[۱] [سورۃ الانفال : آیت ۶۷-۶۸]   [۲] [سورۃ التوبہ : آیت ۵]

[۳] **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب وفد بنی حنیفة وحدیث ثمامہ بن اثال (۴۳۷۲)

صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب ربط الامیر وحسبة (۱۷۶۴) ابوداؤد (۲۶۷۹)]

[۴] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰۸/۱۱)]

اس حدیث پر ہوں جس میں ہے میری امت ہمیشہ حق کے ساتھ ظاہر رہے گی یہاں تک کہ ان کا آخری شخص دجال سے لڑے گا۔ [۱] مسند احمد اور نسائی میں ہے کہ حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے میں نے گھوڑوں کو چھوڑ دیا اور ہتھیار الگ کر دیئے اور لڑائی نے اپنے ہتھیار رکھ دیئے اور میں نے کہہ دیا کہ اب لڑائی ہے ہی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا' اب لڑائی آ گئی' میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ لوگوں پر ظاہر رہے گی جن لوگوں کے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے یہ ان سے لڑیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں ان سے روزیاں دے گا یہاں تک کہ اللہ کا امر آ جائے اور وہ اسی حالت پر ہوں گے۔ مومنوں کی زمین شام میں ہے۔ گھوڑوں کی ایال میں قیامت تک کیلئے اللہ نے خیر رکھ دی ہے۔ [۲] یہ حدیث امام بغوی رحمہ اللہ نے بھی وارد کی ہے اور حافظ ابو یعلی موصلی نے بھی' اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جو لوگ اس آیت کو منسوخ نہیں بتاتے گویا کہ یہ حکم مشروع ہے جب تک کہ لڑائی باقی رہے اور اس حدیث نے بتایا کہ لڑائی قیامت تک باقی رہے گی یہ آیت مثل اس آیت کے ہے ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ [۳] الخ' یعنی ان سے لڑتے رہو جب تک کہ فتنہ باقی ہے اور جب تک کہ دین اللہ ہی کیلئے نہ ہو جائے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لڑائی کے ہتھیار رکھ دینے سے مراد شرک کا باقی نہ رہنا ہے اور بعض سے مروی ہے کہ مراد یہ ہے کہ مشرکین اپنے شرک سے توبہ کر لیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنی کوششیں اللہ کی اطاعت میں صرف کرنے لگ جائیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو آپ ہی کفار کو برباد کر دیتا اپنے پاس سے ان پر عذاب بھیج دیتا لیکن وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں آزمالے اسی لئے جہاد کے احکام جاری فرمائے ہیں۔ سورۂ آل عمران اور براءت میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا ہے۔ آل عمران میں ہے ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ [۴] الخ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ بغیر اس بات کے کہ اللہ جان لے کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں اور تم میں صبر کرنے والے کون ہیں تم جنت میں چلے جاؤ گے؟ سورۂ براءۃ میں ہے ﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ﴾ [۵] الخ' ان سے جہاد کرو اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب کرے گا اور تمہیں ان پر نصرت عطا فرمائے گا اور ایمان والوں کے سینے شفا والے کر دے گا۔ اور اپنے دلوں کے ولولے نکالنے کا انہیں موقعہ دے گا اور جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا اللہ بڑا علیم و حکیم ہے۔ اب چونکہ یہ بھی تھا کہ جہاد میں مومن بھی شہید ہوں اس لئے فرماتا ہے کہ شہیدوں کے اعمال اکارت نہیں جائیں گے بلکہ بہت بڑھا چڑھا کر ثواب انہیں دیئے جائیں گے۔

---

[۱] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی دوام الجهاد (۲۴۸۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[۲] [صحیح : مسند احمد (۴/۱۰۴) نسائی : کتاب الخیل : باب الخیل معقود فی نواصیها الخیر (۲۱۴/۶) وفی السنن الکبری (۴۴۰۱) التاریخ الکبیر للبخاری (۴/۷۰) ابن ابی عاصم فی الآحاد والمثانی (۲۴۶۰) طبرانی کبیر (۶۳۵۸)] شیخ البانیؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (۱۹۳۵)]

[۳] [البقرہ : ۱۹۳] [۴] [آل عمران : ۱۴۲] [۵] [التوبہ : ۱۴-۱۵]

بعض کوتو قیامت تک کے ثواب ملیں گے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ شہید کو چھ انعامات حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اس کے کل گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسے اس کا جنت کا مکان دکھا دیا جاتا ہے اور نہایت خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے اس کا نکاح کرا دیا جاتا ہے۔ وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہتا ہے۔ وہ عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے۔ اسے ایمان کے زیور سے آراستہ کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے۔ جو در ویا قوت کا جڑاؤ ہوتا ہے جس کا ایک یا قوت تمام دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے گراں بہا ہے۔ اسے بہتر حور عین ملتی ہیں اور اپنے خاندان کے ستر شخصوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے' [1] صحیح مسلم شریف میں ہے سوائے قرض کے شہیدوں کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں' [2] شہیدوں کے فضائل کی اور بھی بہت حدیثیں ہیں' پھر فرماتا ہے انہیں اللہ جنت کی راہ سمجھا دے گا۔ جیسے یہ آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ﴾ [3] الخ' یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے ان کے ایمان کے باعث ان کا رب انہیں ان جنتوں کی طرف رہبری کرے گا جو نعمتوں سے پر ہیں اور جن کے چپے چپے میں چشمے بہہ رہے ہیں۔ اللہ ان کے حال اور ان کے کام سنوار دے گا اور جن جنتوں سے انہیں پہلے ہی وہ آگاہ کر چکا ہے اور جن کی طرف ان کی رہبری کر چکا ہے آخر انہی میں انہیں پہنچائے گا۔ یعنی ہر شخص اپنے مکان اور اپنی جگہ کو جنت میں اس طرح پہچان لے گا جیسے دنیا میں پہچان لیا کرتا تھا۔ انہیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے گی یہ معلوم ہوگا گویا شروع پیدائش سے یہیں مقیم ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جس انسان کے ساتھ اس کے اعمال کا محافظ جو فرشتہ تھا وہی اس کے آگے آگے چلے گا جب یہ اپنی جگہ پہنچے گا تو از خود پہچان لے گا کہ میری جگہ یہی ہے۔ یونہی پھر اپنی زمین میں سیر کرتا ہوا جب سب دیکھ چکے گا تب فرشتہ ہٹ جائے گا اور یہ اپنی لذتوں میں مشغول ہو جائے گا۔ صحیح بخاری کی مرفوع حدیث میں ہے جب مومن آگ سے چھوٹ جائیں گے تو جنت' دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لئے جائیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر جو مظالم تھے ان کے بدلے اتار لئے جائیں گے جب بالکل پاک صاف ہو جائیں گے تو جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی' قسم اللہ کی جس طرح تم میں سے ہر ایک شخص اپنے دنیوی گھر کی راہ جانتا ہے اور گھر پہچانتا ہے اس سے بہت زیادہ وہ لوگ اپنی منزل اور اپنی جگہ کے واقف ہوں گے' [4] پھر فرماتا ہے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب فضائل الجهاد : باب فی ثواب للشهید (١٦٦٣) ابن ماجه : کتاب الجهاد : باب فضل الشهادة فی سبیل الله (٢٧٩٩) مسند احمد (١٣١/٤)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، صحیح ابن ماجه (٢٢٥٧)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب من قتل فی سبیل الله کفرت خطایاه الاالدین (١٨٨٦)]

[3] [سورة یونس : آیت ٩]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب القصاص یوم القیامة (٦٥٣٥) مسنداحمد (١٣/٣)]

مضبوط کر دے گا' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ﴾ [1] اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے' اس لئے کہ جیسا عمل ہوتا ہے اسی جنس کی جزا ہوتی ہے۔ اور وہ تمہارے قدم بھی مضبوط کر دے گا حدیث میں ہے جو شخص کسی اختیار والے کے سامنے ایک ایسے حاجت مند کی حاجت پہنچائے جو خود وہاں نہ پہنچ سکتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پل صراط پر اس کے قدم جمادے گا' پھر فرماتا ہے کافروں کا حال بالکل برعکس ہے یہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں گے حدیث میں ہے دینار و درہم اور کپڑے لتے کا بندہ ٹھوکر کھا گیا وہ برباد ہوا ہلاک ہوا' وہ اگر بیمار پڑ جائے تو اللہ کرے اسے شفا بھی نہ ہو' [2] ایسے لوگوں کے نیک اعمال بھی اکارت ہیں اس لئے کہ یہ قرآن و حدیث سے ناخوش ہیں' نہ اس کی عزت و عظمت ان کے دل میں نہ ان کا قصد و تسلیم کا ارادہ۔ پس ان کے جو کچھ اچھے کام تھے اللہ نے انہیں بھی غارت کر دیا۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ
عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ
لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝ۧ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ
وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ
اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝

ع ۵

کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر اس کا معائنہ نہیں کیا کہ ان سے پہلے لوگوں کا نتیجہ کیا ہوا؟ اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کافروں کے لئے اسی طرح کی سزائیں ہیں ۝ یہ اس لئے کہ ایمان والوں کا کارساز خود اللہ تعالیٰ ہے اور اس لئے کہ کافروں کا کوئی کارساز نہیں ۝ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور شائستہ اعمال کئے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ یقیناً ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو لوگ منکر ہوئے ہیں وہ (دنیا ہی کا) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مثل چوپاؤں کے کھا رہے ہیں' ان کا اصل ٹھکانہ تو جہنم ہے ۝ ہم نے کتنی ایک بستیوں کو جو طاقت میں تیری اس بستی سے بہت زیادہ تھیں جس نے تجھے نکالا ہے ہلاک کر دیا ہے جن کا مددگار کوئی نہ اٹھا ۝

پہلوں کے انجام سے عبرت کیوں نہیں پکڑتے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے جو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہیں زمین کی سیر نہیں کی؟ جو یہ معلوم کر لیتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ان سے اگلے جو ان جیسے تھے ان کے انجام کیا ہوئے؟ کس طرح وہ تاخت و تاراج کر دیئے گئے اور ان میں سے صرف اسلام و ایمان والے ہی نجات پا سکے' کافروں کے لئے اسی طرح کے عذاب آیا کرتے ہیں' پھر بیان فرماتا ہے

---

[1] [سورۃ الحج : آیت ٤٠]

[2] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب الحراسة في الغزو في سبيل الله (٢٨٨٧)]

مسلمانوں کا خود اللہ ولی ہے اور کفار بے ولی ہیں۔ اسی لئے احد والے دن مشرکین کے سردار ابوسفیان صخر بن حرب نے فخر کے ساتھ جب نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں خلفاء کی نسبت سوال کیا اور کوئی جواب نہ پایا تو کہنے لگا کہ یہ سب ہلاک ہو گئے' پھر اسے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اور فرمایا جن کی زندگی تجھے خار کی طرح کھٹکتی ہے اللہ نے ان سب کو اپنے فضل سے زندہ رکھا ہے۔ ابوسفیان کہنے لگا سنو! یہ دن بدر کے بدلے کا دن ہے اور لڑائی تو مثل ڈولوں کے ہے کبھی کوئی اوپر کبھی کسی کا اوپر۔ تم اپنے مقتولین میں بعض ایسے بھی پاؤ گے جن کے کان ناک وغیرہ ان کے مرنے کے بعد کاٹ لئے گئے ہیں میں نے ایسا حکم نہیں دیا لیکن مجھے کچھ برا بھی نہیں لگا' پھر اس نے رجز کے اشعار فخریہ پڑھنے شروع کئے کہنے لگا اُعْلُ هُبَلُ اُعْلُ هُبَلُ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اسے جواب دو کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کیا جواب دیں؟ فرمایا کہو اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ یعنی وہ کہتا ہے ہبل بت کا بول بالا ہو' جس کے جواب میں کہا گیا سب سے زیادہ بلندی والا اور سب سے زیادہ عزت وکرم والا اللہ ہی ہے۔ ابو سفیان نے پھر کہا لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ ہمارا عزیٰ بت ہے اور تمہارا نہیں۔ اس کے جواب میں بفرمان حضور ﷺ کہا گیا اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا مولا کوئی نہیں' [1] پھر جناب باری خبر دیتے ہیں کہ ایماندار قیامت کے دن جنت نشین ہوں گے اور کفر کرنے والے دنیا میں تو خواہ کچھ یونہی سا نفع اٹھا لیں لیکن ان کا اصلی ٹھکانہ جہنم ہے۔ دنیا میں ان کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور پیٹ بھرنا ہے' اسے یہ لوگ مثل جانوروں کے پورا کر رہے ہیں' جس طرح وہ ادھر ادھر منہ مار کر گیلا سوکھا پیٹ میں بھرنے کا ہی ارادہ رکھتا ہے اسی طرح یہ ہے کہ حلال وحرام کی اسے کچھ تمیز نہیں' پیٹ بھرنا مقصود ہے' حدیث شریف میں ہے مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں' [2] جزا والے دن اپنے اس کفر کی پاداش میں ان کیلئے جہنم کی گوناگوں سزائیں ہیں۔ پھر کفار مکہ کو دھمکاتا ہے اور اپنے عذابوں سے ڈراتا ہے کہ دیکھو جن بستیوں والے تم سے بہت زیادہ طاقت قوت والے تھے ان کو ہم نے نبیوں کو جھٹلانے اور ہمارے احکام کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے تہس نہس کر دیا تم جو ان سے کمزور اور کم طاقت ہو اس رسول کو جھٹلاتے اور ایذا پہنچاتے ہو جو خاتم الانبیاء اور سید الرسل ہیں سمجھ لو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا؟۔ مانا کہ اس نبی رحمت کے مبارک وجود کی وجہ سے اگر دنیوی عذاب تم پر نہ بھی آئے تو اخروی زبردست عذاب تو تم سے دور نہیں ہو سکتے؟ جب اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو نکالا اور آپ ﷺ نے غار میں آ کر اپنے آپ کو چھپایا' اس وقت مکہ کی طرف توجہ کی اور فرمانے لگے اے مکہ! تو تمام شہروں سے زیادہ اللہ کو پیارا اور اسی طرح مجھے بھی تمام شہروں سے زیادہ پیارا تو ہے اگر مشرکین مجھے تجھ میں سے نہ نکالتے تو میں

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد باب ١٦٤ ۔ وصحیح بخاری: کتاب المغازی باب ١٧ ۔ مسند احمد: ٢٩٣/٤ ابن حبان ٤٧٣٨

[2] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الاطعمة : باب المومن یاکل فی معی واحد (٥٣٩٦) صحیح مسلم : کتاب الاشربة : باب المومن یاکل فی معی واحد (٢٠٦٢) ابن ماجه : کتاب الاطعمة (٣٣٥٦) موطا : کتاب فی صفة النبی (٩۔١٠)]

ہرگز نہ نکلتا۔ پس تمام حد سے گزر جانے والوں میں سب سے بڑا حد سے گزر جانے والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے نکل جائے یا حرم الٰہی میں اپنے قاتل کے سوا کسی اور کو قتل کرے یا جاہلیت کے تعصب کی بناء پر قتل کرے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت اتاری۔

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِۦ كَمَن زُيِّنَ لَهُۥ سُوٓءُ عَمَلِهِۦ وَٱتَّبَعُوٓا۟ أَهْوَآءَهُم ﴿١٤﴾ مَّثَلُ ٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِى وُعِدَ ٱلْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَآ أَنْهَٰرٌ مِّن مَّآءٍ غَيْرِ ءَاسِنٍ وَأَنْهَٰرٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُۥ وَأَنْهَٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّٰرِبِينَ وَأَنْهَٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَٰلِدٌ فِى ٱلنَّارِ وَسُقُوا۟ مَآءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَآءَهُمْ ﴿١٥﴾

کیا پس وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل پر ہو اس شخص جیسا ہو سکتا ہے؟ جس کے لئے اس کا برا کام زینت بنا دیا گیا ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں کا پیرو ہو؟ ○ اس جنت کی صفت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے' یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبو کرنے والا نہیں' اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا' اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کو بڑی لذت ہے۔ اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہیں' اور ان کیلئے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔ کیا یہ مثل اس کے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے؟ اور جنہیں گرم کھولتا پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی ○

جنت میں دودھ' پانی اور شہد کی نہریں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص دین اللہ میں یقین کے درجے تک پہنچ چکا ہو' جسے بصیرت حاصل ہو چکی ہو۔ فطرت صحیحہ کے ساتھ ساتھ ہدایت و علم بھی ہو' وہ اور وہ شخص جو بداعمالیوں کو نیک کاریاں سمجھ رہا ہو' جو اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑا ہوا ہو' یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جیسے فرمان ہے ﴿أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ٱلْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ﴾ (1) یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کی وحی کو حق ماننے والا اور ایک اندھا برابر ہو جائے اور ارشاد ہے ﴿لَا يَسْتَوِىٓ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ وَأَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ ۚ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ﴾ (2) یعنی جہنمی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے جنتی کامیاب اور مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر جنت کے اور اوصاف بیان فرماتا ہے کہ اس میں پانی کے چشمے ہیں جو پانی کبھی بگڑتا نہیں' متغیر نہیں ہوتا' سڑتا نہیں' نہ بدبو پیدا ہوتی ہے' بہت صاف موتی جیسا ہے' کوئی گدلا پن نہیں' کوڑا کرکٹ نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' جنتی نہریں مشک کے پہاڑوں سے نکلتی ہیں' اس میں پانی کے علاوہ دودھ کی نہریں بھی ہیں جن کا مزہ کبھی نہیں بدلتا' بہت سفید بہت میٹھا اور نہایت صاف' شفاف اور بامزہ' پرذائقہ۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ

(1) [سورۃ الرعد : آیت ۱۹]

(2) [سورۃ الحشر : آیت ۲۰]

جانوروں کے تھن سے نہیں نکلا ہوا[1] بلکہ قدرتی ہے۔ اور نہریں ہوں گی شراب صاف کی جو پینے والے کا دل خوش کر دیں، دماغ کشادہ کر دیں۔ جو شراب نہ تو بد بودار ہے نہ تلخی والی ہے نہ بد نظر ہے۔ بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی پینے میں بہت لذیذ نہایت خوشبودار، جس سے نہ عقل میں فتور آئے نہ دماغ میں چکر آئیں، نہ منہ سے بد بو آئے، نہ بک جھک لگے، نہ سر میں درد ہو نہ چکر آئیں، نہ بہکیں، نہ بھٹکیں، نہ نشہ چڑھے، نہ عقل جائے، حدیث میں ہے کہ یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں سے کشید کی ہوئی نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے تیار ہوئی ہے۔ خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہے۔ جنت میں شہد کی نہریں بھی ہیں۔ جو بہت صاف ہیں اور خوشبودار اور ذائقہ کا تو کہنا کیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ یہ شہد بھی مکھیوں کے پیٹ سے نہیں۔ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جنت میں دودھ، پانی، شہد اور شراب کے سمندر ہیں جن میں سے ان کی نہریں اور چشمے جاری ہوتے ہیں۔ یہ حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح فرماتے ہیں۔[2] ابن مردویہ کی حدیث میں ہے یہ نہریں جنت عدن سے نکلتی ہیں پھر ایک حوض میں آتی ہیں وہاں سے بذریعہ اور نہروں کے تمام جنتوں میں جاتی ہیں۔[3] ایک اور حدیث میں ہے جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو وہ سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ جنت ہے اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے۔[4] طبرانی میں ہے حضرت لقیط بن عامر نے وہ جب وفد میں آئے تھے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ جنت میں کیا کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا صاف شہد کی نہریں اور بغیر نشے کے سر درد نہ بگڑنے والی شراب کی نہریں اور نہ بگڑنے والی دودھ کی نہریں اور خراب نہ ہونے والے شفاف پانی کی نہریں اور طرح طرح کے میوہ جات عجیب وغریب بے مثل و بالکل تازہ اور پاک صاف بیویاں جو صالحین کو ملیں گی اور خود بھی صالحات ہوں گی دنیا کی لذتوں کی طرح ان سے لذتیں اٹھائیں گے ہاں وہاں بال بچے نہ ہوں گے۔[5] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ خیال نہ کرنا کہ جنت کی نہریں بھی دنیا کی نہروں کی طرح کھدائی ہوئی زمین میں اور گڑھوں میں بہتی ہیں نہیں نہیں قسم اللہ کی وہ صاف زمین پر یکساں جاری ہیں ان کے کنارے کنارے لؤلؤ اور موتیوں کے خیمے ہیں ان کی مٹی مشک خالص ہے۔ پھر فرماتا ہے وہاں ان کیلئے ہر طرح کے میوے اور پھل پھول ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ﴿يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ﴾[6] الخ، یعنی وہاں

---

[1] [ابن ابی شیبة فی المصنف (٦٧/٨) بیهقی فی البعث والنشور (٢٩٣)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ما جاء فی صفة انهار الجنة (٢٥٧١) مسند احمد (٥/٥)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف : مسند احمد (٤١٦/٤) مسند طیالسی (٥٣١)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس سیاق کے ساتھ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٩٧٣١)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع الصغیر (٢٦٣٥)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب درجات المجاهدین فی سبیل الله (٢٧٩٠) مسند احمد (٣٣٥/٢)]

[5] [زوائد المسند (١٣/٤) طبرانی کبیر (٢١١/١٩)]

[6] [سورة الدخان : آیت ٥٥]

نہایت امن وامان کے ساتھ وہ ہر قسم کے میوے منگوائیں گے اور کھائیں گے ایک اور آیت میں ﴿ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ﴾ [1] الخ ' دونوں جنتوں میں ہر ایک قسم کے میوؤں کے جوڑے ہیں۔ ان تمام نعمتوں کے ساتھ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رب خوش ہے وہ اپنی مغفرت ان کیلئے حلال کر چکا ہے۔ انہیں نواز چکا ہے اور ان سے راضی ہو چکا ہے اب کوئی کھٹکا ہی نہیں۔ جنتوں کی یہ دھوم دھام اور نعمتوں کے بیان کے بعد فرماتا ہے کہ دوسری جانب جہنمیوں کی یہ حالت ہے کہ جہنم کے درکات میں جل بھلس رہے ہیں اور وہاں سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہیں' اور سخت پیاس کے موقعہ پر وہ کھولتا ہوا گرم پانی جو دراصل آگ ہی ہے لیکن بشکل پانی انہیں پینے کیلئے ملتا ہے کہ ایک گھونٹ اندر جاتے ہی آنتیں کٹ جاتی ہیں' اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ پھر بھلا اس کا اور اس کا کیا میل؟ کہاں جنتی کہاں جہنمی کہاں نعمت کہاں زحمت یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۣ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾

ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ تیری طرف کان لگائے ہیں' یہاں تک کہ جب تیرے پاس سے جاتے ہیں تو اہل علم سے (بوجہ کند ذہنی کے) پوچھتے ہیں کہ اس نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں ○ اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ نے انہیں ہدایت میں اور بڑھا دیا ہے اور انہیں ان کی پرہیز گاری عطا فرمائی ○ پس یہ تو صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آ جائے' پس یقیناً اس کی بھی علامتیں تو آ چکی ہیں' پھر جبکہ ان کے پاس قیامت آ جائے' انہیں نصیحت حاصل کرنا کہاں ہوگا؟ ○ سو (اے نبی!) تو یقین کر لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کر اور مومن مردوں اور عورتوں کے حق میں بھی' اللہ تمہاری آمد و رفت کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے ○

منافقوں کی کند ذہنی: منافقوں کی کند ذہنی اور بے علمی' ناسمجھی اور بے وقوفی کا بیان ہو رہا ہے کہ باوجود مجلس میں شریک ہونے کے کلام رسول سن لینے کے پاس بیٹھے ہونے کے ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ مجلس کے خاتمے کے بعد اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھتے ہیں کہ اس وقت کیا کیا کہا؟ یہ ہیں جن کے دلوں پر مہر اللہ لگ چکی ہے اور اپنے نفس کی خواہش کے پیچھے پڑ گئے ہیں' فہم صریح اور قصد صحیح ہے ہی نہیں' پھر اللہ عزوجل فرماتا ہے جو لوگ ہدایت کا قصد

---

[1] [سورۃ الرحمن : آیت ۵۲]

کرتے ہیں انہیں خود اللہ بھی توفیق دیتا ہے اور ہدایت نصیب فرماتا ہے پھر اس پر جم جانے کی ہمت بھی عطا فرماتا ہے اور ان کی ہدایت بڑھاتا رہتا ہے اور انہیں رشد وہدایت الہام فرماتا رہتا ہے پھر فرماتا ہے کہ یہ تو اسی انتظار میں ہیں کہ اچانک قیامت قائم ہوجائے۔ تو یہ معلوم کرلیں کہ اس کے قریب ہونے کے نشانات تو ظاہر ہو چکے ہیں' جیسے اور موقعہ پر ارشاد ہوا ہے ﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى﴾ [1] الخ' یہ ڈرانے والا ہے اگلے ڈرانے والوں سے' قریب آنے والی قریب آچکی ہے' اور بھی ارشاد ہوتا ہے ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ [2] الخ' قیامت قریب ہوگئی اور چاند پھٹ گیا اور فرمایا ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ [3] الخ' لوگوں کا حساب قریب آ گیا پھر بھی وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں' پس حضور ﷺ کا نبی ہوکر دنیا میں آنا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اس لئے کہ آپ رسولوں کے ختم کرنے والے ہیں' آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو کامل کیا اور اپنی حجت اپنی مخلوق پر پوری کی اور حضور ﷺ نے قیامت کی شرطیں اور اس کی علامتیں اس طرح بیان فرمادیں کہ آپ ﷺ سے پہلے کے کسی نبی نے اس قدر وضاحت نہیں کی تھی' جیسے کہ اپنی جگہ وہ سب بیان ہوئی ہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کا آنا قیامت کی شرطوں میں سے ہے' چنانچہ خود آپ کے نام حدیث میں یہ آئے ہیں۔ نبی التوبہ' نبی الملحمہ' حاشر جس کے قدموں پر لوگ جمع کیے جائیں' عاقب جس کے پیچھے کوئی نبی نہ ہو۔ [4] بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی بیچ کی انگلی اور اس کے پاس والی انگلی کو اٹھا کر فرمایا میں اور قیامت مثل ان دونوں کے بھیجے گئے ہیں۔ [5] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافروں کو قیامت قائم ہوجانے کے بعد نصیحت وعبرت کیا سودمند ہوگی؟ جیسے ارشاد ہے ﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى﴾ [6] اس دن انسان نصیحت حاصل کرلے گا لیکن اس کیلئے نصیحت ہے کہاں؟ یعنی قیامت کے دن کی عبرت بے سود ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ [7] یعنی اس وقت کہیں گے کہ ہم قرآن پر ایمان لائے حالانکہ اب انہیں ایسے دور از امکان پر دسترس کہاں ہوسکتی ہے؟ یعنی ان کا ایمان اس وقت بے سود ہے' پھر فرماتا ہے اے نبی جان لو کہ اللہ ہی معبود برحق ہے کوئی اور نہیں' یہ دراصل خبر دینا ہے اپنی وحدانیت کی' یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ اس کے علم کا حکم دیتا ہو۔ اسی لئے اس پر عطف ڈال کر فرمایا اپنے گناہوں کا اور مومن مرد وعورت کے گناہوں کا استغفار کرو' صحیح حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِيْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْٓ اَمْرِیْ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ هَزْلِیْ وَجِدِّیْ وَخَطَائِیْ وَعَمْدِیْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ﴾ یعنی اے اللہ میری خطاؤں اور میری جہالت کو اور میرے کاموں میں مجھ سے جو زیادتی ہوگئی

---

[1] [النجم : ٥٦-٥٧] [2] [القمر : ١] [3] [الانبیاء : ١]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفضائل (١٢٤ ـ ١٢٥) مسند احمد (٣٩٥/٤)]

[5] [صحیح : صحیح بخاری (٤٩٣٦) صحیح مسلم : کتاب الفتن (٢٩٥١) مسند احمد (٣٠٩/٤)]

[6] [سورۃ الفجر : آیت ٢٣] [7] [سورۃ سبا : آیت ٥٢]

ہواس کواور اس چیز کو جسے تو مجھ سے بہت زیادہ جاننے والا ہے بخش ۔ اے اللہ میرے بے قصد گناہوں کواور میرے عزم سے کئے ہوئے گناہوں کواور میری خطاؤں کواور میرے قصد کو بخش دے اور یہ تمام میرے پاس ہے۔ (1) اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ اپنی نماز کے آخر میں کہتے ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَسْرَفْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ اِلٰهِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ﴾ یعنی اے اللہ میں نے جو کچھ پہلے گناہ کئے ہیں اور جو چھپا کر کئے ہیں اور جو ظاہر کئے ہیں اور جو زیادتی کی ہے اور جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے بخش دے تو ہی میرا اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (2) اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اپنے رب کی طرف توبہ کرو پس تحقیق میں اپنے رب کی طرف استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں ہر ایک دن میں ستر بار سے بھی زیادہ۔ (3) مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ ﷺ کے کھانے میں سے کھانا کھایا پھر میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ آپ ﷺ کو بخشے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور تجھے بھی۔ تو میں نے کہا کیا میں آپ ﷺ کیلئے استغفار کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور اپنے لئے بھی۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اپنے گناہوں اور مومن مردوں اور باایمان عورتوں کے گناہوں کی بخشش طلب کر۔ پھر میں نے آپ ﷺ کے داہنے کھوے یا بائیں ہتھیلی کو دیکھا وہاں کچھ جگہ ابھری ہوئی تھی جس پر گویا تل تھے۔ اسے مسلم، ترمذی، نسائی، وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (4)

ابو یعلی میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا تم ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کا اور استغفر اللہ کا کہنا لازم پکڑو اور انہیں بکثرت کہا کرو اس لئے کہ ابلیس کہتا ہے میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے ان دونوں کلموں سے ہلاک کیا۔ میں نے جب یہ دیکھا تو انہیں خواہشوں کے پیچھے لگا دیا پس وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔ ایک اور اثر میں ہے کہ ابلیس نے کہا اللہ! مجھے تیری اور تیرے جلال کی قسم جب تک کسی شخص کی روح اس کے جسم میں ہے میں اسے بہکاتا رہوں گا پس اللہ عزوجل فرماتا ہے مجھے بھی قسم ہے اپنی بزرگی اور بڑائی کی کہ میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں۔ (5) استغفار کی فضیلت میں اور بھی بہت سی حدیثیں

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب قول النبی اللهم اغفرلی ما قدمت (٦٣٩٨) صحیح مسلم (٢٧١٩)]

(2) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلوة المسافرین : باب الدعا فی صلاة اللیل وقیامه (٧٧١) ابو داؤد (٥٠٩) ترمذی (٣٤٢٢) مسند احمد (١٠٢/١)]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب استغفار النبی فی الیوم واللیلة (٦٣٠٧) صحیح مسلم (٢٧٠٢۔ ٤٢)]

(4) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب اثبات خاتم النبوة (٢٣٤٦) مسند احمد (٨٢/٥)]

(5) [ضعیف وله شواهد : مسند احمد (٧٦/٣)] اس کی سند تو ضعیف ہے جیسا کہ شیخ شعیب ارناؤوط نے فرمایا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١١٧٢٩)] البتہ اسی مفہوم کی صحیح احادیث بھی موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے: صحیح الجامع الصغیر (١٦٥٠) صحیح الترغیب (١٦١٧) السلسلة الصحیحة (١٠٤)]

ہیں ۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا دن میں ہیر پھیر اور تصرف کرنا اور تمہارا رات کو جگہ پکڑنا اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ﴾ [1] یعنی اللہ وہ ہے جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتا ہے۔ ایک اور آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ﴾ [2] الخ، یعنی زمین پر جتنے بھی چلنے والے ہیں ان سب کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور وہ ان کے رہنے کی جگہ اور دفن ہونے کا مقام جانتا ہے یہ سب باتیں واضح کتاب میں لکھی ہوئی ہیں ۔ ابن جریج رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور امام جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں ۔ [3] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مراد آخرت کا ٹھکانہ ہے ۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمہارا چلنا پھرنا دنیا میں اور تمہاری قبروں کی جگہ اسے معلوم ہے لیکن اول قول ہی زیادہ اولیٰ اور زیادہ ظاہر ہے ۔ واللہ اعلم ۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ
وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ
نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٠﴾ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ
فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن
تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾

اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی گئی؟ پھر جب کوئی صاف مطلب والی سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ تیری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے اس شخص کی نظر ہوتی ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو پس بہت بہتر تھا ○ ان کیلئے فرمان کا بجالانا اور اچھی بات کا کہنا پھر جب کام مقرر ہو جائے تو اگر اللہ سے سچے رہیں تو ان کیلئے بہتری ہے ○ اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناطے توڑ ڈالو ○ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی گئی ○

جہاد کے حکم پر عمل ایمان کا ثبوت: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ مومن تو جہاد کے حکم کی تمنا کرتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ جہاد کو فرض کر دیتا ہے اور اس کا حکم نازل فرما دیتا ہے تو اس سے اکثر لوگ ہٹ جاتے ہیں ۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ﴾ [4] الخ یعنی کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ ادا کرتے رہو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک

---

[1] [الانعام: ٦٠]
[2] [هود: ٦]
[3] [تفسير ابن جرير الطبرى (١١/٣١٨)]
[4] [سورة النسآء: آيت ٧٧]

فریق لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسے اللہ کا ڈر ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور کہنے لگے اے ہمارے رب ہم پر تو نے جہاد کیوں فرض کر دیا تو نے ہم کو قریب کی مدت تک ڈھیل کیوں نہ دی ؟ تو کہہ کہ دنیا کی متاع بہت ہی کم ہے اور پرہیزگاروں کیلئے آخرت بہت ہی بہتر ہے اور تم پر بالکل ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ایمان والے تو جہاد کے حکموں کی آیتوں کے نازل ہونے کی تمنا کرتے ہیں۔ لیکن منافق لوگ جب ان آیتوں کو سنتے ہیں تو بوجہ اپنی گھبراہٹ بوکھلاہٹ اور نامردی کے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس طرح تجھے دیکھنے لگتے ہیں جیسے موت کی غشی والا۔ پھر انہیں مردمیدان بننے کی رغبت دلاتے ہوئے فرماتا ہے ان کے حق میں بہتر تو یہ ہوتا کہ یہ سنتے مانتے اور جب موقعہ آجاتا معرکہ کارزار گرم ہوتا تو نیک نیتی سے جہاد کر کے اپنے خلوص کا ثبوت دیتے۔ پھر فرمایا قریب ہے کہ تم جہاد سے رک رہو اور اس سے بچنے لگو تو زمین میں فساد کرنے لگو اور صلہ رحمی توڑنے لگو یعنی زمانہ جاہلیت میں جو حالت تمہاری تھی وہی تم میں لوٹ آئے۔ پس فرمایا ایسے لوگوں پر اللہ کی پھٹکار ہے اور یہ رب کی طرف سے بہرے اندھے ہیں۔ اس میں زمین میں فساد کرنے کی عموماً اور قطع رحمی کی خصوصاً ممانعت ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں اصلاح اور صلہ رحمی کرنے کی ہدایت دی ہے اور ان کا حکم فرمایا ہے' صلہ رحمی کے معنی ہیں قرابت داروں سے بات چیت میں' کام کاج میں سلوک واحسان کرنا' اور ان کی مالی مشکلات میں ان کے کام آنا۔ اس بارے میں بہت سی صحیح اور حسن حدیثیں مروی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کر چکا تو رحم کھڑا ہوا اور رحمٰن سے چمٹ گیا اس سے پوچھا گیا کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ مقام ہے ٹوٹنے سے تیری پناہ میں آنے کا' اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا کیا تو اس سے راضی نہیں؟ کہ تیرے ملانے والے کو میں ملاؤں اور تیرے کاٹنے والے کو میں کاٹ دوں؟ اس نے کہا ہاں اس پر میں بہت خوش ہوں۔ اس حدیث کو بیان فرما کر پھر راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ﴾ الخ' [1] اور سند سے ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ کوئی گناہ اتنا بڑا اور اتنا برا نہیں جس کی بہت جلدی سزا دنیا میں اور پھر اس کی برائی آخرت میں بہت بڑی پہنچتی ہو بہ نسبت سرکشی بغاوت اور قطع رحمی کے۔ [2] مسند احمد میں ہے جو شخص چاہے کہ اس کی عمر بڑی ہو اور روزی کشادہ ہو وہ صلہ رحمی کرے۔ [3] اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میرے نزدیکی قرابت دار مجھ سے تعلق توڑتے رہتے ہیں اور میں انہیں معاف کرتا رہتا ہوں وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں اور میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : تفسیر سورة محمّد (٤٨٣٠-٤٨٣١) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها (٢٥٥٤) مسند احمد (٢/٣٣٠)]

[2] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی النهی عن البغی (٤٩٠٢) ابن ماجه : کتاب الزهد (٤٢١١) ترمذی : کتاب صفة القیامة (٢٥١١) مسند احمد (٥/٣٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (٥/٢٧٩)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٢٤٠١)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

اور وہ میرے ساتھ برائیاں کرتے ہیں تو کیا میں ان سے بدلہ نہ لوں؟ آپ نے فرمایا نہیں اگر ایسا کرو گے تو تم سب کے سب چھوڑ دیئے جاؤ گے' تو صلہ رحمی پر ہی رہ اور یاد رکھ جب تک تو اس پر باقی رہے گا اللہ کی طرف سے تیرے ساتھ ہر وقت معاونت کرنے والا رہے گا۔ (۱) بخاری وغیرہ میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا صلہ رحمی عرش سے لٹکی ہوئی ہے حقیقتاً صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو کسی احسان کے بدلے احسان کرے بلکہ صحیح معنوں میں رشتے ناتے ملانے والا وہ ہے کہ تو اسے کاٹتا جائے وہ تجھ سے جوڑتا جائے۔ (۲)

مسند احمد میں ہے صلہ رحمی قیامت کے دن رکھی جائے گی اس کی رانیں ہوں گی مثل ہرن کی رانوں کے وہ بہت صاف اور تیز زبان میں بولے گی پس وہ کاٹ دیا جائے گا جو اسے کاٹتا تھا اور وہ ملایا جائے گا جو اسے ملاتا تھا۔ (۳) مسند کی ایک اور حدیث میں ہے رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ رحم رحمٰن کی طرف سے ہے' اس کے ملانے والے کو اللہ ملاتا ہے اور اس کے توڑنے والے کو اللہ خود توڑتا ہے۔ (۴) یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کیلئے لوگ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے تم نے صلہ رحمی کی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے میں رحمٰن ہوں اور رحم کا نام میں نے اپنے نام پر رکھا ہے اسے جوڑنے والے کو میں جوڑوں گا اور اس کے توڑنے والے کو میں توڑ دوں گا (۵) اور حدیث میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں روحیں ملی جلی ہیں جو روز ازل میں میل کر چکی ہیں وہ یہاں یگانگت برتتی ہیں اور جن میں وہاں نفرت رہی ہے یہاں بھی وہ دور رہتی ہیں۔ (۶) حضور ﷺ فرماتے ہیں جب زبانی دعوے بڑھ جائیں' عملی کام گھٹ جائیں' زبانی میل جول ہو' دلی بغض وعداوت ہو' رشتے دار رشتے دار سے بدسلوکی کرے اس وقت ایسے لوگوں پر لعنت اللہ نازل ہوتی ہے اور ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کر دی جاتی ہیں۔ (۷) اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) [حسن لغیرہ: مسند احمد (۱۸۱/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٦٧٠٠)]

(۲) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب ليس الواصل بالمكافى (۵۹۹۱) ترمذی (۱۹۰۸) مسند احمد (۱۹۳/۲)]

(۳) [ضعیف: مسند احمد (۱۸۹/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٦٧٧٤)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۴) [صحیح: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی الرحمة (٤٩٤١) ترمذی: كتاب البر والصلة: باب ما جاء في رحمة الناس (١٩٢٤) مسند احمد (١٦٠/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

(۵) [صحیح: ابو داؤد: كتاب الزكاة: باب في صلة الرحم (١٦٩٤) ترمذی: كتاب البر والصلة: باب ما جاء في قطيعة الرحم (١٩٠٧)] امام ترمذیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

(۶) [صحیح بالشواهد: طبرانی كبير (٦١٧٢) مجمع الزوائد (١٣١٠١)]

(۷) [ضعیف: طبرانی كبير (٦١٧٠)] اس کی سند میں حجاج راوی ضعیف ہے۔]

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَی ۙ الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰی لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚۖ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع

کیا یہ قرآن میں غور و تامل نہیں کرتے؟ بلکہ ان کے دلوں پر ان کے تالے لگ گئے ہیں ○ جو لوگ اپنی پیٹھ پر الٹے پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت واضح ہو چکی یقیناً شیطان نے ان کیلئے مزین کر دیا ہے اور انہیں ڈھیل دے رکھی ہے ○ یہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا ہے یہ کہا کہ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے' اللہ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے۔ پس ان کی کیسی درگت ہوگی جبکہ فرشتے ان کے چہروں اور ان کی کمروں پر ماریں گے ○ یہ اس بنا پر کہ یہ وہ راہ چلے جس سے انہوں نے اللہ کو بیزار کر دیا اور انہوں نے اس کی رضا مندی کو برا جانا' پس اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے ○

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں غور و فکر کرنے اور سوچنے سمجھنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اس سے بے پرواہی کرنے اور منہ پھیر لینے سے روکتا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ غور و تامل تو کجا' ان کے تو دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں' کوئی کلام اس میں اثر ہی نہیں کرتا۔ اندر جائے تو اثر کرے اور جائے کہاں سے جبکہ جانے کی راہ نہ پائے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے ایک نوجوان یمنی نے کہا بلکہ ان پر ان کے قفل ہیں جب تک اللہ نہ کھولے اور الگ نہ کرے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات رہی یہاں تک کہ اپنی خلافت کے زمانے میں اس سے مدد لیتے رہے۔ [1] پھر فرماتا ہے جو لوگ ہدایت ظاہر ہو چکنے کے بعد ایمان سے الگ ہو گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے' دراصل شیطان نے اس کار بد کو ان کی نگاہوں میں اچھا دکھا دیا ہے اور انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ دراصل ان کا یہ کفر سزا ہے ان کے اس نفاق کی جو ان کے دل میں تھا جس کی وجہ سے وہ ظاہر کے خلاف اپنا باطن رکھتے تھے۔ کافروں سے مل جل کر انہیں اپنا کرنے کیلئے ان کے باطن میں باطل پر موافقت کر کے کہتے تھے گھبراؤ نہیں ابھی ہم بھی بعض امور میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ لیکن یہ باتیں اس اللہ سے تو چھپ نہیں سکتیں جو اندرونی و بیرونی حالات سے یکسر اور یکساں واقف ہو' جو راتوں کے وقت کی پوشیدہ اور راز کی باتیں بھی سنتا ہو جس کے علم کی انتہا نہ ہو۔ پھر فرماتا ہے ان کا کیا حال ہوگا؟ جبکہ فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے کو آئیں گے۔ جیسے ارشاد باری ہے ﴿ وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۳۲۱)]

﴿وَاَدْبَارَهُمْ﴾ (1) الخ، یعنی کاش کہ تو دیکھتا جبکہ ان کافروں کی روحیں فرشتے قبض کرتے ہوئے ان کے منہ پر طمانچے اور ان کی پیٹھ پر مکے مارتے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (2) الخ یعنی کاش کہ تو دیکھتا جبکہ یہ ظالم سکرات موت میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ ان کی طرف مارنے کیلئے پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کے عذاب کئے جائیں گے اس لئے کہ تم اللہ کے ذمے ناحق کہا کرتے تھے اور اس کی آیتوں میں تکبر کرتے تھے۔ یہاں ان کا گناہ بیان کیا گیا کہ ان کاموں اور باتوں کے پیچھے لگے ہوئے تھے جن سے اللہ ناخوش ہو اور اللہ کی رضا سے کراہیت کرتے تھے۔ پس ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ
لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ
اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ ۙ وَنَبْلُوَا
اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

کیا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ ان کے کینوں کو ظاہر ہی نہ کرے گا ○ اور اگر ہم چاہتے تو ان سب کو تجھے دکھا دیتے پس تو انہیں ان کے چہروں ہی سے پہچان لیتا ہے اور یقیناً تو انہیں ان کی بات کے ڈھب سے ہی پہچان لے گا، تمہارے سب کام اللہ کو معلوم ہیں ○ یقیناً ہم تمہارا امتحان کر کے تم میں سے جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والوں کو صاف معلوم کر لیں گے اور ہم تمہاری حالتوں کی بھی جانچ کریں گے ○

کیا منافقوں کی عیاری ظاہر نہیں ہوگی؟ یعنی کیا منافقوں کا خیال ہے کہ ان کی مکاری اور عیاری کا اظہار اللہ مسلمانوں پر کرے گا ہی نہیں؟ یہ بالکل غلط خیال ہے، اللہ ان کا مکر اس طرح واضح کر دے گا کہ ہر عقلمند انہیں پہچان لے اور ان کی بد باطنی سے بچ سکے۔ ان کے بہت سے احوال سورۂ براءۃ میں بیان کئے گئے اور ان کے نفاق کی بہت سی خصلتوں کا ذکر وہاں کیا گیا۔ یہاں تک کہ اس سورت کا دوسرا نام ہی فاضحہ رکھ دیا گیا یعنی منافقوں کو فضیحت کرنے والی۔ اَضْغَانَ جمع ہے ضغن کی ضغن کہتے ہیں دلی حسد و بغض کو۔ اس کے بعد اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ! اگر ہم چاہیں تو ان کے وجود تمہیں دکھا دیں پس تم انہیں کھلم کھلا جان جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا ان تمام منافقوں کو بتلا نہیں دیا تاکہ اس کی مخلوق پر پردہ پڑا رہے ان کے عیوب پوشیدہ رہیں، ہر ایک کی نگاہ میں ان کی ذلت نہ ہو۔ امور اسلامی ظاہر داری پر رہیں اور باطنی حساب اسی ظاہر و باطن جاننے والے کے ہاتھ رہے، لیکن ہاں تم ان کی بات چیت کے طرز اور کلام کے ڈھنگ سے ہی انہیں صاف پہچان لو گے۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص کسی پوشیدگی کو چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے پر اور اس کی زبان پر ظاہر کر دیتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی راز کو پردہ میں رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اس پر عیاں کر دیتا ہے، وہ بہتر

---

(1) [سورۃ الانفال: آیت ۵۰] (2) [سورۃ الانعام: آیت ۹۳]

ہے تو اور بدتر ہے تو۔ ہم نے شرح صحیح بخاری کے شروع میں عملی اور اعتقادی نفاق کا بیان پوری طرح کر دیا ہے۔ جس کے دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں۔ حدیث میں منافقوں کی ایک جماعت کی تعیین آ چکی ہے۔ (1) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا تم میں بعض لوگ منافق ہیں پس جس کا میں نام لوں وہ کھڑا ہو جائے۔ اے فلاں کھڑا ہو جا' یہاں تک کہ چھتیس اشخاص کے نام لئے۔ پھر فرمایا ''تم میں'' یا ''تم میں سے'' منافق ہیں' پس اللہ سے ڈرو۔ اس کے بعد ان لوگوں میں سے ایک کے سامنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے وہ اس وقت کپڑے میں اپنا منہ لپیٹے ہوئے تھا' آپ اسے خوب جانتے تھے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اس نے حضور ﷺ کی اوپر والی حدیث بیان کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تجھے غارت کرے۔ (2) پھر فرمایا ہم حکم احکام دے کر روک ٹوک کر کے تمہیں خوب آزما کر معلوم کر لیں گے کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں؟ اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ اور ہم تمہارے احوال آزمائیں گے۔ یہ تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس علام الغیوب کو ہر چیز ہر شخص اور اس کے اعمال معلوم ہیں تو یہاں مطلب یہ ہے کہ دنیا کے سامنے کھول دے اور اس حال کو دیکھ لے اور دکھا دے' اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس جیسے مواقع پر لِنَعْلَمَ کے معنی کرتے تھے لِنَرٰی یعنی تاکہ ہم دیکھ لیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان کیلئے ہدایت ظاہر ہو چکی یہ یقیناً ہرگز ہرگز اللہ کا کچھ نقصان نہ کریں گے' عنقریب ان کے اعمال وہ غارت کر دے گا ○ اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو ○ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے اوروں کو روکا پھر کفر کی حالت میں ہی مر گئے یقین کر لو کہ اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا ○ پس تم بودے بن کر صلح کی درخواست پر اس حال میں نہ اتر آؤ کہ تم ہی بلند و غالب ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے ناممکن ہے کہ وہ تمہارے اعمال ضائع کر دے ○

---

(1) [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۷۰۲)] مجمع الزوائد (۱۷۶۷۶)] اس کی سند میں حامد راوی کذاب اور محمد عزرمی متروک ہے، جیسا کہ امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [ضعیف : مسند احمد (۲۷۳/۵) مجمع الزوائد (۱۱۲/۱)] اس میں عیاض راوی مجہول ہے۔]

پیغمبر کے نافرمان اپنا ہی نقصان کررہے ہیں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ خبر دیتا ہے کہ کفر کرنے والے راہ اللہ کی بندش کرنے والے رسول کی مخالفت کرنے والے ہدایت کے ہوتے ہوئے گمراہ ہونے والے اللہ کا تو کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں کل قیامت والے دن یہ خالی ہاتھ ہوں گے ایک نیکی بھی ان کے پاس نہ ہوگی۔ جس طرح نیکیاں گناہوں کو مٹادیتی ہیں اسی طرح ان کے بدترین جرم و گناہ ان کی نیکیاں برباد کردیں گے۔ امام احمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ اپنی کتاب الصلوۃ میں یہ حدیث لائے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ ﴿لاالٰہ الا اللّٰہ﴾ کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا جیسے کہ شرک کے ساتھ کوئی نیکی نفع نہیں دیتی اس پر آیت ﴿اَطِیۡعُوا اللّٰہَ﴾ الخ اتری اب اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اس سے ڈرنے لگے کہ گناہ نیکیوں کو باطل نہ کردیں۔ دوسری سند سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ ہر نیکی بالیقین مقبول ہے یہاں تک کہ یہ آیت اتری تو کہنے لگے کہ ہمارے اعمال کو برباد کرنے والی چیز کبیرہ گناہ اور برائیاں ہیں یہاں تک کہ آیت ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ﴾ الخ نازل ہوئی اب اس بارے میں کوئی بات کہنے سے رک گئے اور کبیرہ گناہ اور بدکاریاں کرنے والے پر انہیں خوف رہتا تھا اور ان سے بچنے والے کے لئے امید رہتی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے باایمان بندوں کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا ہے جو ان کیلئے دنیا اور آخرت کی سعادت کی چیز ہے اور مرتد ہونے سے روک رہا ہے جو اعمال کو غارت کرنے والی چیز ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ سے کفر کرنے والے راہ اللہ سے روکنے والے اور کفر ہی میں مرنے والے اللہ کی بخشش سے محروم ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ شرک کو نہیں بخشتا۔

اس کے بعد جناب باری عزاسمہٗ فرماتا ہے کہ اے میرے مومن بندو! تم دشمنوں کے مقابلے میں عاجزی کا اظہار نہ کرو اور ان سے دب کر صلح کی دعوت نہ دو حالانکہ قوت و طاقت میں زور و غلبہ میں تعداد و اسباب میں تم قوی ہو۔ ہاں جبکہ کافر قوت میں تعداد میں اسباب میں تم سے زیادہ ہوں اور مسلمانوں کا امام مصلحت صلح میں ہی دیکھے تو ایسے وقت بیشک صلح کی طرف جھکنا جائز ہے جیسے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر کیا جبکہ مشرکین مکہ نے آپ کو مکہ جانے سے روکا تو آپ نے دس سال تک لڑائی بند رکھنے اور صلح قائم رکھنے پر مصالحت کرلی۔ پھر ایمان والوں کو بہت بڑی بشارت و خوشخبری سناتا ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اس وجہ سے نصرت و فتح تمہاری ہی ہے تم یقین مانو کہ تمہاری چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی وہ ضائع نہ کرے گا بلکہ اس کا پوا پورا اجر و ثواب تمہیں عنایت فرمائے گا۔ واللہ اعلم۔

اِنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ ؕ وَ اِنۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ تَتَّقُوۡا یُؤۡتِکُمۡ اُجُوۡرَکُمۡ
وَ لَا یَسۡـَٔلۡکُمۡ اَمۡوَالَکُمۡ ﴿۳۶﴾ اِنۡ یَّسۡـَٔلۡکُمُوۡہَا فَیُحۡفِکُمۡ تَبۡخَلُوۡا وَ یُخۡرِجۡ اَضۡغَانَکُمۡ ﴿۳۷﴾
ہٰۤاَنۡتُمۡ ہٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۚ فَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یَّبۡخَلُ ۚ وَ مَنۡ
یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ الۡغَنِیُّ وَ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنۡ
تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ ﴿۳۸﴾

زندگانی دنیا تو صرف کھیل کود ہے' اگر تم یقین کرو گے اور بچ کر چلو گے تو اللہ تمہیں ثواب دے گا وہ تم سے تمہارے مال نہیں مانگتا ○ اگر وہ تم سے تمہارے مال مانگے اور زور دے کر مانگے تو تم اس وقت بخیلی کرنے لگو گے اور وہ بخیلی تمہارے کینے ظاہر کر دے گی ○ خبردار تم ہو وہ لوگ کہ بلائے جاتے ہو کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو' پھر تم میں سے بعض بخیلی کرنے لگتے ہیں جو بخل کرتا ہے وہ تو دراصل اپنی جان سے بخیلی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے اور تم فقیر اور محتاج ہو' اور اگر تم روگرداں ہو جاؤ گے تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور لوگوں کو لائے گا جو پھر تم جیسے نہ ہوں گے ○

سخاوت کا فائدہ اور بخیلی کا نقصان: دنیا کی حقارت اور اس کی قلت و ذلت بیان ہو رہی ہے کہ اس سے سوائے کھیل تماشے کے اور کچھ حاصل نہیں' ہاں جو کام اللہ کیلئے کئے جائیں وہ باقی رہ جاتے ہیں' پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی ذات بے پرواہ ہے' تمہارے بھلے کام تمہارے ہی نفع کیلئے ہیں' وہ تمہارے مالوں کا بھوکا نہیں' اس نے جو تمہیں خیرات کا حکم دیا ہے وہ صرف اس لئے کہ تمہارے ہی غرباء فقراء کی پرورش ہو اور پھر تم دار آخرت میں مستحق ثواب بنو۔ پھر انسان کے بخل اور بخل کے بعد دلی کینے کے ظاہر ہونے کا حال بیان فرمایا مال کے نکالنے میں یہ تو ہوتا ہی ہے کہ مال انسان کو محبوب ہوتا ہے اور اس کا نکالنا اس پر گراں گزرتا ہے۔ پھر بخیلوں کی بخیلی کے وبال کا ذکر ہو رہا ہے کہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے مال کو روکنا دراصل اپنا ہی نقصان کرنا ہے کیونکہ بخیلی کا وبال اسی پر پڑے گا' صدقے کی فضیلت اور اس کے اجر سے بھی محروم رہے گا۔ اللہ سب سے غنی ہے اور سب اس کے در کے بھکاری ہیں۔ غنا اللہ تعالیٰ کا وصف لازم ہے اور احتیاج مخلوق کا وصف لازم ہے۔ نہ یہ اس سے کبھی الگ ہوں نہ وہ اس سے' پھر فرماتا ہے اگر تم اس کی اطاعت سے روگرداں ہو گئے اس کی شریعت کی تابعداری چھوڑ دی تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور قوم لائے گا جو تم جیسی نہ ہو گی بلکہ وہ سننے ماننے والے حکم بردار' نافرمانیوں سے بیزار ہوں گے۔ ابن ابی حاتم اور ابن جریر میں ہے [1] کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ حضور ﷺ وہ کون لوگ ہیں جو ہمارے بدلے لائے جاتے اور ہم جیسے نہ ہوتے؟ تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے شانے پر رکھ کر فرمایا یہ اور ان کی قوم' اگر دین ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اسے فارس کے لوگ لے آتے اس کے ایک راوی مسلم بن خالد زنجی کے بارے میں بعض ائمہ جرح و تعدیل نے کچھ کلام کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ محمد کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورة الفتح

صحیح بخاری' صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ والے سال اثناء سفر میں راہ چلتے رسول اللہ ﷺ نے اپنی اونٹنی پر ہی سورۂ فتح کی تلاوت کی اور ترجیع سے پڑھ رہے تھے۔ اگر

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم (٢٥٤٦) تفسیر ابن جریر الطبری (٣١٤٤٢)]

مجھے لوگوں کے جمع ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو میں آپ کی تلاوت کی طرح ہی تلاوت کر کے تمہیں سنا دیتا۔ [1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ
وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا
عَزِيْزًا ﴿۳﴾

شروع اللہ نہایت مہربان، بہت رحم والے کے نام سے

بیشک (اے نبی!) ہم نے تجھے ایک ظاہر فتح دی ہے' تا کہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے رہے سب کو اللہ معاف فرما دے اور تجھ پر اپنا احسان پورا کرے اور تجھے سیدھی راہ چلائے ○ اور تجھے ایک زبردست مدد دے ○

ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ عمرہ ادا کرنے کے ارادے سے مدینہ سے مکہ کو چلے لیکن راہ میں مشرکین مکہ نے روک دیا اور مسجد الحرام کی زیارت سے مانع ہوئے پھر وہ لوگ صلح کی طرف جھکے اور حضور ﷺ نے بھی اس بات پر کہ آپ اگلے سال عمرہ ادا کریں گے ان سے صلح کر لی جسے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت پسند نہ کرتی تھی جس میں خاص قابل ذکر ہستی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے آپ نے وہیں اپنی قربانیاں کیں اور لوٹ گئے جس کا پورا واقعہ ابھی اسی سورت کی تفسیر میں آ رہا ہے' ان شاء اللہ۔ پس لوٹتے ہوئے راہ میں یہ مبارک سورت آپ پر نازل ہوئی' جس میں اس واقعہ کا ذکر ہے اور اس صلح کو باعتبار نتیجہ فتح کہا گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ تم تو فتح مکہ کو کہتے ہو لیکن ہم صلح حدیبیہ کو فتح جانتے تھے۔ [2] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے' [3] صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو اور ہم بیعت الرضوان کے واقعہ حدیبیہ کو فتح گنتے ہیں۔ ہم چودہ سو آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس موقعہ پر تھے' حدیبیہ نامی ایک کنواں تھا ہم نے اس میں سے پانی اپنی ضرورت کے مطابق لینا شروع کیا تھوڑی دیر میں پانی بالکل ختم ہو گیا ایک قطرہ بھی نہ بچا آخر پانی نہ ہونے کی شکایت حضور ﷺ کے کانوں تک پہنچی آپ اس کنویں کے پاس آئے اس کے کنارے بیٹھ گئے اور پانی کا برتن منگوا کر وضو کیا جس میں کلی بھی کی پھر کچھ دعا کی اور وہ پانی اس کنویں میں ڈلوا دیا' تھوڑی دیر بعد جو ہم نے دیکھا تو وہ پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا ہم نے بھی پیا اور جانوروں نے بھی پیا اپنی حاجتیں پوری کیں اور سارے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب أین رکز النبی الرایة یوم الفتح (۴۲۸۱) صحیح مسلم: کتاب صلاة المسافرین وقصرها (۷۹۴) مسند احمد (۵/۵۴)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صلوة المسافرین: باب ذکر قراء النبی سورة الفتح (۷۹۴) مسند احمد (۴/۸۵)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۳۳۲)]

برتن بھر لئے۔ (1) مسند احمد میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تین مرتبہ میں نے آپ سے کچھ پوچھا آپ نے کوئی جواب نہ دیا اب تو مجھے سخت ندامت ہوئی اس امر پر کہ افسوس! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی آپ جواب دینا نہیں چاہتے اور میں خواہ مخواہ سر ہوتا رہا۔ پھر مجھے ڈر لگنے لگا کہ میری بے ادبی پر میرے بارے میں کوئی وحی آسمان سے نہ نازل ہو چنانچہ میں نے اپنی سواری کو تیز کیا اور آگے نکل گیا تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے سنا کوئی منادی میرے نام کی ندا کر رہا ہے، میں نے جواب دیا تو اس نے کہا چلو تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں، اب تو میرے ہوش گم ہو گئے کہ ضرور کوئی وحی نازل ہوئی اور میں ہلاک ہوا جلدی جلدی حاضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوا تو آپ نے فرمایا گزشتہ شب مجھ پر ایک سورت اتری ہے جو مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے ﴿اِنَّا فَتَحْنَا﴾ الخ، کی تلاوت کی۔ (2) یہ حدیث بخاری، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حدیبیہ سے لوٹتے ہوئے ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ﴾ الخ، نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر ایک آیت اتری ہے جو مجھے روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کو مبارک باد دینے لگے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہوئی آپ کیلئے ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیت ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ سے ﴿عَظِيْماً﴾ تک نازل ہوئی (بخاری و مسلم) (3) حضرت مجمع بن حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ قاری قرآن تھے فرماتے ہیں حدیبیہ سے ہم واپس آ رہے تھے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اونٹوں کو بھگائے لئے جا رہے ہیں پوچھا کیا بات ہے؟ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے تو ہم لوگ بھی اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے سب کے ساتھ پہنچے آپ اس وقت کراع الغمیم میں تھے جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے یہ سورت تلاوت کر کے سنائی تھی ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے یہ فتح ہے، خیبر کی تقسیم صرف انہی پر کی گئی جو حدیبیہ میں موجود تھے اٹھارہ حصے بنائے گئے کل لشکر پندرہ سو کا تھا جس میں تین سو گھوڑ سوار تھے پس سوار کو دوہرا حصہ ملا اور پیدل کو اکہرا۔ (ابوداؤد وغیرہ) (4) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حدیبیہ سے آتے ہوئے ایک جگہ رات گزارنے کیلئے ہم اتر کر سو گئے تو ایسے سوئے کہ سورج نکلنے کے بعد جاگے، دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سوئے ہوئے ہیں ہم نے کہا آپ کو جگانا چاہئے کہ آپ خود جاگ گئے اور فرمانے لگے جو کچھ کرتے تھے کرو اور اسی طرح

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الحدیبیہ (٤١٥٠)]

(2) [صحیح : مسند احمد (١/٣١) صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الحدیبیۃ (٤١٧٧)]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الحدیبیہ (٤١٧٢) صحیح مسلم : کتاب الجھاد : باب صلح الحدیبیہ (١٧٨٦) مسند احمد (٣/١٢٢)]

(4) [ضعیف : مسند احمد (٣/٤٢٠) مستدرک حاکم (٢/١٣١) ابو داؤد : کتاب الجھاد (٢٧٣٦)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ابوداود (٥٨٧)]

کرے جو سو جائے یا بھول جائے۔ اسی سفر میں حضور ﷺ کی اونٹنی کہیں گم ہوگئی ہم ڈھونڈنے کو نکلے تو دیکھا کہ ایک درخت میں نکیل اٹک گئی ہے اور وہ رکی کھڑی ہے اسے کھول کر حضور ﷺ کے پاس لائے آپ سوار ہوئے اور ہم نے کوچ کیا ناگہاں راستے میں ہی آپ پر وحی آنے لگی وحی کے وقت آپ پر بہت دشواری ہوتی تھی، جب وحی ہٹ گئی تو آپ نے ہمیں بتایا کہ آپ پر سورۂ ﴿إِنَّا فَتَحْنَا﴾ الخ، اتری ہے (ابوداوٗد نسائی مسند وغیرہ) [1]

حضور ﷺ نوافل تہجد وغیرہ میں اس قدر وقت لگاتے کہ پیروں پر ورم چڑھ جاتا تو آپ سے کہا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں فرما دیئے؟ آپ نے جواب دیا کیا پھر میں اللہ کا شکر گزار غلام نہ بنوں؟ (بخاری و مسلم) [2] اور روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں (مسلم) [3] پس مبین سے مراد کھلی صریح، صاف ظاہر ہے اور فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس کی وجہ سے بڑی خیر و برکت حاصل ہوئی، لوگوں میں امن وامان ہوا مومن کافروں میں بول چال شروع ہوگئی علم اور ایمان کے پھیلانے کا موقعہ ملا، آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کی معافی یہ آپ کا خاصہ ہے جس میں کوئی اور آپ کا شریک نہیں۔ ہاں بعض اعمال کے ثواب میں یہ الفاظ اوروں کیلئے بھی آئے ہیں، اس میں حضور ﷺ کی بہت بڑی شرافت وعظمت ہے، آپ اپنے تمام کاموں میں بھلائی، استقامت اور فرمانبرداری الٰہی پر مستقیم تھے ایسے کہ اولین وآخرین میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا، آپ تمام انسانوں میں سے سب سے زیادہ اکمل انسان اور دنیا اور آخرت میں کل اولاد آدم کے سردار اور رہبر تھے، اور چونکہ حضور ﷺ سب سے زیادہ اللہ کے فرمانبردار اور سب سے زیادہ اللہ کے احکام کا لحاظ کرنے والے تھے اسی لئے جب آپکی اونٹنی آپ کو لے کر بیٹھ گئی تو آپ نے فرمایا اسے ہاتھیوں کے روکنے والے نے روک لیا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج یہ کفار مجھ سے جو مانگیں گے دوں گا بشرطیکہ اللہ کی حرمت کی ہتک نہ ہو، [4] پس جب آپ نے اللہ کی امان لی، صلح کو قبول کر لیا تو اللہ عزوجل نے فتح کی سورت اتاری اور دنیا اور آخرت میں اپنی نعمتیں آپ پر پوری کیں اور شرع عظیم اور دین قدیم کی طرف رہبری کی، اور آپ کے خشوع خضوع کی وجہ سے اللہ نے آپ کو بلند و بالا کیا، آپ کی تواضع، فروتنی، عاجزی اور انکساری کے بدلے آپ کو عز وجاہ و مرتبہ ومنصب

---

[1] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الصلوة: باب فی من نام عن صلاة او نسیها (٤٤٧) مسند احمد (١/٤٦٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك (٤٨٣٦)، (١١٣٠) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب اکثارالاعمال والاجتهاد فی العبادة (٢٨١٩) ابن ماجه: کتاب الاقامة (٤١٩) ترمذی کتاب الصلوة (٤١٢) مسند احمد (٤/٢٥٥)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب اکثار الاعمال والاجتهاد فی العبادة (٢٨٢٠) مسند احمد (٦/١١٥)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الشروط: باب فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب (٢٧٣١) مسند احمد (٤/٣٢٩)]

عطا فرمایا' آپ کے دشمنوں پر آپ کو غلبہ دیا' چنانچہ خود آپ کا فرمان ہے بندہ درگزر کرنے سے عزت میں بڑھ جاتا ہے اور عاجزی اور انکساری کرنے سے بلندی اور عالی مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ [1] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تو نے کسی کو جس نے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہو ایسی سزا نہیں دی کہ تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون اور اطمینان ڈال دیا تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں' آسمانوں اور زمین کے کل لشکر اللہ ہی کے ہیں' اور اللہ تعالیٰ دانا باحکمت ہے ○ انجام کار یہ ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ان جنتوں میں لے جائے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان سے ان کے گناہ دور کر دے اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی کامیابی کا حاصل کر لینا ہے ○ اور تاکہ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب کرے جو اللہ کے ساتھ بدگمانیاں رکھنے والے ہیں' دراصل انہی پر برائی کا پھیرا ہے' اللہ ان پر ناراض ہوا اور انہیں لعنت کی اور ان کیلئے دوزخ تیار کی' اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے ○ اور اللہ ہی کیلئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمینوں کے' اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے ○

فرمانبرداروں کے دلوں میں اطمینان: سکینہ کے معنی ہیں اطمینان و رحمت اور وقار کے۔ فرمان ہے کہ حدیبیہ والے دن جن باایمان صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ کی اور اللہ کے رسول کی بات مان لی' اللہ نے ان کے دلوں کو مطمئن کر دیا' اور ان کے ایمان اور بڑھ گئے' اس سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ دلوں میں ایمان بڑھتا ہے اور اسی طرح گھٹتا بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ کے لشکروں کی کمی نہیں وہ اگر چاہتا تو خود ہی کفار کو ہلاک کر دیتا۔ ایک فرشتے کو بھیج دیتا تو وہ ان سب کو برباد اور بے نشان کر دینے کیلئے بس کافی تھا' لیکن اس نے اپنی

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب استحباب العفو والتواضع (۲۵۸۸) ترمذی : کتاب البر والصلة (۲۰۲۹) مسند احمد (۳۸۶/۲)]

حکمت بالغہ سے ایمانداروں کو جہاد کا حکم دیا جس میں اس کی حجت بھی پوری ہو جائے اور دلیل بھی سامنے آ جائے' اس کا کوئی کام علم وحکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ ایمانداروں کو اپنی بہترین نعمتیں اس بہانے عطا فرمائے۔ پہلے یہ روایت گزر چکی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارکباد دی اور پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے کیا ہے؟ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری' کہ مومن مرد وعورت جنتوں میں جائیں گے جہاں چپے چپے پر نہریں جاری ہیں اور جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ اور ان کی برائیاں دور اور دفع کر دے انہیں ان کی برائیوں کی سزا نہ دے بلکہ معاف فرما دے درگزر کر دے' بخش دے' پردہ ڈال دے' رحم کرے اور ان کی قدردانی کرے' دراصل یہی اصل کامیابی ہے' جیسے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ [1] الخ یعنی جو جہنم سے دور کر دیا گیا اور جنت میں پہنچا دیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔ پھر ایک اور وجہ اور غایت بیان کی جاتی ہے کہ اس لئے بھی کہ نفاق اور شرک کرنے والے مرد وعورت جو اللہ تعالیٰ کے احکام میں بدظنی کرتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول کے ساتھ برے خیال رکھتے ہیں یہ ہیں ہی کتنے ؟ آج نہیں تو کل ان کا نام ونشان مٹا دیا جائے گا' اس جنگ میں بچ گئے تو اور کسی لڑائی میں تباہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دراصل اس برائی کا دائرہ انہی پر ہے ان پر اللہ کا غضب ہے یہ رحمت الٰہیہ سے دور ہیں ان کی جگہ جہنم ہے' اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ دوبارہ اپنی قوت' قدرت' اپنے اور اپنے بندوں کے دشمنوں سے انتقام لینے کی طاقت کو ظاہر فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے لشکر سب اللہ ہی کے ہیں' اور اللہ تعالیٰ عزیز وحکیم ہے۔



---

[1] [سورۃ آل عمران : آیت ۱۸۵]

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ أَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٠﴾ ع۹

یقیناً ہم نے تجھے اظہارحق کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ○ تا کہ اے مسلمانو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح اور شام ○ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں' ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے' پھر جو شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکنی کرتا ہے اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر دے گا ○

نبی ﷺ کی چند صفات اور بیعت کا ذکر: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو فرماتا ہے ہم نے تمہیں مخلوق پر شاہد بنا کر' مومنوں کو خوشخبری سنانے والا' کافروں کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے' اس آیت کی پوری تفسیر سورۂ احزاب میں گزر چکی ہے۔ تا کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے نبی پر ایمان لاؤ اور اس کی عظمت و احترام کرو' بزرگی اور پاکیزگی کو تسلیم کرو اور اس لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی صبح و شام تسبیح کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی تعظیم و تکریم بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل خود اللہ سے ہی بیعت کرتے ہیں جیسے ارشاد ہے ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [1] یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے' یعنی وہ ان کے ساتھ ہے ان کی باتیں سنتا ہے ان کا مکان دیکھتا ہے ان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے' پس دراصل رسول اللہ ﷺ کے واسطے ان سے بیعت لینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے' جیسے فرمایا ﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [2] الخ' یعنی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور ان کے بدلے میں جنت انہیں دے دی ہے وہ راہ اللہ میں جہاد کرتے ہیں مرتے اور مارتے ہیں۔ اللہ کا یہ سچا وعدہ تورات انجیل میں بھی موجود ہے اور اس قرآن میں بھی سمجھ لو کہ اللہ سے زیادہ سچے وعدے والا کون ہوگا؟ پس تمہیں اس خرید و فروخت پر خوش ہو جانا چاہئے' دراصل سچی کامیابی یہی ہے' ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس نے راہ اللہ میں تلوار اٹھائی اس نے اللہ سے بیعت کر لی۔ [2] اور حدیث میں ہے حجر اسود کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کھڑا کرے گا اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے بولے گا اور جس نے اسے حق کے ساتھ بوسہ دیا ہے اس کی گواہی دے گا۔ اسے بوسہ دینے والا دراصل اللہ

---

[1] [سورۃ النسآء : آیت ۸۰]

[2] [سورۃ التوبہ : آیت ۱۱۱]

تعالیٰ سے بیعت کرنے والا ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی[1] پھر فرماتا ہے جو بیعت کے بعد عہد شکنی کرے اس کا وبال خود اسی پر ہوگا اللہ کا وہ کچھ نہ بگاڑے گا اور جو اپنی بیعت کو نبھا جائے وہ بڑا ثواب پائے گا' یہاں جس بیعت کا ذکر ہے وہ بیعت الرضوان ہے جو ایک ببول کے درخت تلے حدیبیہ کے میدان میں ہوئی تھی' اس دن بیعت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تیرہ سو' چودہ سو' یا پندرہ سو تھی' ٹھیک یہ ہے کہ چودہ سو تھی' اس واقعہ کی حدیثیں ملاحظہ ہوں۔ بخاری شریف میں ہے ہم اس دن چودہ سو تھے'[2] بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے آپ نے اس پانی میں ہاتھ رکھا پس آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کی سوتیں ابلنے لگیں۔[3] یہ حدیث مختصر ہے اس حدیث سے جس میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سخت پیاسے ہوئے' پانی نہیں تھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر دیا انہوں نے جا کر حدیبیہ کے کنویں میں اسے گاڑ دیا' اب تو پانی جوش کے ساتھ ابلنے لگا یہاں تک کہ سب کو کافی ہوگیا' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس روز تم کتنے تھے؟ فرمایا چودہ سو' لیکن اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی اس قدر تھا کہ سب کو کافی ہو جاتا'[4] بخاری کی روایت میں ہے کہ پندرہ سو تھے۔[5] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں پندرہ سو بھی مروی ہے'[6] امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فی الواقع تھے تو پندرہ سو اور یہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا پہلا قول تھا پھر آپ کو کچھ وہم سا ہوگیا' اور چودہ سو فرمانے لگے' ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سوا پندرہ سو تھے'[7] لیکن آپ سے مشہور روایت چودہ سو کی ہے اکثر راویوں اور اکثر سیرت نویس بزرگوں کا یہی قول ہے کہ چودہ سو تھے' ایک روایت میں ہے اصحاب شجرہ چودہ سو تھے اور اس دن آٹھواں حصہ مہاجرین کا مسلمان ہوا۔[8] سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حدیبیہ والے سال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ سات سو

---

[1] [ضعیف : کنز العمال (۱۰۴۸۵) الفتح الکبیر (۱۱۸۷۴)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف الجامع الصغیر (۵۶۳۱)] اس کی سند میں فضل بن یحییٰ مجہول ہے۔]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب الحج : باب ما جاء فی الحجر الاسود (۹۶۱) ابن ماجه (۲۹۴۴) مسند احمد (۲۴۷/۱) صحیح ابن خزیمة (۲۷۳۵) دارمی (۱۸۴۶)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : تفسیر سورہ الفتح (۴۸۴۰) صحیح مسلم : کتاب الامارة (۱۸۵۶) مسند احمد (۳۹۶/۳)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب اذ یبا یعونك تحت الشجرة (۴۸۴۰) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب استحباب مبایعة الامام الجیش عندارادة القتال (۱۸۵۶)]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المناقب باب ۲۵۔ صحیح مسلم : کتاب الامارة (۱۸۵۶۔ ۷۲)]

[6] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارة (۸۰)]

[7] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة الحدیبیه (۴۱۵۳)]

[8] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة الحدیبیه (۴۱۵۵) صحیح مسلم : کتا ب الامارة (۱۸۵۷۔ ۷۵)]

صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر زیارت بیت اللہ کے ارادے سے مدینہ سے چلے قربانی کے ستر اونٹ بھی آپ کے ہمراہ تھے ہر دس اشخاص کی طرف سے ایک اونٹ۔ ہاں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے ساتھی اس دن چودہ سو تھے' ابن اسحاق اسی طرح کہتے ہیں اور یہ ان کے اوہام میں شمار ہے' بخاری و مسلم میں جو محفوظ ہے وہ یہ ہے کہ ایک ہزار کئی سو تھے' جیسے ابھی آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس بیعت کا سبب سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ آپ کو مکہ بھیج کر قریش کے سرداروں سے کہلوائیں کہ حضور لڑائی بھڑائی کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ آپ بیت اللہ شریف کے عمرے کیلئے آئے ہیں' لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے خیال سے تو اس کام کیلئے آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجیں کیونکہ مکہ میں میرے خاندان میں سے کوئی نہیں یعنی بنو عدی بن کعب کا قبیلہ نہیں جو میری حمایت کرے آپ جانتے ہیں کہ قریش سے میں نے کتنی کچھ اور کیا کچھ دشمنی کی ہے اور مجھ سے وہ کس قدر خار کھائے ہوئے ہیں مجھے تو وہ زندہ ہی نہیں چھوڑیں گے' چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرما کر جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان اور سرداران قریش کے پاس بھیجا آپ جا ہی رہے تھے کہ راستے میں یا مکہ میں داخل ہوتے ہی ابان بن سعید بن عاص مل گیا اور اس نے آپ کو اپنے آگے اپنی سواری پر بٹھا لیا' اپنی امان میں انہیں اپنے ساتھ مکہ میں لے گیا آپ قریش کے بڑوں کے پاس گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا' انہوں نے کہا کہ اگر آپ بیت اللہ کا طواف کرنا چاہیں تو کر لیجئے آپ نے جواب دیا یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں طواف کر لوں' اب ان لوگوں نے جناب ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو روک لیا' ادھر لشکر اسلام میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا گیا ہے' اس وحشت اثر خبر نے مسلمانوں کو اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ پہنچایا اور آپ نے فرمایا کہ اب تو ہم بغیر فیصلہ کئے یہاں سے نہیں ہٹیں گے' چنانچہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور ان سے بیعت لی' ایک درخت تلے یہ بیعت الرضوان ہوئی۔ لوگ کہتے ہیں یہ بیعت موت پر لی تھی یعنی لڑتے لڑتے مر جائیں گے' لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ موت پر بیعت نہیں لی تھی بلکہ اس اقرار پر کہ ہم لڑائی سے بھاگیں گے نہیں' جتنے مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم اس میدان میں تھے سب نے آپ سے برضا مندی بیعت کی سوائے جد بن قیس کے جو قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص تھا' یہ اپنی اونٹنی کی آڑ میں چھپ گیا' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ غلط تھی' [1]

اس کے بعد قریش نے سہیل بن عمرو' حویطب بن عبدالعزی اور مکرز بن حفص کو آپ کے پاس بھیجا یہ لوگ ابھی یہیں تھے کہ بعض مشرکین میں سے کچھ تیز کلامی شروع ہو گئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ سنگ باری اور تیر بازی بھی ہوئی اور دونوں طرف کے لوگ آمنے سامنے ہو گئے ادھر ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ کو روک لیا ادھر یہ لوگ رک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کر دی کہ روح القدس اللہ کے رسول کے پاس آئے اور

---

[1] [سیرۃ ابن ھشام (۲/۳۱۵)]

بیعت کا حکم دے گئے آؤ اللہ کا نام لے کر بیعت کر جاؤ' اب کیا تھا مسلمان بے تابانہ دوڑے ہوئے حاضر حضور ہوئے آپ اس وقت درخت تلے تھے سب نے بیعت کی اس بات پر کہ ہرگز ہرگز کسی صورت میں میدان سے منہ موڑنے کا نام نہ لیں گے' اس سے مشرکین کانپ اٹھے اور جتنے مسلمان ان کے پاس تھے سب کو چھوڑ دیا اور صلح کی درخواست کرنے لگے۔ [1]

بیہقی میں ہے کہ بیعت کے وقت اللہ کے رسول نے فرمایا الٰہی عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام کو گئے ہوئے ہیں۔ پس آپ نے خود اپنا ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا گویا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ ان کے اپنے ہاتھ سے بہت افضل تھا۔ [2] اس بیعت میں سب سے پہل کرنے والے حضرت ابو سنان اسدی رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے سب سے آگے بڑھ کر فرمایا حضور ﷺ ہاتھ پھیلایئے تاکہ میں بیعت کر لوں' آپ نے فرمایا کس بات پر کرتے ہو؟ جواب دیا جو آپ کے دل میں ہو اس پر۔ [3] آپ کے والد کا نام وہب تھا' صحیح بخاری شریف میں حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ لوگ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے پہلے اسلام قبول کیا دراصل واقعہ یوں نہیں۔ بات یہ ہے کہ حدیبیہ والے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے پاس بھیجا کہ جا کر اپنے گھوڑے لے آؤ اس وقت رسول اللہ ﷺ لوگوں سے بیعت لے رہے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ تھا یہ اپنے طور پوشیدگی سے لڑائی کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت ہو رہی ہے تو یہ بیعت سے مشرف ہوئے' پھر گھوڑے لینے گئے اور گھوڑا لا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا حضور ﷺ بیعت لے رہے ہیں' اب جناب فاروق رضی اللہ عنہ آئے اور حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی' اس بناء پر لوگ کہتے ہیں کہ بیٹے کا اسلام باپ سے پہلے کا ہے۔ [4] بخاری کی دوسری حدیث میں ہے لوگ الگ الگ درختوں تلے آرام کر رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ہر ایک کی نگاہیں حضور ﷺ پر ہیں اور لوگ آپ کو گھیرے ہوئے ہیں' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاؤ ذرا دیکھو تو کیا ہو رہا ہے؟ یہ آئے تو دیکھا کہ بیعت ہو رہی ہے تو بیعت کر لی پھر جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر کی چنانچہ آپ بھی فوراً آئے اور بیعت سے مشرف ہوئے' [5] حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم نے بیعت کی ہے اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور آپ ببول کے درخت تلے تھے۔ [6] حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس موقعہ پر

---

[1] [**مرسل و ضعیف** : دلائل النبوة للبیهقي (٤/ ١٣٣)] اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

[2] [**ضعیف** : اس میں حکم بن عبدالملک ضعیف ہے۔]

[3] [**مرسل وضعیف** : دلائل النبوة للبیهقي (٤/ ١٣٧)]

[4] [**صحیح** : صحیح بخاري : کتاب المغازي : باب غزوة الحدیبیه (٤١٨٧)]

[5] [**صحیح** : صحیح بخاري : کتاب المغازي : باب غزوة الحدیبیه (٤١٨٧)]

[6] [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الامارة (١٨٥٦)]

درخت کی ایک جھکی ہوئی شاخ کو آپ کے سر سے اوپر کو اٹھا کر میں تھامے ہوئے تھا' ہم نے آپ سے موت پر بیعت نہیں کی بلکہ نہ بھاگنے پر۔ (۱) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے مرنے پر بیعت کی تھی۔ (۲) آپ فرماتے ہیں ایک مرتبہ بیعت کر کے میں ہٹ کر ایک طرف کو کھڑا ہو گیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا سلمہ! تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے کہا حضور میں نے تو بیعت کر لی آپ نے فرمایا خیر آؤ بیعت کرو چنانچہ میں نے قریب جا کر پھر بیعت کی۔ (۳) حدیبیہ کا وہ کنواں جس کا ذکر اوپر گزرا صرف اتنے پانی کا تھا کہ پچاس بکریاں بھی آسودہ نہ ہو سکیں آپ فرماتے ہیں کہ دوبارہ بیعت کر لینے کے بعد آپ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں بے سپر ہوں تو آپ نے مجھے ایک ڈھال عنایت فرمائی پھر لوگوں سے بیعت لینی شروع کر دی' پھر آخری مرتبہ میری طرف دیکھ کر فرمایا سلمہ! تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی مرتبہ جن لوگوں نے بیعت کی میں نے ان کے ساتھ ہی بیعت کی تھی پھر بیچ میں دوبارہ بیعت کر چکا ہوں' آپ نے فرمایا اچھا پھر سہی چنانچہ اس آخری جماعت کے ساتھ بھی میں نے بیعت کی آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا سلمہ! تمہیں ہم نے جو ڈھال دی تھی وہ کیا ہوئی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے پاس دشمن کا وار روکنے کیلئے کوئی چیز نہیں میں نے وہ ڈھال انہیں دے دی تو آپ ہنسے اور فرمایا تم بھی اس شخص کی طرح ہو جس نے اللہ سے دعا کی کہ اے الٰہی میرے پاس کسی ایسے کو بھیج دے جو مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔

پھر اہل مکہ سے صلح کی تحریک کی آمد و رفت ہوئی اور صلح ہو گئی' میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا خادم تھا ان کے گھوڑے کی اور ان کی خدمت کیا کرتا تھا وہ مجھے کھانے کو دے دیتے تھے میں تو اپنا گھر بار' بچے' مال و دولت سب راہ اللہ میں چھوڑ کر ہجرت کر کے چلا آیا تھا' جب صلح ہو چکی ادھر کے لوگ ادھر' ادھر کے ادھر آنے لگے تو میں ایک درخت تلے جا کر کانٹے وغیرہ ہٹا کر اس کی جڑ سے لگ کر سو گیا' اچانک مشرکین مکہ میں سے چار لوگ وہیں آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمات سے آپس میں باتیں کرنے لگے مجھے بڑا برا معلوم ہوا میں وہاں سے اٹھ کر دوسرے درخت تلے چلا گیا' ان لوگوں نے اپنے ہتھیار اتارے درخت پر لٹکا کر وہاں لیٹ گئے' تھوڑی دیر گزری ہو گی جو میں نے سنا کہ وادی کے نیچے کے حصہ سے کوئی منادی ندا کر رہا تھا کہ اے مہاجر بھائیو حضرت ابن زنیم قتل کر دیئے گئے' میں نے جھٹ سے تلوار تان لی اور اسی درخت تلے گیا جہاں وہ چاروں سوئے ہوئے تھے جاتے ہی پہلے تو ان کے ہتھیار قبضے میں کئے اور اپنے ایک ہاتھ میں انہیں دبا کر دوسرے ہاتھ سے تلوار تول کر ان سے کہا اس اللہ کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی ہے تم میں سے جس نے بھی سر اٹھایا میں اس کا سر قلم کر دوں گا جب وہ اسے مان چکے' میں نے کہا اٹھو اور میرے آگے آگے چلو چنانچہ ان چاروں کو لے کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ادھر میرے چچا حضرت عامر رضی اللہ عنہ بھی مکرز نامی

---

(۱) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الامارۃ (۱۸۵۸-۷۶)]

(۲) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب البیعة فی الحرب علی ان لا یفروا (۲۹۶۰)]

(۳) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاحکام: باب من بایع مرتین (۷۲۰۸)]

عبلات کے ایک مشرک کو گرفتار کر کے لائے اور بھی اسی طرح کے ستر مشرکین حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کئے گئے تھے آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا انہیں چھوڑ دو برائی کی ابتداء بھی انہی کے سر رہے اور پھر اس کی تکرار کے ذمے دار بھی یہی رہیں، چنانچہ سب کو رہا کر دیا گیا' اس کا بیان آیت ﴿وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾ [1] الخ' میں ہے۔ [2]

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے والد بھی اس موقعہ پر حضور ﷺ کے ساتھ تھے آپ کا بیان ہے کہ اگلے سال جب ہم حج کو گئے تو اس درخت کی جگہ ہم پر پوشیدہ رہی ہم معلوم نہ کر سکے کہ کس جگہ حضور ﷺ کے ہاتھ پر ہم نے بیعت کی تھی' اب اگر تم پر یہ پوشیدگی کھل گئی ہو تو تم جانو' [3] ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا آج زمین پر جتنے ہیں ان سب سے افضل تم لوگ ہو۔ آپ فرماتے ہیں اگر میری آنکھیں ہوتیں تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا دیتا' [4]

حضرت سفیان فرماتے ہیں اس جگہ کی تعیین میں بڑا اختلاف ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جن لوگوں نے اس بیعت میں شرکت کی ہے ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا [5] اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جن لوگوں نے اس درخت تلے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے سب جنت میں جائیں گے' مگر سرخ اونٹ والا' ہم جلدی سے دوڑے دیکھا تو ایک شخص اپنے کھوئے ہوئے اونٹ کی تلاش میں تھا' ہم نے کہا چل بیعت کر' اس نے جواب دیا کہ بیعت سے زیادہ نفع تو اس میں ہے کہ میں اپنا گم شدہ اونٹ پا لوں۔ [6] مسند احمد میں ہے آپ نے فرمایا کون ہے جو ثنية المرار پر چڑھ جائے اس سے وہ دور ہو جائے گا جو بنی اسرائیل سے دور ہوا؟۔ پس سب سے پہلے قبیلہ خزرج کے ایک صحابی اس پر چڑھ گئے پھر تو اور لوگ بھی پہنچ گئے' پھر آپ نے فرمایا تم سب بخشے جاؤ گے مگر سرخ اونٹ والا ہم اس کے پاس آئے اور اس سے کہا تیرے لئے رسول اللہ ﷺ سے استغفار طلب کریں تو اس نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم مجھے میرا اونٹ مل جائے تو میں زیادہ خوش ہوں بہ نسبت اس کے کہ

---

[1] [سورة الفتح : آیت ٢٤]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب غزوة ذی قرد و غیرها (١٨٠٧)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة الحديبيه (٤١٦٢) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب استحباب مبايعة الامام الجيش عند ارادة القتال (١٨٥٩)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة الحديبيه (٤١٥٤) صحیح مسلم : کتاب الامارة (١٨٥٦ ـ ٧١)]

[5] [صحیح : مسند احمد (٣/ ٣٥٠) ابو داود : کتاب السنة : باب فی الخلفاء (٤٦٥٣) ترمذی (٣٨٦٠)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مهدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[6] [ضعیف : ابن ابی حاتم ، ترمذی : کتاب المناقب (٣٨٦٣)] اس کی سند میں خداش بن عیاش ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

تمہارے صاحب میرے لئے استغفار کریں' یہ شخص اپنا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ رہا تھا' [1] حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زبانی یہ سنا کہ اس بیعت والے دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے تو کہا ہاں ہوں گے آپ نے انہیں روک دیا تو مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے آیت ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ [2] پڑھی یعنی تم میں سے ہر شخص کو اس پر وارد ہونا ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد ہی فرمان باری ہے ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ﴾ [3] یعنی پھر ہم تقویٰ والوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل اس میں گرا دیں گے (مسلم) [4] حضرت حاطب بن ابو بلتعہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت حاطب کی شکایت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! حاطب ضرور جہنم میں جائیں گے آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے وہ جہنمی نہیں وہ بدر میں اور حدیبیہ میں موجود رہا ہے۔ [5] ان بزرگوں کی ثناء بیان ہو رہی ہے کہ یہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کے ہاتھ ہیں' اس بیعت کو توڑنے والا اپنا ہی نقصان کرنے والا ہے اور اسے پورا کرنے والا بڑے اجر کا مستحق ہے جیسے فرمایا ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [6] الخ' یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جبکہ انہوں نے درخت تلے تجھ سے بیعت کی ان کے دلی ارادوں کو اس نے جان لیا پھر ان پر دلجمعی نازل فرمائی اور قریب کی فتح سے انہیں سرفراز کیا۔

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ۝ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

جو بدوی لوگ پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے وہ اب تجھ سے کہیں گے کہ ہم اپنے مالوں اور بال بچوں میں لگے رہ گئے پس

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب صفات المنافقین و احکامھم (۲۷۸۵)]

[2] [سورۃ مریم : آیت ۷۱] [3] [سورۃ مریم : آیت ۷۲]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابۃ : باب من فضائل اصحاب الشجرۃ (۲۴۹۶)]

[5] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابۃ : باب من فضائل حاطب بن ابی بلتعه و اهل بدر (۲۴۹۵-۱۶۲)]

[6] [سورۃ الفتح : آیت ۱۸]

آپ ہمارے لئے مغفرت طلب کیجئے یہ تو اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے' تو جواب دے کہ تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا بھی اختیار کون رکھتا ہے؟ اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو یا تمہیں کوئی نفع دینا چاہے تو بلکہ تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ خوب باخبر ہے ○ نہیں بلکہ تم نے تو یہ گمان کر رکھا تھا کہ پیغمبر اور مسلمانوں کا اپنے گھروں کی طرف لوٹ کر آنا قطعاً ناممکن ہے اور یہی خیال تمہارے دلوں میں رچ گیا تھا اور تم نے برا گمان کر رکھا تھا دراصل تم لوگ بھی ہو ہلاکت والے ○ جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے بھی ایسے کافروں کیلئے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے ○ زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کیلئے ہے' جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے' اللہ بڑا بخشنے والا بہت مہربان ہے ○

جہاد سے پیچھے رہنے والوں کا عذر گھڑنا: جو اعراب لوگ جہاد سے جی چرا کر رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر' موت کے ڈر کے مارے گھر سے نہ نکلے تھے اور جانتے تھے کہ کفر کی زبردست طاقت ہمیں چکنا چور کر دے گی' اور جو اتنی بڑی جماعت سے ٹکر لینے گئے ہیں یہ تباہ ہو جائیں گے بال بچوں سے ترس جائیں گے اور وہیں کاٹ ڈالے جائیں گے' جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ کے رسول ﷺ مع اپنی پاکباز مجاہدین کی جماعت کے ہنسی خوشی واپس آ رہے ہیں تو اپنے دل میں مسودے گانٹھنے لگے کہ اپنی مشیخت بنی رہے' یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو پہلے ہی سے خبردار کر دیا کہ یہ بدظن لوگ آ کر اپنے ضمیر کے خلاف اپنی زبان کو حرکت دیں گے اور عذر پیش کریں گے کہ حضور ﷺ! ہم بال بچوں اور کام کاج کی وجہ سے نکل نہ سکے ورنہ ہم تو ہر طرح کے تابع فرمان ہیں' ہماری جان تک حاضر ہے' اپنی مزید ایمانداری کے اظہار کے لئے یہ بھی کہہ دیں گے کہ حضرت آپ ہمارے لئے استغفار کیجئے۔ تو آپ انہیں جواب دے دینا کہ تمہارا معاملہ سپرد اللہ ہے وہ دلوں کے بھید سے واقف ہے اگر وہ تمہیں نقصان پہنچائے تو کون ہے جو اسے دفع کر سکے؟ اور اگر وہ تمہیں نفع دینا چاہے تو کون ہے جو اسے روک سکے؟ تصنع اور بناوٹ سے تمہاری ایمانداری اور نفاق سے وہ بخوبی آگاہ ہے' ایک ایک عمل سے وہ باخبر ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں' دراصل تمہارا پیچھے رہ جانا کسی عذر کے باعث نہ تھا بلکہ بطور نافرمانی کے ہی تھا۔ صاف طور پر تمہارا نفاق اس کا باعث تھا تمہارے دل ایمان سے خالی ہیں اللہ پر بھروسہ نہیں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں بھلائی کا یقین نہیں اس وجہ سے تمہاری جانیں تم پر گراں ہیں' تم اپنی نسبت تو کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت بھی یہی خیال کرتے تھے کہ یہ قتل کر دیئے جائیں گے ان کی بھوسی اڑا دی جائے گی ان میں سے ایک بھی نہ بچ سکے گا جو ان کی خبر تو لا کر دے' ان بدخیالیوں نے تمہیں نامرد بنا رکھا تھا' تم دراصل برباد شدہ لوگ ہو' کہا گیا ہے کہ "بُـوْرًا" لغت عمان ہے۔ جو شخص اپنا عمل خالص نہ کرے اپنا عقیدہ مضبوط نہ بنا لے اسے اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ میں عذاب کرے گا' گو وہ دنیا میں بخلاف اپنے باطن کے ظاہر کرتے رہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ملک میں اپنی شہنشاہی اور اپنے اختیارات کا بیان فرماتا ہے کہ مالک متصرف وہی ہے بخشش اور عذاب پر قادر وہ ہے' لیکن ہے غفور اور رحیم جو بھی اس کی طرف جھکے وہ اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے

اور جو اس کا در کھٹکھٹائے وہ اس کیلئے اپنا دروازہ کھول دیتا ہے خواہ کتنے ہی گناہ کئے ہوں جب توبہ کرے اللہ قبول فرما لیتا ہے اور گناہ بخش دیتا ہے بلکہ رحم اور مہربانی سے پیش آتا ہے۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾

جب تم غنیمتیں لینے کے لیے جانے لگو گے تو جھٹ سے یہ پیچھے چھوڑے ہوئے لوگ کہنے لگیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دیجئے' چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں تو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی فرما چکا ہے کہ تم ہرگز ہرگز ہماری پیروی نہ کرو گے' وہ اس کا جواب دیں گے کہ نہیں نہیں بلکہ تم ہمارا حسد کرتے ہو' اصل بات یہ ہے کہ انہیں سمجھ بہت ہی کم ہے ○

مالِ غنیمت کے خواہش مند: ارشاد الٰہی ہے کہ جن بدوی لوگوں نے حدیبیہ میں اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا ساتھ نہ دیا جب حضور ﷺ کو اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خیبر کی فتح کے موقعہ پر مال غنیمت سمیٹنے کیلئے جاتے ہوئے دیکھیں گے تو آرزو کریں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے لو' مصیبت کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے راحت کو دیکھ کر شامل ہونا چاہتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انہیں ہرگز ساتھ نہ لینا' جب یہ جنگ سے جی چرائیں تو پھر غنیمت میں حصہ کیوں لیں؟ اللہ تعالیٰ نے خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ اہل حدیبیہ سے کیا ہے نہ کہ ان سے جو کٹھن وقت پر ساتھ نہ دیں اور آرام کے وقت مل جائیں' ان کی چاہت ہے کہ کلام الٰہی کو بدل دیں' یعنی اللہ نے تو صرف حدیبیہ کی حاضری والوں سے وعدہ کیا تو یہ چاہتے ہیں کہ باوجود غیر حاضری کے اللہ کے اس وعدے میں مل جائیں تاکہ وہ بھی بدلا ہوا ثابت ہو جائے' [1] ابن زید کہتے ہیں مراد اس سے یہ حکم الٰہی ہے ﴿فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ﴾ [2] الخ' یعنی اے نبی ﷺ! اگر تمہیں اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے اور وہ تم سے جہاد کیلئے نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم ان سے کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہ نکلو اور میرے ساتھ ہو کر دشمن سے نہ لڑو تم وہی ہو کہ پہلی مرتبہ ہم سے پیچھے رہ جانے میں ہی خوش رہے بس اب ہمیشہ بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو' لیکن اس قول میں نظر ہے اس لئے کہ یہ آیت سورۂ براءت کی ہے جو غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور غزوہ تبوک غزوہ حدیبیہ کے بہت بعد کا ہے' ابن جریج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد اس سے ان منافقوں کا مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ ملا کر جہاد سے باز رکھنا ہے۔ فرماتا ہے کہ انہیں ان کی اس آرزو کا جواب دو کہ تم ہمارے ساتھ چلنا چاہو اس سے پہلے اللہ یہ وعدہ اہل حدیبیہ سے کر چکا ہے اس لئے تم ہمارے ساتھ نہیں چل

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۳/۱۱)] [2] [سورۃ التوبہ : آیت ۸۳]

سکتے۔اب وہ طعنہ دیں گے کہ اچھا ہمیں معلوم ہو گیا تم ہم سے جلتے ہو تم نہیں چاہتے کہ غنیمت کا حصہ تمہارے سوا کسی اور کو ملے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دراصل یہ ان کی ناسمجھی ہے اور اسی ایک پر کیا موقوف ہے یہ لوگ سراسر بے سمجھ ہیں۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾

رکوع ۲ / ۱۰

تم پیچھے رہے ہوئے بدویوں سے کہہ دو کہ عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ تم ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔پس اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بہتر بدلہ دے گا اور اگر تم نے منہ پھیر لیا جیسا کہ اس سے پہلے تم منہ پھیر چکے ہو تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا ○ اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرے اسے اللہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے درختوں تلے چشمے جاری ہیں اور جو منہ پھیر لے اسے دردناک عذاب کرے گا ○

وہ سخت لڑاکا قوم جن سے لڑنے کی طرف یہ بلائے جائیں گے کونسی قوم ہے؟ اس میں کئی اقوال ہیں ایک تو یہ ہے کہ اس سے مراد قبیلہ ہوازن ہے، دوسرے یہ کہ اس سے مراد قبیلہ ثقیف ہے، تیسرا یہ کہ اس سے مراد قبیلہ بنو حنیفہ ہے، چوتھے یہ کہ اس سے مراد اہل فارس ہیں، پانچویں یہ کہ اس سے مراد رومی ہیں، چھٹے یہ کہ اس سے مراد بت پرست ہیں بعض فرماتے ہیں اس سے مراد کوئی خاص قبیلہ یا گروہ نہیں بلکہ مطلق جنگجو قوم مراد ہے جو ابھی تک مقابلہ میں نہیں آئی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد کرد لوگ ہیں۔ایک مرفوع حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ایک ایسی قوم سے نہ لڑو جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی ناک بیٹھی ہوئی ہوگی، ان کے منہ مثل تہ بہ تہ ڈھالوں کے ہوں گے، (1) حضرت سفیان فرماتے ہیں اس سے مراد ترک ہیں، ایک اور حدیث میں ہے کہ تمہیں ایک قوم سے جہاد کرنا پڑے گا جن کی جوتیاں بال دار ہوں گی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد کرد لوگ ہیں، پھر فرماتا ہے کہ ان سے جہاد وقتال تم پر مشروع کر دیا گیا ہے اور یہ حکم باقی رہے گا، اللہ تعالیٰ ان پر تمہاری مدد کرے گا یا یہ کہ وہ خود بخود بغیر لڑے بھڑے دین اسلام قبول کر لیں

---

(1) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل (۲۹۱۲) صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب قتال الترك (۲۹۲۸) ، (۲۹۲۹) ابن ماجه (۴۰۹۶) ابو داؤد (۴۳۰۴) ترمذی (۲۲۱۵) مسند احمد (۲/۲۳۹)]

گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اگر تم مان لو گے اور جہاد کیلئے اٹھ کھڑے ہو جاؤ گے اور حکم کی بجا آوری کرو گے تو تمہیں بہت ساری نیکیاں ملیں گی اور اگر تم نے وہی کیا جو حدیبیہ کے موقع پر کیا تھا یعنی بزدلی سے بیٹھے رہے جہاد میں شرکت نہ کی احکام کی تعمیل سے جی چرایا تو تمہیں المناک عذاب ہوگا۔ جہاد کے ترک کرنے کے جو صحیح عذر ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے پس دو عذر تو وہ بیان فرمائے جو لازمی ہیں یعنی اندھا پن اور لنگڑا پن' اور ایک عذر وہ بیان فرمایا جو عارضی ہے جیسے بیماری کہ چند دن رہی پھر چلی گئی۔ پس یہ بھی اپنی بیماری کے زمانہ میں معذور ہیں۔ ہاں تندرست ہونے کے بعد یہ معذور نہیں۔ پھر جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ و رسول ﷺ کا فرمانبردار جنتی ہے اور جو جہاد سے بے رغبتی کرے اور دنیا کی طرف سراسر متوجہ ہو جائے' معاش کے پیچھے معاد کو بھول جائے اس کی سزا دنیا میں ذلت اور آخرت میں دکھ کی مار ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی ○ اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ حاصل کریں گے اللہ غالب ہے حکمت والا ہے ○

چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم اور بیعت رضوان: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ بیعت کرنے والے چودہ سو کی تعداد میں تھے اور یہ درخت ببول کا تھا جو حدیبیہ کے میدان میں تھا' صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حج کو گئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جگہ نماز ادا کر رہے ہیں' پوچھا کیا بات ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ ﷺ سے بیعت الرضوان ہوئی تھی' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر یہ قصہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا میرے والد صاحب بھی ان بیعت کرنے والوں میں تھے ان کا بیان ہے کہ بیعت کے دوسرے سال ہم وہاں گئے لیکن ہم سب کو بھلا دیا گیا وہ درخت ہمیں نہ ملا' پھر حضرت سعید فرمانے لگے تعجب ہے کہ اصحاب رسول ﷺ خود بیعت کرنے والے تو اس جگہ کو نہ پا سکیں انہیں معلوم نہ ہو لیکن تم لوگ جان لو گویا تم اصحاب رسول ﷺ سے بھی زیادہ جاننے والے ہو۔ [1] پھر فرمایا ہے ان کی دلی صداقت' نیت' وفا اور سننے اور جاننے کی عادت کو اللہ نے معلوم کر لیا پس ان کے دلوں میں اطمینان ڈال دیا اور قریب کی فتح انعام فرمائی۔ یہ فتح وہ صلح ہے جو حدیبیہ کے میدان میں ہوئی جس سے عام بھلائی حاصل ہوئی اور جس کے قریب ہی خیبر فتح ہوا پھر تھوڑے ہی زمانے کے بعد مکہ بھی فتح ہو گیا پھر اور قلعے اور علاقے بھی فتح ہوتے چلے گئے۔ اور وہ عزت و نصرت' فتح

---

[1] [صحیح : صحيح بخاری : كتاب المغازی : باب غزوة الحديبيه (٤١٦٣)]

وظفر واقبال اور رفعت حاصل ہوئی کہ دنیا انگشت بدنداں حیران و پریشان رہ گئی۔ اسی لئے فرمایا کہ بہت سی غنیمتیں عطا فرمائے گا۔ سچے غلبے والا اور کامل حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے ہم حدیبیہ کے میدان میں دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے ندا کی کہ لوگو! بیعت کے لیے آگے بڑھو روح القدس آچکے ہیں۔ ہم بھاگے دوڑے حاضر حضور ﷺ ہوئے' آپ اس وقت ببول کے درخت تلے تھے ہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جس کا ذکر آیت ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ﴾ الخ' میں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ نے اپنا ہاتھ دوسرے پر رکھ کر خود ہی بیعت کر لی' تو ہم نے کہا عثمان رضی اللہ عنہ بڑے خوش نصیب رہے کہ ہم تو یہاں پڑے ہیں اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ یہ سن کر جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا بالکل ناممکن ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ ہم سے پہلے طواف کر لے گو کئی سال تک وہاں رہے۔ (1)

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ
النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾
وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا
نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ښ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ
تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ
مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت ساری غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے پس یہ تو تمہیں جلدی ہی عطا فرما دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے' تاکہ مومنوں کے لئے یہ ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ وہ تمہیں سیدھی راہ چلائے ○ اور تمہیں اور غنیمتیں بھی دے جن پر اب تک تم نے قابو نہیں پایا اللہ نے انہیں اپنے قابو میں رکھا ہے' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اور اگر تم سے کافر جنگ کرتے تو البتہ پیٹھ دکھا کر بھاگتے پھر نہ تو کوئی کارساز پاتے نہ مددگار ○ اللہ کے اس قاعدے کے مطابق جو پہلے سے چلا آیا ہے' تو کبھی بھی اللہ کے قاعدے کو بدلا ہوا نہ پائے گا ○ وہی ہے جس نے خاص مکہ میں کافروں کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک لیا۔ اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر فتح یاب کر دیا تھا' تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے ○

کفار کے برے ارادوں کی ناکامی: ان بہت سی غنیمتوں سے مراد آپ کے زمانے اور بعد کی سب غنیمتیں ہیں جلدی کی غنیمت سے مراد خیبر کی غنیمت ہے اور حدیبیہ کی صلح ہے' (2) اس اللہ کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ کفار کے بد ارادوں کو اس نے پورا نہ ہونے دیا' نہ مکے کے کافروں کے' نہ منافقوں کے جو تمہارے پیچھے

---

(1) [**ضعیف** : اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔]

(2) [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۱/۱۱)]

مدینے میں رہے تھے نہ یہ تم پر حملہ آور ہو سکے نہ وہ تمہارے بال بچوں کو ستا سکے یہ اس لئے کہ مسلمان اس سے عبرت حاصل کریں اور جان لیں کہ اصل حافظ و ناصر اللہ ہی ہے پس دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت سے ہمت نہ ہار دیں اور یہ بھی یقین کر لیں کہ ہر کام کے انجام کا علم اللہ ہی کو ہے بندوں کے حق میں بہتری یہی ہے کہ وہ اس کے فرمان پر عامل رہیں اور اسی میں اپنی خیریت سمجھیں گو وہ فرمان بظاہر خلاف طبع ہو بہت ممکن ہے کہ تم جسے ناپسند رکھتے ہو وہی تمہارے حق میں بہتر ہو وہ تمہاری حکم بجا آوری اور اتباع رسول ﷺ اور سچی جاں نثاری کے عوض راہ مستقیم دکھائے گا اور دیگر غنیمتیں اور فتح مندیاں بھی عطا فرمائے گا جو تمہارے بس کی نہیں لیکن اللہ خود تمہاری مدد کرے گا اور ان مشکلات کو تم پر آسان کر دے گا سب چیزیں اللہ کے بس میں ہیں وہ اپنا ڈر رکھنے والے بندوں کو ایسی جگہ سے روزیاں پہنچاتا ہے جو کسی کے خیال میں تو کیا خود ان کے اپنے خیال میں بھی نہ ہوں؟ اس غنیمت سے مراد خیبر کی غنیمت ہے جس کا وعدہ صلح حدیبیہ میں پنہاں تھا یا مکہ کی فتح ہے یا فارس اور روم کے مال ہیں یا وہ تمام فتوحات ہیں جو قیامت تک مسلمانوں کو حاصل ہوں گی۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو خوشخبری سناتا ہے کہ وہ کفار سے مرعوب و خائف نہ ہوں اگر کافر مقابلہ پر آئے تو اللہ اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی مدد کرے گا۔ اور ان بے ایمانوں کو شکست فاش دے گا یہ پیٹھ دکھائیں گے اور منہ پھیر لیں گے اور کوئی والی اور مددگار بھی انہیں نہ ملے گا اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے آئے ہیں اور اس کے ایماندار بندوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ یہی اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ جب کفر و ایمان کا مقابلہ ہو وہ ایمان کو کفر پر غالب کرتا ہے اور حق کو ظاہر کر کے باطل دبا دیتا ہے جیسے کہ بدر والے دن بہت سے کافروں کو جو باسامان تھے چند مسلمانوں کے مقابلہ میں جو بے سروسامان تھے شکست فاش دی۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے میرے احسان کو بھی نہ بھولو میں نے مشرکوں کے ہاتھ تم تک نہ پہنچنے دیئے اور تمہیں بھی مسجد حرام کے پاس لڑنے سے روک دیا اور تم میں اور ان میں صلح کرا دی جو دراصل تمہارے حق میں سراسر بہتری ہے کیا دنیا کے اعتبار سے اور کیا آخرت کے اعتبار سے وہ حدیث یاد ہو گی جو اسی سورت کی تفسیر میں بروایت حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ گزر چکی ہے کہ جب ستر کافروں کو باندھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا انہیں جانے دو ان کی طرف سے ہی ابتدا ہو اور انہی کی طرف سے دوبارہ شروع ہو اسی بابت پر یہ آیت اتری مسند احمد میں ہے کہ اسی (۸۰) کافر ہتھیاروں سے آراستہ جبل تنعیم کی طرف سے چپ چپاتے موقعہ پا کر اتر آئے لیکن حضور ﷺ غافل نہ تھے آپ نے فوراً لوگوں کو آگاہ کر دیا سب گرفتار کر لئے گئے اور حضور ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے آپ نے ازراہ مہربانی ان کی خطا معاف فرما دی اور سب کو چھوڑ دیا اور نسائی میں بھی ہے حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس درخت کا ذکر قرآن میں ہے اس کے نیچے نبی ﷺ تھے ہم لوگ بھی آپ کے اردگرد تھے اس درخت کی شاخیں حضور ﷺ کی کمر سے لگ رہی تھیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے تھے حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھو اس پر سہیل نے حضور ﷺ کا

ہاتھ تھام لیا اور کہا ہم رحمٰن اور رحیم کو نہیں جانتے' ہمارے اس صلح نامے میں ہمارے دستور کے مطابق لکھوایئے' پس آپ نے فرمایا ﴿ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ﴾ لکھ لو' پھر لکھا یہ وہ ہے جس پر اللہ کے رسول محمد نے اہل مکہ سے صلح کی اس پر پھر سہیل نے آپ کا ہاتھ تھام کر کہا اگر آپ اللہ کے رسول ہی ہیں تو پھر ہم نے بڑا ظلم کیا اس صلح نامہ میں وہی لکھوایئے جو ہم میں مشہور ہے' تو آپ نے فرمایا لکھو یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ (ﷺ) نے اہل مکہ سے صلح کی اتنے میں تین نوجوان کفار ہتھیار بند آن پڑے آپ نے ان کے حق میں بددعا کی اللہ نے انہیں بہرہ بنا دیا ہم اٹھے اور ان سب کو گرفتار کر کے آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہیں کسی نے امن دیا ہے؟ یا تم کسی کی ذمہ داری پر آئے ہو؟ انہوں نے انکار کیا' لیکن باوجود اس کے آپ نے ان سے درگزر فرمایا اور انہیں چھوڑ دیا' اس پر یہ آیت ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ ﴾ الخ' نازل ہوئی (نسائی) [1]

ابن جریر میں ہے جب حضور ﷺ قربانی کے جانور لے کر چلے اور ذوالحلیفہ تک پہنچ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے نبی اللہ ﷺ! آپ ایک ایسی قوم کی بستی میں جا رہے [2] ہیں جو برسرپیکار ہیں اور آپ کے پاس نہ تو ہتھیار ہیں نہ اسباب' یہ سن کر آپ ﷺ نے آدمی بھیج کر مدینہ سے سب ہتھیار اور کل سامان منگوا لیا جب آپ مکہ کے قریب پہنچ گئے تو مشرکین نے آپ کو روکا کہ مکہ میں نہ آئیں آپ کو خبر دی کہ عکرمہ بن ابوجہل پانچ سو کا لشکر لے کر آپ پر چڑھائی کرنے کیلئے آ رہا ہے' آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے خالد! تیرا چچازاد بھائی لشکر لے کر آ رہا ہے' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر کیا ہوا؟ میں اللہ کی تلوار ہوں اور اس کے رسول کی' اسی دن سے آپ کا لقب سیف اللہ ہوا۔ مجھے آپ جہاں چاہیں اور جس مقابلہ میں چاہیں بھیجیں' چنانچہ عکرمہ کے مقابلہ کے لئے آپ روانہ ہوئے' گھاٹی میں دونوں کی مڈبھیڑ ہوئی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایسا سخت حملہ کیا کہ عکرمہ کے پاؤں نہ جمے اسے مکہ کی گلیوں تک پہنچا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ واپس آ گئے پھر دوبارہ تازہ دم ہو کر مقابلہ پر آیا' اب کی مرتبہ بھی شکست کھا کر مکہ کی گلیوں تک پہنچ گیا وہ پھر تیسری مرتبہ نکلا اس مرتبہ بھی یہی حشر ہوا' اسی کا بیان آیت ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ ﴾ [3] الخ' میں ہے' پس اللہ تعالیٰ نے باوجود حضور (ﷺ) کی ظفر مندی کے کفار کو بھی بچا لیا تاکہ جو مسلمان ضعفاء اور کمزور مکہ میں تھے انہیں اسلامی لشکر کے ہاتھوں کوئی گزند نہ پہنچے' لیکن اس روایت میں بہت کچھ نظر ہے' ناممکن ہے کہ یہ حدیبیہ والے واقعہ کا ذکر ہو اس لئے کہ اس وقت تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ مسلمان ہی نہ ہوئے تھے بلکہ مشرکین کے طلایہ کے یہ اس دن سردار تھے' جیسے کہ صحیح حدیث میں موجود ہے اور یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ عمرۃ القضا کا ہو۔ اس لئے کہ حدیبیہ کے صلح نامہ کی شرائط کے مطابق یہ طے شدہ امر تھا کہ اگلے سال حضور ﷺ آئیں عمرہ ادا کریں اور تین دن تک مکہ میں ٹھہریں' چنانچہ اسی قرارداد کے مطابق جب حضور ﷺ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد (۱۸۰۸-۱۳۳) مسند احمد (۱۲۲/۳) ترمذی : کتاب التفسیر (۳۲٦٤) ابو داؤد : کتاب الجهاد (۲٦۸۸)]

[2] [صحیح : مسند احمد (۸٦/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱٦۸۰۰)]

[3] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵٦/۱۱)]

تشریف فرما ہوئے تو کافروں نے آپ کو روکا نہیں نہ آپ سے جنگ وجدال کیا۔ اسی طرح یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہو اس لئے کہ فتح مکہ والے سال آپ اپنے ساتھ قربانیاں لے کر نہیں گئے تھے اس وقت تو آپ جنگی حیثیت سے گئے تھے لڑنے اور جہاد کرنے کی نیت سے تشریف لے گئے تھے' پس اس روایت میں کچھ خلل ہے' اور اس میں ضرور قباحت واقعہ ہوئی ہے خوب سوچ لینا چاہئے واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولیٰ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قریش نے اپنے چالیس یا پچاس آدمی بھیجے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے اردگرد گھومتے رہیں اور موقع پا کر کچھ نقصان پہنچائیں یا کسی کو گرفتار کر کے لے آئیں' یہاں سارے کے سارے پکڑ لئے گئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف فرما دیا اور سب کو چھوڑ دیا' انہوں نے آپ کے لشکر پر کچھ پتھر بھی پھینکے تھے اور کچھ تیر بھی چلائے تھے' [1] یہ بھی مروی ہے کہ ایک صحابی جنہیں ابن زنیم کہا جاتا تھا حدیبیہ کے ایک ٹیلے پر چڑھے تھے مشرکین نے تیر بازی کر کے ان کو شہید کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوار ان کے تعاقب میں روانہ کئے وہ ان سب کو جو تعداد میں بارہ سوار تھے گرفتار کر کے لے آئے آپ نے ان سے پوچھا کہ کوئی عہد و پیمان ہے؟ کہا نہیں' لیکن پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوڑ دیا اور اسی بارے میں آیت ﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾ الخ' نازل ہوئی۔ [2]

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ
مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ
فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ
لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ
عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا
وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٢٦﴾ ع

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے اور قربانی کے لئے موقوف رکھے ہوئے جانوروں کو قربان گاہ تک پہنچنے سے روک دیا' اگر (مکے میں) چند مسلمان مرد و عورت ایسے نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم انہیں پامال کر ڈالو اور بے خبری میں ایک گناہ کے مرتکب ہو جاؤ' (تو اسی وقت تمہیں لڑائی کی اجازت دے دی جاتی) یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے' اگر یہ مسلمان علیحدہ ہوتے تو یقیناً ہم ان میں سے کافروں کو المناک سزا دیتے ○ جبکہ کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلیت کی ہٹ اور حمیت کو پختہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس کی تسکین اور دل جمعی اپنے رسول اور ایمان والوں کو عطا فرمائی اور انہیں پرہیز گاری کی بات پر جما دیا در اصل یہی لوگ اس کے پورے

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر طبری (۳۱۵۵۶) مستدرک حاکم (۴۶۰/۳)]

[2] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۱۵۵۹) الدر المنثور للسیوطی (۸۷/۶)]

مسجد حرام کے حقیقی حقدار: مشرکین عرب جو قریش تھے اور جو ان کے ساتھ اس عہد پر تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کریں گے ان کی نسبت قرآن خبر دیتا ہے کہ دراصل یہ لوگ کفر پر ہیں، انہوں نے ہی تمہیں مسجد حرام بیت اللہ شریف سے روکا ہے، حالانکہ اصل حقدار اور زیادہ لائق بیت اللہ کے تم ہی لوگ تھے پھر ان کی سرکشی اور مخالفت نے انہیں اندھا کر دیا کہ اللہ کی راہ کی قربانیوں کو بھی قربان گاہ تک نہ جانے دیا، یہ قربانیاں تعداد میں ستر تھیں جیسے کہ عنقریب ان کا بیان آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر فرماتا ہے کہ سر دست تمہیں لڑائی کی اجازت نہ دینے میں یہ راز پوشیدہ تھا کہ ابھی چند کمزور مسلمان مکے میں ایسے ہیں جو ان ظالموں کی وجہ سے نہ اپنے ایمان کو ظاہر کر سکے ہیں نہ ہجرت کر کے تم میں مل سکے ہیں اور نہ تم انہیں جانتے ہو، تو یوں دفعتہً اگر تمہیں اجازت دے دی جاتی اور تم اہل مکہ پر چھاپہ مارتے تو وہ سچے پکے مسلمان بھی تمہارے ہاتھوں شہید ہو جاتے اور بے علمی میں تم ہی مستحق گناہ اور مستحق دیت بن جاتے، پس ان کفار کی سزا کو اللہ نے کچھ اور پیچھے ہٹا دیا تاکہ ان کمزور مسلمانوں کو چھٹکارا مل جائے اور بھی جن کی قسمت میں ایمان ہے وہ ایمان لے آئیں۔ اگر یہ مومن ان میں نہ ہوتے اگر یہ الگ الگ ہوتے تو یقیناً ہم تمہیں ان کفار پر اسی وقت غلبہ دے دیتے اور ان کا نام مٹا دیتے، حضرت جنید بن سبع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صبح کو میں کافروں کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑ رہا تھا لیکن اسی شام کو اللہ تعالیٰ نے میرا دل پھیر دیا میں مسلمان ہو گیا اور اب حضور ﷺ کے ساتھ ہو کر کفار سے لڑ رہا تھا، ہمارے ہی بارے میں یہ آیت ﴿ لَوْلَا رِجَالٌ ﴾ الخ، نازل ہوئی ہے، ہم کل نو شخص تھے سات مرد دو عورتیں (طبرانی) [1] اور روایت میں ہے کہ ہم تین مرد اور نو عورتیں تھیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر یہ مومن ان کافروں سے ملے جلے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اسی وقت مسلمانوں کے ہاتھوں ان کافروں کو سخت سزا دیتا یہ قتل کر دیئے جاتے۔

پھر فرماتا ہے جبکہ یہ کافر اپنے دلوں میں غیرت و حمیت جاہلیت کو جما چکے تھے صلح نامہ میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھنے سے انکار کر دیا حضور ﷺ کے نام کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھوانے پر انکار کر دیا، پس اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے نبی اور مومنوں کے دل کھول دیئے ان پر اپنی سکینت نازل فرما کر انہیں مضبوط کر دیا اور تقوے کے کلمے پر انہیں جما دیا یعنی ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ پر جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے اور جیسے کہ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں موجود ہے۔ [2] ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کرتا رہوں جب تک کہ وہ ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ نہ کہہ لیں جس نے ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ کہہ لیا اس نے مجھ سے اپنے مال کو اور اپنی جان کو بچا لیا مگر حق اسلام کی وجہ سے اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی

---

[1] [مسند ابو یعلی (١٥٦٠) طبرانی کبیر (٢٢٠٤) مجمع الزوائد (١٣٤٦)] امام ہیثمی ؒ کے نزدیک اس کے راوی ثقہ ہیں۔]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب التفسیر : تفسیر سورہ فتح (٣٢٦٥) مسند احمد (٣٣١/٤) تفسیر ابن جریر الطبری (١٠٣/٢٦)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

کتاب میں نازل فرمایا۔ ایک قوم کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَـهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ [1] یعنی ان سے کہا جاتا تھا کہ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے یہاں مسلمانوں کی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہی اس کے زیادہ حقدار اور یہی اس کے قابل بھی تھے۔ یہ کلمہ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ہے انہوں نے اس سے تکبر کیا اور مشرکین قریش نے اسی سے حدیبیہ والے دن تکبر کیا پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے ان سے ایک مدت معینہ تک کیلئے صلح نامہ مکمل کر لیا' ابن جریر میں بھی یہ حدیث ان ہی زیادتیوں کے ساتھ مروی ہے' لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پچھلے جملے راوی کے اپنے ہیں یعنی حضرت زہری رحمہ اللہ کا اپنا قول ہے جو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ گویا حدیث میں ہی ہے' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد اخلاص ہے' عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کلمہ یہ ہے ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ حضرت مسور رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ﴾ ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ مراد ہے' یہی قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد اللہ کی واحدانیت کی شہادت ہے جو تمام تقوے کی جڑ ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ بھی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے۔ حضرت عطا خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کلمہ تقوی ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ہے' حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مراد ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔

پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے' اسے معلوم ہے کہ مستحق خیر کون ہے؟ اور مستحق شر کون ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت اس طرح ہے ﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَلَوْ حَمِيْتُمْ كَمَا حَمُوْا لَفَسَدَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ﴾ یعنی کافروں نے جس وقت اپنے دل میں جاہلانہ ضد پیدا کر لی اس وقت تم بھی ان کی طرح ضد پر آ جاتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مسجد حرام میں فساد برپا ہو جاتا' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی اس قرأت کی خبر پہنچی تو بہت تیز ہوئے لیکن حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ میں حضور ﷺ کے پاس آتا جاتا رہتا تھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ کو سکھاتا تھا آپ اس میں سے مجھے بھی سکھاتے تھے' اس پر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ ذی علم اور قرآن دان ہیں آپ کو جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سکھایا ہے وہ پڑھیے اور سکھائیے (نسائی) [2] ان احادیث کا بیان جن میں حدیبیہ کا قصہ اور صلح کا واقعہ ہے' مسند احمد میں [3] حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت مروان بن حکم رضی اللہ عنہما فرماتے

---

[1] [سورہ الصافات : آیت ۳۵]

[2] [نسائی فی التفسیر (۵۲۵) مستدرك حاکم (۲/۲۲۵)] امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

[3] [حسن : مسند احمد (۴/۳۲۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۸۹۱۰)]

ہیں رسول اللہ ﷺ زیارت بیت اللہ کے ارادے سے چلے آپ کا ارادہ جنگ کا نہ تھا ستر اونٹ قربانی کے آپ کے ساتھ تھے کل ساتھی آپ کے سات سو تھے ایک ایک اونٹ دس دس آدمیوں کی طرف سے تھا' آپ جب عسفان پہنچے تو بشر بن سفیان کعبی رضی اللہ عنہ نے آپ کو خبر دی کہ یارسول اللہ ﷺ قریشیوں نے آپ کے آنے کی خبر پا کر مقابلہ کی تیاریاں شروع کر لی ہیں انہوں نے اونٹوں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنے ساتھ لے لئے ہیں اور چیتے کی کھالیں پہن لی ہیں اور عہد و پیمان کر لئے ہیں کہ وہ آپ کو اس طرح جبراً مکہ میں نہیں آنے دیں گے خالد بن ولید کو انہوں نے چھوٹا سا لشکر دے کر کراع غمیم تک پہنچا دیا' یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا افسوس! قریشیوں کو لڑائیوں نے کھا لیا کتنی اچھی بات تھی کہ وہ مجھے اور لوگوں کو چھوڑ دیتے اگر وہ مجھ پر غالب آجاتے تو ان کا مقصود پورا ہو جاتا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور لوگوں پر غالب کر دیتا تو پھر یہ لوگ بھی دین اسلام کو قبول کر لیتے اور اگر اس وقت بھی اس دین میں نہ آنا چاہتے تو مجھ سے لڑتے اور اس وقت ان کی طاقت بھی پوری ہوتی' قریشیوں نے کیا سمجھ رکھا ہے ؟قسم اللہ کی اس دین پر میں ان سے جہاد کرتا رہوں گا اور ان سے مقابلہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ یا تو اللہ مجھے ان پر کھلم کھلا غلبہ عطا فرما دے یا میری گردن کٹ جائے پھر آپ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ دائیں طرف حمص کے پیچھے سے اس راستہ پر چلیں جو ثنیۃ المرار کو جاتا ہے اور حدیبیہ مکہ کے نیچے کے حصے میں ہے۔ خالد والے لشکر نے جب دیکھا کہ حضور ﷺ نے راستہ بدل دیا تو یہ دوڑے ہوئے قریشیوں کے پاس گئے اور انہیں اس کی خبر دی' ادھر حضور ﷺ جب ثنیۃ المرار میں پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگ کہنے لگے اونٹنی تھک گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہ یہ تھکی نہ اس کے بیٹھ جانے کی عادت ہے اسے اس اللہ نے روک لیا ہے جس نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک لیا تھا۔ سنو! قریش آج مجھ سے جو مانگیں گے جس میں صلہ رحمی ہو میں انہیں دوں گا پھر آپ نے لشکریوں کو حکم دیا کہ وہ پڑاؤ کریں۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اس پوری وادی میں پانی نہیں آپ نے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر ایک صحابی کو دیا اور فرمایا اسے یہاں کے کسی کنویں میں گاڑ دو اس کے گاڑتے ہی پانی جوش مارتا ہوا ابل پڑا تمام لشکر نے پانی لے لیا اور وہ برابر بڑھتا چلا جا رہا تھا' جب پڑاؤ ہو گیا اور اطمینان سے بیٹھ گئے اتنے میں بدیل بن ورقاء اپنے ساتھ قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں کو لے کر آیا آپ نے اس سے وہی فرمایا جو بشر بن سفیان سے فرمایا تھا یہ لوٹ گیا اور جا کر قریش سے کہا کہ تم لوگوں نے حضور ﷺ کے بارے میں بڑی عجلت کی حضور ﷺ تم سے لڑنے کو نہیں آئے آپ تو صرف بیت اللہ کی زیارت کرنے اور اس کی عزت کرنے کو آئے ہیں تم اپنے فیصلے پر دوبارہ نظر ڈالو دراصل قبیلہ خزاعہ کے مسلم و کافر رسول اللہ ﷺ کے طرفدار تھے مکے کی خبریں انہی لوگوں سے آپ کو پہنچا کرتی تھیں' قریشیوں نے انہیں جواب دیا کہ گو آپ اسی ارادے سے آئے ہوں لیکن یوں اچانک تو ہم انہیں یہاں آنے نہیں دیں گے ورنہ لوگوں میں تو یہی باتیں ہوں گی کہ آپ مکہ میں گئے اور کوئی آپ کو روک نہ سکا۔ انہوں نے پھر مکرز بن حفص کو بھیجا یہ بنو عامر بن لوئی کے قبیلے میں سے تھا اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ عہد شکن شخص ہے اور اس سے بھی آپ نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے آنے والے دونوں اور شخصوں سے فرمایا تھا' یہ بھی لوٹ گیا

اور جا کر قریشیوں سے سارا واقعہ بیان کر دیا' قریشیوں نے پھر حلیس بن علقمہ کنانی کو بھیجا یہ ادھر ادھر کے مختلف لوگوں کا سردار تھا' اسے دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا یہ اس قوم سے ہے جو اللہ کے کاموں کی عظمت کرتی ہے اپنی قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو۔ اس نے جو دیکھا کہ ہر طرف سے قربانی کے نشان دار جانور آ جا رہے ہیں اور رک جانے کی وجہ سے ان کے بال اڑے ہوئے ہیں یہ تو وہیں سے حضور ﷺ کے پاس آئے بغیر لوٹ گیا اور جا کر قریش سے کہا اللہ جانتا ہے تمہیں حلال نہیں کہ تم انہیں بیت اللہ سے روکو اللہ کے نام کے جانور قربان گاہ سے رکے ہوئے ہیں، یہ سخت ظلم ہے۔ اتنے دن رکے رہنے سے ان کے بال تک اڑ گئے ہیں۔ میں اپنی آنکھوں دیکھ کر آ رہا ہوں۔ قریش نے کہا تو نرا اعرابی ہے خاموش ہو کر بیٹھ جا۔

اب انہوں نے مشورہ کر کے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا عروہ نے اپنے جانے سے پہلے کہا کہ اے قریشیو! جن جن کو تم نے وہاں بھیجا وہ جب واپس آئے تو ان سے تم نے کیا سلوک کیا یہ میں دیکھ رہا ہوں تم نے انہیں برا کہا ان کی بے عزتی کی ان پر تہمت رکھی ان سے بدگمانی کی' میری حالت تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں مثل باپ کے سمجھتا ہوں تم خوب جانتے ہو کہ جب تم نے ہائے وائے کی میں نے اپنی تمام قوم کو اکٹھا کیا اور جس نے میری بات مانی میں نے اسے اپنے ساتھ لیا اور تمہاری مدد کیلئے اپنی جان مال اور اپنی قوم کو لے کر آ پہنچا' سب نے کہا بیشک آپ سچے ہیں ہمیں آپ سے کسی قسم کی بدگمانی نہیں آپ جایئے۔ اب یہ چلا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر آپ کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگا کہ آپ نے ادھر ادھر کے کچھ لوگوں کو جمع کر لیا ہے اور آئے ہیں اپنی قوم کی شوکت و شان کو آپ ہی توڑنے کیلئے۔ سنیئے! یہ قریشی ہیں آج یہ مصمم ارادہ کر چکے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی ان کے ساتھ ہیں جو چیتوں کی کھالیں پہنے ہوئے ہیں وہ اللہ کو بیچ میں رکھ کر عہد و پیمان کر چکے ہیں کہ ہرگز ہرگز آپ کو اس طرح اچانک زبردستی مکہ میں نہیں آنے دیں گے' اللہ کی قسم مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ یہ لوگ جو اس وقت بھیڑ لگائے آپ کے اردگرد کھڑے ہوئے ہیں یہ لڑائی کے وقت ڈھونڈے سے بھی نہ ملیں گے' یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا' آپ اس وقت حضور ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آپ نے کہا جا لات کی وہ چوستا رہ' ہم اور رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں؟ عروہ نے حضور ﷺ سے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا ابوقحافہ کے بیٹے۔ تو کہنے لگا اگر مجھ پر تیرا احسان پہلے نہ ہوتا تو میں ضرور تجھے اس کا مزہ چکھاتا' اس کے بعد عروہ نے پھر کچھ کہنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی داڑھی میں ہاتھ ڈالا اس کی اس بے ادبی کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ برداشت نہ کر سکے' یہ حضور ﷺ کے پاس ہی کھڑے ہوئے تھے لوہا ان کے ہاتھ میں تھا' وہی اس کے ہاتھ پر مار کر فرمایا' اپنا ہاتھ دور رکھ تو حضور ﷺ کے جسم کو چھو نہیں سکتا۔ یہ کہنے لگا تو بڑا ہی بدزبان اور ٹیڑھا آدمی ہے۔ حضور ﷺ نے اس پر تبسم فرمایا۔ اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تیرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے؟ تو کہنے لگا غدار تو تو کل تک طہارت بھی نہ جانتا تھا۔ الغرض اسے بھی حضور ﷺ نے وہی جواب دیا جو اس کے پہلے والوں کو فرمایا اور یقین دلا دیا کہ ہم لڑنے کیلئے نہیں آئے۔ یہ واپس چلا اور اس نے یہاں کا یہ نقشہ دیکھا تھا کہ اصحاب رسول کس طرح

حضور ﷺ کے پروانے بنے ہوئے ہیں' آپ کے وضو کا پانی وہ ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں آپ کے تھوک کو اپنے ہاتھ میں لینے کیلئے وہ ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں' آپ کا کوئی بال گر پڑے تو ہر شخص لپکتا ہے کہ وہ اسے لے لے' جب یہ قریشیوں کے پاس پہنچا تو کہنے لگا اے قریش کی جماعت کے لوگو! میں کسریٰ کے ہاں اس کے دربار میں اور نجاشی کے ہاں اس کے دربار میں ہو آیا ہوں اللہ کی قسم میں نے ان بادشاہوں کی بھی وہ عظمت اور وہ احترام نہیں دیکھا جو محمد رسول اللہ ﷺ کا دیکھا ہے' آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم تو آپ کی وہ عزت کرتے ہیں کہ اس سے زیادہ ناممکن ہے' اب تم سوچ سمجھ لو اور اس بات کو یاد کر لو کہ اصحاب رسول ﷺ ایسے نہیں کہ اپنے نبی کو تمہارے ہاتھوں میں دے دیں' اب آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں مکہ والوں کے پاس بھیجنا چاہا' لیکن اس سے پہلے یہ واقعہ ہو چکا تھا کہ آپ نے ایک مرتبہ خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو اپنے اونٹ پر جس کا نام ثعلب تھا سوار کرا کر مکہ مکرمہ بھیجا تھا قریش نے اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دی تھیں اور خود قاصد کو بھی قتل کر ڈالتے لیکن احابیش قوم نے انہیں بچا لیا (شاید اس بنا پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں مجھے قتل نہ کر دیں کیونکہ وہاں میرے قبیلہ بنو عدی کا کوئی شخص نہیں جو مجھے ان قریشیوں سے بچانے کی کوشش کرے اس لئے کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجیں جو ان کی نگاہوں میں مجھ سے بہت زیادہ ذی عزت ہیں؟' چنانچہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں مکہ میں بھیجا کہ جا کر قریش سے کہہ دیں کہ ہم لڑنے کیلئے نہیں آئے بلکہ بیت اللہ شریف کی زیارت اور اس کی عظمت بڑھانے کو آئے ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہر میں قدم رکھا ہی تھا جو ابان بن سعید بن عاص آپ کو مل گئے اور اپنی سواری سے اتر کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آگے بٹھایا اور خود پیچھے بیٹھا اور اپنی ذمہ داری پر آپ کو لے چلا کہ آپ پیغام رسول ﷺ اہل مکہ کو پہنچا دیں' چنانچہ آپ وہاں گئے اور قریش کو یہ پیغام پہنچا دیا' انہوں نے کہا آپ تو آ ہی گئے ہیں آپ اگر چاہیں تو بیت اللہ کا طواف کر لیں لیکن ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب تک حضور ﷺ طواف نہ کر لیں ناممکن ہے کہ میں طواف کروں' قریش نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور انہیں واپس نہ جانے دیا ادھر لشکر اسلام میں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

زہری کی روایت میں ہے کہ پھر قریش نے سہیل بن عمرو کو آپ کے پاس بھیجا کہ تم جا کر صلح کر لو لیکن یہ ضروری ہے کہ اس سال آپ مکہ میں نہیں آ سکتے تاکہ عرب ہمیں یہ طعنہ نہ دے سکیں کہ وہ آئے اور تم روک نہ سکے' چنانچہ سہیل یہ سفارت لے کر چلا' جب حضور ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ قریشیوں کا ارادہ صلح کا ہو گیا جو اسے بھیجا ہے' اس نے حضور ﷺ سے باتیں شروع کیں اور دیر تک سوال جواب اور بات چیت ہوتی رہی شرائط صلح طے ہو گئیں صرف لکھنا باقی رہا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمانے لگے کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں' تو کہا پھر کیا وجہ ہے کہ ہم دینی معاملات میں اتنی کمزوری دکھائیں؟' حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمر اللہ کے رسول ﷺ کی رکاب تھامے رہو آپ اللہ کے سچے رسول ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو مجھے بھی کامل یقین ہے کہ آپ اللہ کے سچے

رسول ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پھر بھی صبر نہ ہو سکا خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسی طرح کہا' آپ نے جواب میں فرمایا سنو! میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کا غلام ہوں میں اس کا خلاف نہیں کر سکتا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے ضائع نہ کرے گا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہنے کو تو اس وقت جوش میں میں حضور ﷺ سے یہ سب کچھ کہہ گیا لیکن پھر مجھے بڑی ندامت ہوئی میں نے اس کے بدلے بہت روزے رکھے بہت سی نمازیں پڑھیں اور بہت سے غلام آزاد کئے اس سے ڈر کر کہ مجھے اس گستاخی کی کوئی سزا اللہ کی طرف سے نہ ہو' رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح نامہ لکھوانے کیلئے بلوایا اور فرمایا لکھو ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ اس پر سہیل نے کہا میں اسے نہیں جانتا یوں لکھئے ﴿بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ﴾ آپ نے فرمایا اچھا یونہی لکھو پھر فرمایا یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا اس پر سہیل نے کہا اگر میں آپ کو رسول مانتا تو آپ سے لڑتا ہی کیوں؟ یوں لکھئے کہ یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد بن عبداللہ (ﷺ) اور سہیل بن عمرو نے کیا اس بات پر کہ دس سال تک ہم میں کوئی لڑائی نہ ہو گی امن وامان سے رہیں گے' ایک دوسرے سے بچے ہوئے رہیں گے اور یہ کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے ولی کی اجازت کے بغیر چلا آئے گا آپ اسے واپس لوٹا دیں گے اور جو صحابی رسول ﷺ قریشیوں کے پاس چلا جائے وہ اسے نہیں لوٹائیں گے' ہم میں آپ میں لڑائیاں بند رہیں گی صلح قائم رہے گی طوق و زنجیر قید و بند بھی نہ ہو گا' اسی میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص محمد ﷺ کی جماعت اور آپ کے عہد و پیمان میں آنا چاہے وہ آ سکتا ہے اور جو شخص قریش کے عہد و پیمان میں آنا چاہے وہ بھی آ سکتا ہے' اس پر بنو خزاعہ جلدی سے بول اٹھے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان میں آئے ہیں اور بنو بکر نے کہا ہم قریشیوں کے ساتھ ان کے ذمہ میں ہیں' صلح نامہ میں یہ بھی تھا کہ اس سال آپ واپس لوٹ جائیں مکہ میں نہ آئیں' اگلے سال آئیں اس وقت ہم باہر نکل جائیں گے اور آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت آئیں تین دن مکہ میں ٹھہریں ہتھیار اتنے ہی ہوں جتنے ایک سوار کے پاس ہوتے ہیں ابھی صلح نامہ لکھا جا رہا تھا کہ سہیل کے لڑکے ابو جندل رضی اللہ عنہ لوہے کی بھاری زنجیروں میں جکڑے ہوئے گرتے پڑتے مکہ سے چھپتے چھپاتے بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ سے نکلتے ہوتے ہی فتح کا یقین کئے ہوئے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ خواب میں دیکھ چکے تھے اس لئے انہیں فتح ہونے میں ذرا سا بھی شک نہ تھا' یہاں آ کر انہوں نے جو یہ رنگ دیکھا کہ صلح ہو رہی ہے اور بغیر طواف کے بغیر زیارت بیت اللہ کے یہیں سے واپس ہونا پڑے گا رسول اللہ ﷺ پر دباؤ ڈال کر صلح کر رہے ہیں تو اس سے وہ بہت ہی پریشان خاطر تھے بلکہ قریب تھا کہ ہلاک ہو جائیں۔ یہ سب کچھ تو تھا ہی مزید برآں جب حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ جو مسلمان تھے اور جنہیں مشرکین نے قید کر رکھا تھا اور جن پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے یہ سن کر کہ حضور ﷺ آئے ہوئے ہیں کسی نہ کسی طرح موقعہ پا کر بھاگ آتے ہیں اور طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے حاضر حضور ﷺ ہوتے ہیں تو سہیل اٹھ کر انہیں طمانچے مارنے شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے اے محمد (ﷺ) میرے آپ کے درمیان تصفیہ ہو چکا ہے یہ اس کے بعد آیا ہے لہٰذا اس شرط کے مطابق میں

اسے واپس لے جاؤں گا' آپ جواب دیتے ہیں ہاں ٹھیک ہے سہیل کھڑا ہوتا ہے اور حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر گھسیٹتا ہوا انہیں لے کر چلتا ہے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ بلند آواز سے کہتے ہیں اے مسلمانو! مجھے مشرکوں کی طرف لوٹا رہے ہو؟ ہائے یہ میرا دین مجھ سے چھیننا چاہتے ہیں' اس واقعہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اور برافروختہ کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل رضی اللہ عنہ سے فرمایا ابو جندل صبر کر اور نیک نیت رہ اور طلب ثواب میں رہ' نہ صرف تیرے لئے ہی بلکہ تجھ جیسے جتنے کمزور مسلمان ہیں ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ راستے نکالنے والا ہے اور تم سب کو اس درد و غم' رنج والم ظلم و ستم سے چھڑوانے والا ہے' ہم چونکہ صلح کر چکے ہیں شرطیں طے ہو چکیں ہیں اس بنا پر ہم نے انہیں سردست واپس کر دیا ہے۔ ہم غداری کرنا' شرائط کے خلاف کرنا' عہد شکنی کرنا نہیں چاہتے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ ان کے پہلو بہ پہلو جانے لگے اور کہتے جاتے تھے ابو جندل رضی اللہ عنہ صبر کرو ان میں رکھا ہی کیا ہے؟ یہ مشرک لوگ ہیں ان کا خون مثل کتے کے خون کے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساتھ ہی ساتھ اپنی تلوار کی موٹھ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے جا رہے ہیں کہ وہ تلوار کھینچ لیں اور ایک ہی وار میں باپ کو آر پار کر دیں لیکن حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کا ہاتھ باپ پر نہ اٹھا۔ صلح نامہ مکمل ہو گیا فیصلہ پورا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام میں نماز پڑھتے تھے اور حلال ہونے کیلئے مضطرب تھے' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا اٹھو اپنی اپنی قربانیاں کر لو اور سر منڈوا لو لیکن ایک بھی کھڑا نہ ہوا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ آپ لوٹ کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمانے لگے لوگوں کو یہ کیا ہو گیا ہے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جس صدمے میں یہ ہیں آپ کو بخوبی معلوم ہے آپ ان سے کچھ نہ کہئے سیدھے اپنی قربانی کے جانور کے پاس جایئے اور اسے جہاں وہ ہو وہیں قربان کر دیجئے اور خود سر منڈوا لیجئے پھر تو ناممکن ہے کہ اور لوگ بھی یہی نہ کریں' آپ نے یہی کیا اب کیا تھا ہر شخص اٹھ کھڑا ہوا قربانی کو قربان کیا اور سر منڈوالیا آپ یہاں سے واپس چلے آدھا راستہ طے کیا ہو گا جو سورۂ فتح نازل ہوئی۔

یہ روایت صحیح بخاری شریف میں بھی ہے [1] اس میں ہے کہ آپ کے سامنے ایک ہزار کئی سو صحابہ رضی اللہ عنہم تھے' ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ نے قربانی کے اونٹوں کو نشان دار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا اور اپنے ایک جاسوس کو جو قبیلہ خزاعہ میں سے تھا تجسس کیلئے روانہ کیا۔ غدیر اشطاط میں آ کر اس نے خبر دی کہ قریش نے پورا مجمع تیار کر لیا ہے ادھر ادھر کے مختلف لوگوں کو بھی انہوں نے جمع کر لیا ہے اور ان کا ارادہ لڑائی کا اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا ہے آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا اب بتاؤ کیا ہم ان کے اہل و عیال پر حملہ کر دیں؟ اگر وہ ہمارے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی گردن کاٹ دی ہو گی' ورنہ ہم انہیں غمگین چھوڑ کر جائیں گے' اگر وہ بیٹھ رہیں گے تو اس غم و رنج میں رہیں گے اور اگر انہوں نے نجات پالی تو یہ گردنیں ہوں گی جو اللہ عزوجل نے کاٹ دی ہوں گی' دیکھو تو بھلا کتنا ظلم ہے کہ ہم نہ کسی سے لڑنے کو آئے نہ کسی اور ارادے سے آئے صرف بیت اللہ کے گھر کی زیارت کیلئے جا رہے ہیں

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٣٢٣/٤) صحیح بخاری (٢٧٣١)]

اور وہ ہمیں روک رہے ہیں بتاؤ ان سے ہم کیوں نہ لڑیں؟ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بیت اللہ کی زیارت کو نکلے ہیں آپ چلے چلئے ہمارا ارادہ جدال وقتال کا نہیں لیکن جو ہمیں اللہ کے گھر سے روکے گا ہم اس سے ضرور لڑیں گے خواہ کوئی ہو‘ آپ نے فرمایا بس اب اللہ کا نام لو اور چل کھڑے ہوؤ۔ کچھ اور چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالد بن ولید طلائیہ کا لشکر لے کر آ رہا ہے پس تم دائیں طرف کو ہو لو خالد کو اس کی خبر بھی نہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان کے کلے پر پہنچ گئے اب خالد دوڑا ہوا قریشیوں میں پہنچا اور انہیں اس سے مطلع کیا‘ اونٹنی کا نام اس روایت میں قصواء بیان ہوا ہے‘ اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ جو کچھ وہ مجھ سے طلب کریں گے میں دوں گا بشرطیکہ حرمت اللہ کی اہانت نہ ہو‘ پھر آپ نے اونٹنی کو للکارا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی‘ بدیل بن ورقاء خزاعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جا کر قریشیوں کو جواب پہنچاتا ہے تو عروہ بن مسعود ثقفی کھڑے ہو کر اپنا تعارف کرا کر جو پہلے بیان ہو چکا یہ بھی کہتا ہے کہ دیکھو اس شخص نے نہایت معقول اور واجبی بات کہی ہے اسے قبول کر لو‘ اور جب یہ خود حاضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر آپ کا یہی جواب آپ کے منہ سے سنتا ہے تو آپ سے کہتا ہے کہ سنئے! جناب دو ہی باتیں ہیں یا آپ غالب وہ مغلوب یا وہ غالب آپ مغلوب اگر پہلی ہی بات ہوئی تو بھی کیا ہوا آپ ہی کی قوم ہے آپ نے کسی کے بارے میں ایسا سنا ہے کہ جس نے اپنی قوم کا ستیا ناس کیا ہو؟ اور اگر دوسری بات ہوگی تو یہ جتنے آپ کے پاس ہیں میں تو دیکھتا ہوں کہ سارے ہی آپ کو چھوڑ چھاڑ کر دوڑ جائیں گے‘ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ جواب دیا جو پہلے گزر چکا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ والے بیان میں یہ بھی ہے کہ ان کے ہاتھ میں تلوار تھی اور سر پر خول تھا ان کے مارنے پر عروہ نے کہا غدار میں نے تو تیری غداری میں تیرا ساتھ دیا تھا‘ بات یہ ہے کہ پہلے یہ جاہلیت کے زمانہ میں کافروں کے ایک گروہ کے ساتھ تھے موقعہ پا کر انہیں قتل کر ڈالا اور ان کا مال لے کر حاضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے آپ نے فرمایا تمہارا اسلام تو میں منظور کرتا ہوں لیکن اس مال سے میرا کوئی تعلق نہیں‘ عروہ نے یہاں یہ منظر بھی بچشم خود دیکھا کہ آپ تھوکتے ہیں تو کوئی نہ کوئی صحابی لپک کر اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتا ہے اور اپنے چہرے پر اور جسم پر مل لیتا ہے آپ کے ہونٹوں کو جنبش ہوتے ہی فرمانبرداری کے لئے ایک سے ایک آگے بڑھتا ہے جب آپ وضو کرتے ہیں تو آپ کے اعضاء بدن سے گرے ہوئے پانی پر جو قریب ہوتا ہے یوں لپکتا ہے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم لڑ پڑیں‘ جب آپ بات کرتے ہیں تو بالکل سناٹا ہو جاتا ہے مجال نہیں جو کہیں سے چوں کی آواز بھی سنائی دے‘ حد تعظیم یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنکھ بھر کر آپ کے چہرہ منور کی طرف تکتے ہی نہیں بلکہ نیچی نگاہوں سے ہر وقت باادب رہتے ہیں‘ اس نے پھر واپس آ کر یہی حال ان قریشیوں کو سنایا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو انصاف وعدل کی بات پیش کر رہے ہیں اسے مان لو۔

بنو کنانہ کے جس شخص کو اس کے بعد قریش نے بھیجا اسے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ قربانی کے جانوروں کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اس لئے قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو اور اس کی طرف ہانک دو اس نے جو یہ منظر دیکھا ادھر صحابی کی زبانی لبیک کی صدائیں سنیں تو کہہ اٹھا کہ ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا نہایت لغو حرکت

ہے' اس میں یہ بھی ہے کہ مکرز کو دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ ایک تاجر شخص ہے' ابھی یہ بیٹھا باتیں کر ہی رہا تھا جو سہیل آ گیا اسے دیکھ کر حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا لو اب کام سہل ہو گیا' اس نے جب ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھنے پر اعتراض کیا تو مسلمانوں نے کہا اللہ کی قسم یہی لکھا جائے گا' لیکن آپ نے سہیل کی بات مان لی' جب لفظ رسول پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا واللہ! میں رسول ہی ہوں گو تم نہ مانو' یہ اس بناء پر کہ جب آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو آپ نے کہہ دیا تھا کہ یہ حرمات الٰہیہ کی عزت رکھتے ہوئے مجھ سے جو کہیں گے میں منظور کرلوں گا' آپ نے صلح نامہ لکھواتے ہوئے فرمایا کہ امسال ہمیں یہ بیت اللہ کی زیارت کر لینے دیں گے لیکن سہیل نے کہا یہ ہمیں منظور نہیں ورنہ لوگ کہیں گے کہ ہم دب گئے' اور کچھ نہ کر سکے' جب یہ شرط ہو رہی تھی کہ جو کافران میں سے مسلمان ہو کر حضور ﷺ کے پاس چلا آئے آپ اسے واپس کر دیں گے' اس پر مسلمانوں نے کہا سبحان اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ وہ مسلمان ہو کر آئے اور ہم اسے کافروں کو سونپ دیں' یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے آ گئے' سہیل نے کہا اسے واپس کیجئے آپ نے فرمایا ابھی تو صلح نامہ مکمل نہیں ہوا میں اسے کیسے واپس کر دوں؟ اس نے کہا پھر تو اللہ کی قسم میں کسی طرح اور کسی شرط پر صلح کرنے میں رضامند نہیں ہوں' آپ نے فرمایا تم خود مجھے خاص اس کی بابت اجازت دے دو اس نے کہا میں اس کی اجازت بھی نہیں دوں گا آپ نے دوبارہ فرمایا لیکن اس نے پھر بھی انکار کر دیا مگر مکرز نے کہا ہاں ہم آپ کو اس کی اجازت دیتے ہیں' اس وقت حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے فریاد کی۔ ان بیچاروں کو مشرکین بڑی سخت سنگین سزائیں کر رہے تھے' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر حضور ﷺ ہوئے اور وہ کہا جو پہلے گزر چکا' پھر پوچھا کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف بھی کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ تو میں نے کہا ہے لیکن یہ تو نہیں کہا کہ یہ اسی سال ہو گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں یہ تو آپ نے نہیں فرمایا تھا آپ نے فرمایا بس تو تم وہاں جاؤ گے ضرور اور بیت اللہ کا طواف کرو گے۔ ضرور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہی کہا جس کا بیان اوپر گزرا ہے اس میں اتنا اور ہے کہ کیا حضور ﷺ اللہ کے رسول نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں ہیں' پھر میں نے حضور ﷺ کی پیشین گوئی کا اسی طرح ذکر کیا اور وہی جواب مجھے ملا جو ذکر ہوا۔ جو جواب خود رسول کریم ﷺ نے دیا تھا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے اونٹ کو نحر کیا اور نائی کو بلوا کر سر منڈوا لیا پھر تو سب صحابہ رضی اللہ عنہم ایک ساتھ کھڑے ہو گئے اور قربانیوں سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کا سر خود مونڈنے لگے اور مارے غم اور اژدھام کے قریب تھا کہ آپس میں لڑ پڑیں۔ اس کے بعد ایمان والی عورتیں حضور ﷺ کے پاس آئیں جن کے بارے میں یہ آیت ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ﴾ [1] الخ نازل ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم کے تحت اپنی دو مشرکہ بیویوں کو اسی دن طلاق دے دی جن میں سے ایک نے معاویہ بن ابو سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری

---

[1] [سورۃ الممتحنہ : آیت ۱۰]

نے صفوان بن امیہ سے نکاح کر لیا۔ آنحضرت ﷺ یہیں سے واپس لوٹ کر مدینہ شریف آ گئے۔

ابو بصیر رضی اللہ عنہ نامی ایک قریشی جو مسلمان تھے موقعہ پا کر مکہ سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ پہنچ گئے ان کے پیچھے ہی دو کافر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ عہد نامہ کی بنا پر اس شخص کو آپ واپس کیجئے ہم قریشیوں کے بھیجے ہوئے قاصد ہیں اور ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو واپس لینے کیلئے آئے ہیں' آپ نے فرمایا اچھی بات ہے میں اسے واپس کر دیتا ہوں چنانچہ آپ نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو انہیں سونپ دیا یہ انہیں لے کر چلے جب ذوالحلیفہ پہنچے کھجوریں کھانے لگے تو حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک شخص سے کہا' واللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی تلوار نہایت ہی عمدہ ہے۔ اس نے کہا ہاں بیشک بہت ہی اچھے لوہے کی ہے۔ میں نے بارہا اس کا تجربہ کر لیا ہے اس کی کاٹ کا کیا پوچھنا ہے؟ یوں کہتے ہوئے اس نے تلوار میان سے نکال لی' حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھا کر کہا ذرا مجھے دکھانا اس نے دے دی آپ نے ہاتھ میں لیتے ہی تول کر ایک ہی ہاتھ میں اس ایک کافر کا کام تمام کر دیا' دوسرا اس رنگ کو دیکھتے ہی مٹھیاں بند کر کے ایسا سرپٹ بھاگا کہ سیدھا مدینہ پہنچ کر دم لیا اسے دیکھتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا یہ بڑی گھبراہٹ میں ہے کوئی خوفناک منظر دیکھ چکا ہے' اتنے میں یہ قریب پہنچ گیا اور دہائیاں دینے لگا کہ رسول اللہ ﷺ میرا ساتھی تو مار ڈالا گیا اور میں بھی اب تھوڑے دم کا ہی مہمان ہوں دیکھئے وہ آیا اتنے میں حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمہ کو پورا کر دیا ہے آپ نے اپنے وعدے کے مطابق مجھے ان کے حوالے کر دیا' اب یہ اللہ تعالیٰ کی کریمی ہے کہ اس نے مجھے ان سے رہائی دلوائی' آپ نے فرمایا افسوس! یہ کیسا شخص ہے؟ یہ تو لڑائی کی آگ بھڑکانے والا ہے کاش کہ کوئی اسے سمجھائے دیتا' یہ سنتے ہی ابو بصیر رضی اللہ عنہ چونک گئے کہ معلوم ہوتا ہے آپ شاید دوبارہ مشرکین کے حوالے کر دیں گے' یہ سوچتے ہی حضور ﷺ کے پاس سے چلے گئے' مدینہ کو الوداع کہا اور لمبے قدموں سمندر کے کنارے کی طرف چل دیئے اور وہیں بود و باش شروع کر لی' یہ واقعہ مشہور ہو گیا' ادھر سے ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ جنہیں حدیبیہ میں اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے واپس کیا تھا وہ بھی موقعہ پا کر مکہ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور براہ راست حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے' اب یہ ہوا کہ مشرکین قریش میں سے جو بھی ایمان قبول کرتا سیدھا حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے پاس آ جاتا اور یہیں رہتا سہتا یہاں تک کہ ایک خاص معقول جماعت ایسے ہی لوگوں کی یہاں جمع ہو گئی اور انہوں نے یہ کرنا شروع کیا کہ قریشیوں کا جو قافلہ شام کی طرف جانے کے لئے نکلتا یہ اس سے جنگ کرتے جس میں قریشی کفار قتل بھی ہوئے اور ان کے مال بھی ان مہاجر مسلمانوں کے ہاتھ لگے یہاں تک کہ قریش تنگ آ گئے بالآخر انہوں نے اللہ کے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں آدمی بھیجا کہ حضور ﷺ ہم پر رحم فرما کر ان لوگوں کو وہاں سے اپنے پاس بلوا لیجئے ہم ان سب سے دستبردار ہوتے ہیں ان میں سے جو بھی آپ کے پاس آ جائے وہ امن میں ہے ہم آپ کو اپنی رشتہ داریاں یاد دلاتے ہیں اور اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ انہیں اپنے پاس بلوا لو' چنانچہ حضور ﷺ نے اس درخواست کو منظور فرما لیا اور ان حضرات کے پاس آدمی بھجوا کر

سب کو بلوالیا اللہ عزوجل نے آیت ﴿وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ﴾ الخ نازل فرمائی۔ ان کفار کی حمیت و جاہلیت یہ تھی کہ انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے دی، آپ کے نام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نہ لکھنے دیا، آپ کو بیت اللہ کی زیارت نہ کرنے دی۔

صحیح بخاری شریف کی کتاب التفسیر میں ہے حبیب بن ابوثابت رحمہ اللہ کہتے ہیں میں ابووائل کے پاس گیا تاکہ ان سے پوچھوں انہوں نے کہا ہم صفین میں تھے ایک شخص نے کہا کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا کہ وہ کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ پس حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں پس سہل بن حنیف نے کہا اپنی جانوں پر تہمت رکھو ہم نے اپنے آپ کو حدیبیہ والے دن دیکھا یعنی اس صلح کے موقعہ پر جو نبی ﷺ اور مشرکین کے درمیان ہوئی تھی اگر ہماری رائے لڑنے کی ہوتی تو یقیناً ہم لڑتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آکر کہا کہ کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ کیا ہمارے مقتول جنتی اور ان کے مقتول جہنمی نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں، کہا پھر ہم کیوں اپنے دین میں جھک جائیں اور لوٹ جائیں؟ حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے ہم میں ان میں کوئی فیصلہ کن کاروائی نہیں کی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب! میں اللہ کا رسول ہوں وہ مجھے کبھی بھی ضائع نہ کرے گا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوٹ آئے لیکن بہت غصے میں تھے وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یہی سوال وجواب یہاں بھی ہوئے اور سورۂ فتح نازل ہوئی، [1] بعض روایات میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو ابوجندل والے دن دیکھا کہ اگر مجھ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو لوٹانے کی قدرت ہوتی تو میں یقیناً لوٹا دیتا، اس میں یہ بھی ہے کہ جب سورۂ فتح اتری تو حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں یہ سورت انہیں سنائی، [2] مسند احمد کی روایت میں ہے کہ جس وقت یہ شرط طے ہوئی کہ ان کا آدمی انہیں واپس کیا جائے اور ہمارا آدمی وہ واپس نہ کریں تو حضور ﷺ سے کہا گیا کہ کیا ہم بھی یہ مان لیں؟ اور لکھ دیں آپ نے فرمایا ہاں، اس لئے کہ ہم میں سے جو ان میں جائے اسے اللہ ہم سے دور ہی رکھے (مسلم) [3] مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب خارجی نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے علیحدگی اختیار کی تو میں نے ان سے کہا رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ والے دن جب مشرکین سے صلح کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا لکھو یہ وہ شرائط صلح ہیں جن پر اللہ کے رسول محمد (ﷺ) نے صلح کی تو مشرکین نے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کے رسول مانتے تو آپ سے ہرگز نہ لڑتے تو آپ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ اسے مٹا دو۔ اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ اسے کاٹ دو اور لکھو یہ وہ شرائط ہیں جن پر صلح کی محمد بن عبداللہ (ﷺ) نے، اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت بہتر تھے،

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب اذ یبایعونك تحت الشجرہ (٤٨٤٤) صحیح مسلم : کتاب الجهاد والسیر (١٧٨٥) نسائی فی التفسیر (٥٢٤)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد (٤٨)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد (١٧٨٤) مسند احمد (٣/٢٦٨)]

پھر بھی آپ نے اس لکھے ہوئے کو کٹوایا اس سے کچھ آپ نبوت سے نہیں نکل گئے' [1] مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ والے دن ستر اونٹ قربان کیے جن میں ایک اونٹ ابوجہل کا بھی تھا' جب یہ اونٹ بیت اللہ سے روک دیئے گئے تو اس طرح نالہ وبکا کرتے تھے جیسے کسی سے اس کا دودھ پیتا بچہ الگ ہو گیا ہو۔ [2]

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو واقعہ خواب سچا کر دکھایا' کہ ان شاء اللہ تم یقیناً پورے امن و امان کے ساتھ مسجد حرام میں جاؤ گے سر منڈواتے ہوئے اور سر کے بال کتراتے ہوئے چین کے ساتھ نڈر ہو کر' وہ ان امور کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمہیں میسر کی ○ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین برحق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے ہر دین سے اوپر رکھے' اور اللہ تعالیٰ کافی ہے اظہار حق کرنے والا ○

اللہ نے پیغمبر کا خواب سچا کر دکھایا: رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ مکہ میں گئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ آپ نے اس کا ذکر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے مدینہ شریف میں ہی کر دیا تھا۔ حدیبیہ والے سال جب آپ عمرے کے ارادے سے چلے تو اس خواب کی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین کامل تھا کہ اس سفر میں ہی ہم کامیابی کے ساتھ اس خواب کا ظہور دیکھ لیں گے۔ وہاں جا کر جو رنگت بدلی ہوئی دیکھی یہاں تک کہ صلح نامہ لکھ کر بغیر زیارت بیت اللہ شریف واپس ہونا پڑا تو ان صحابہ رضی اللہ عنہم پر نہایت شاق گزرا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو خود حضور ﷺ سے یہ کہا بھی کہ آپ نے تو ہم سے فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف سے مشرف ہوں گے' آپ نے فرمایا صحیح ہے لیکن یہ تو میں نے نہیں کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں یہ تو نہیں فرمایا پھر جلدی کیا ہے؟ تم بیت اللہ میں جاؤ گے ضرور اترو گے طواف بھی یقیناً کرو گے۔ پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے یہی کہا اور ٹھیک یہی کہا اور ٹھیک یہی جواب پایا۔ اس آیت میں ﴿اِنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ ہے یہ استثنا کیلئے نہیں بلکہ تحقیق اور تاکید کیلئے ہے اس مبارک خواب کی تاویل کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھ لیا اور پورے امن و اطمینان کے ساتھ مکہ میں گئے اور وہاں جا کر احرام کھولتے ہوئے بعض نے اپنے سر منڈوا لئے اور بعض نے بال کتروائے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے لوگوں نے کہا حضرت کتروانے والوں پر بھی۔ آپ

---

[1] [حسن : مسند احمد (۱/ ۳۴۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۳۱۸۷)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۱/ ۳۱۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۸۸۱)]

نے دوبارہ بھی یہی فرمایا' پھر لوگوں نے وہی کہا' آخر تیسری یا چوتھی دفعہ میں آپ نے کتروانے والوں کے لئے بھی رحم کی دعا کی۔ [1]

پھر فرمایا بے خوف ہو کر' یعنی مکہ میں جاتے وقت بھی امن و امان سے ہوں گے' اور مکہ کا قیام بھی بے خوفی کا ہوگا' چنانچہ عمرہ قضا میں یہی ہوا' یہ عمرہ ذی قعدہ سنہ ۷ ہجری میں ہوا تھا۔ حدیبیہ سے آپ ذی قعدہ کے مہینے میں لوٹے ذی الحجہ اور محرم تو مدینہ شریف میں قیام رہا' صفر میں خیبر کی طرف گئے اس کا کچھ حصہ تو از روئے جنگ فتح ہوا اور کچھ از روئے صلح مسخر ہوا' یہ بہت بڑا علاقہ تھا اس میں کھجوروں کے باغات اور کھیتیاں بکثرت تھیں' یہیں کے یہودیوں کو آپ نے بطور خادم یہاں رکھ کر ان سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ باغوں اور کھیتیوں کی حفاظت کریں اور پیداوار سے نصف حصہ دے دیا کریں' خیبر کی تقسیم رسول اللہ ﷺ نے صرف ان ہی صحابہ رضی اللہ عنہم میں کی جو حدیبیہ میں موجود تھے ان کے سوا کسی اور کو اس جنگ میں آپ نے حصہ دار نہیں بنایا' سوائے ان لوگوں کے جو حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے۔ جو حضرات حضور ﷺ کے ساتھ تھے وہ سب اس فتح خیبر میں بھی ساتھ تھے۔ حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ' کے سوا جیسے کہ اس کا پورا بیان اپنی جگہ ہے یہاں سے آپ سالم و غنیمت لئے ہوئے واپس تشریف لائے اور ماہ ذی القعدہ سنہ ۷ ہجری میں مکہ کی طرف بارادہ عمرہ اہل حدیبیہ کو ساتھ لے کر آپ روانہ ہوئے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا قربانی کیلئے ساٹھ اونٹ ساتھ لئے اور لبیک کہتے ہوئے ظہران کے قریب پہنچ کر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو کچھ گھوڑ سواروں کے ساتھ ہتھیار بند آگے آگے روانہ کیا' اس سے مشرکین کے اوسان خطا ہو گئے اور مارے رعب کے ان کے کلیجے اچھلنے لگے انہیں خیال گزرا کہ یہ تو پوری تیاری اور کامل ساز و سامان کے ساتھ آئے ہیں تو ضرور لڑائی کے ارادے سے ہی آئے ہیں انہوں نے شرط توڑ دی کہ دس سال تک کوئی لڑائی نہ ہوگی چنانچہ یہ لوگ دوڑے مکہ میں گئے اور اہل مکہ کو اس کی اطلاع دی جب حضور ﷺ مر ظہران میں پہنچے جہاں سے کعبہ کے بت دکھائی دیتے تھے تو آپ نے تمام نیزے' بھالے' تیر کمان بطن یاجج میں بھیج دیئے' مطابق شرط کے صرف تلواریں پاس رکھ لیں اور وہ بھی میان میں تھیں ابھی آپ راستے میں ہی تھے جو قریش کا بھیجا ہوا آدمی مکرز بن حفص آیا اور کہنے لگا حضور ﷺ آپ کی عادت تو عہد توڑنے کی نہیں' حضور نے پوچھا کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ آپ تیر اور نیزے لے کر آ رہے ہیں' آپ نے فرمایا نہیں تو ہم نے وہ سب یاجج میں بھیج دیئے اس نے کہا یہی ہمیں آپ کی ذات سے امید تھی آپ ہمیشہ سے بھلائی اور وفاداری ہی کرنے والے ہیں' سرداران کفار تو بوجہ غیظ و غضب اور رنج و غم کے شہر سے باہر چلے گئے کیونکہ وہ تو آپ کو اور آپ کے اصحاب کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے تھے اور لوگ جو مکہ میں رہ گئے تھے وہ سب مرد و عورت بچے تمام راستوں پر اور کوٹھوں پر اور چھتوں پر کھڑے ہو گئے اور ایک استعجاب کی نظر سے اس مخلص گروہ کو اور اس پاک لشکر کو دیکھ رہے تھے آپ نے قربانی کے جانور ذی طویٰ میں بھیج

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الحج باب الحلق و التقصیر عند الاحلال (١٧٢٧) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب تفضیل الحلق علی التقصیر (١٣٠١)]

دیئے تھے، خود آپ اپنی مشہور معروف اونٹنی قصواء پر سوار تھے، آگے آگے آپ کے اصحاب تھے جو برابر لبیک پکار رہے تھے، حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ آپ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

بِاسْمِ الَّذِیْ لَا دِیْنَ اِلَّا دِیْنُهٗ ۔۔۔ بِسْمِ الَّذِیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُهٗ

خَلُّوْا بَنِیْ الْكُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۔۔۔ اَلْیَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰی تَاْوِیْلِهٖ

كَمَا ضَرَبْنَاكُمْ عَلٰی تَنْزِیْلِهٖ ۔۔۔ ضَرْبًا یُّزِیْلُ الْهَامَ عَنْ مَّقِیْلِهٖ

وَیُذْهِلُ الْخَلِیْلَ عَنْ خَلِیْلِهٖ ۔۔۔ قَدْ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ فِیْ تَنْزِیْلِهٖ

فِیْ صُحُفٍ تُتْلٰی عَلٰی رَسُوْلِهٖ ۔۔۔ بِاَنَّ خَیْرَ الْقَتْلِ فِیْ سَبِیْلِهٖ

یَا رَبِّ اِنِّیْ مُؤْمِنٌ بِقِیْلِهٖ [1]

یعنی اس اللہ عزوجل کے نام سے جس کے دین کے سوا اور کوئی دین قابل قبول نہیں۔ اس اللہ کے نام سے جس کے رسول حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اے کافروں کے بچو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے ہٹ جاؤ آج ہم تمہیں آپ کے لوٹنے پر بھی ویسا ہی ماریں گے جیسے آپ کے آنے پر مارا تھا، وہ مار جو دماغ کو اس کے ٹھکانے سے ہٹا دے اور دوست کو دوست سے بھلا دے۔ اللہ تعالیٰ رحم والے نے اپنی وحی میں نازل فرمایا ہے، جو ان صحیفوں میں محفوظ ہے جو اس کے رسول کے سامنے تلاوت کئے جاتے ہیں، کہ سب سے بہتر موت شہادت کی موت ہے جو اس کی راہ میں ہو۔ اے میرے پروردگار میں اس بات پر ایمان لا چکا ہوں۔ بعض روایتوں میں الفاظ میں کچھ ہیر پھیر بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ اس عمرے کے سفر میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مر الظہر ان میں پہنچے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنا کہ اہل مکہ کہتے ہیں یہ لوگ بوجہ لاغری اور کمزوری کے اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتے یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنی سواریوں کے چند جانور ذبح کر لیں ان کا گوشت کھائیں اور شوربا پئیں اور تازہ دم ہو کر مکہ میں جائیں، آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو تمہارے پاس جو کھانا ہو اسے جمع کرو چنانچہ جمع کیا دستر خوان بچھایا اور کھانے بیٹھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ سب نے کھا پی لیا اور توشے دان بھر لئے۔ آپ مکہ شریف آئے سیدھے بیت اللہ گئے قریشی حطیم کی طرف بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چادر کے پلے دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لئے اور اصحاب سے فرمایا یہ لوگ تم میں سستی اور لاغری محسوس نہ کریں، اب آپ نے رکن کو بوسہ دے کر دوڑنے کی سی چال سے طواف شروع کیا جب یہ رکن یمانی کے پاس پہنچے جہاں قریش کی نظریں نہیں پڑتی تھیں تو وہاں سے آہستہ آہستہ چل کر حجر اسود تک پہنچے، قریش کہنے لگے تم لوگ تو ہرنوں کی طرح چوکڑیاں بھر رہے ہو گویا چلنا تمہیں پسند ہی نہیں۔ تین مرتبہ تو آپ اسی طرح حجر اسود سے رکن یمانی تک چلتے رہے تین پھیرے اسی طرح کئے چنانچہ یہی مسنون طریقہ ہے ایک روایت میں ہے کہ آپ

---

[1] [مرسل: سیرة ابن هشام (٣/ ٣٢٠) بیهقی فی دلائل النبوة (٤/ ٣٢٣)]

نے حجۃ الوداع میں بھی اسی طرح طواف کے تین پھیروں میں رمل کیا یعنی دلکی چال چلے۔ (۱) بخاری مسلم میں ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کو مدینے کی آب وہوا شروع میں کچھ ناموافق پڑی تھی اور بخار کی وجہ سے یہ کچھ لاغر ہوگئے تھے' جب آپ مکہ پہنچے تو مشرکین مکہ نے کہا یہ لوگ جو آرہے ہیں انہیں مدینے کے بخار نے کمزور اور سست کر دیا' اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس کلام کی خبر اپنے رسول ﷺ کو کر دی۔ مشرکین حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک تین پہلے پھیروں میں دلکی چال چلیں اور رکن یمانی سے حجر اسود تک جہاں جانے کے بعد مشرکین کی نگاہیں نہیں پڑتی تھیں وہاں ہلکی چال چلیں' پورے ساتوں پھیروں میں رمل کرنے کو نہ کہنا یہ صرف بطور رحم کے تھا' مشرکوں نے جب دیکھا کہ یہ تو سب کے سب تو کود کود کر پھرتی اور چستی سے طواف کر رہے ہیں تو آپس میں کہنے لگے کیوں جی انہی کی نسبت اڑا رکھا تھا کہ مدینے کے بخار نے انہیں سست ولاغر کر دیا ہے؟ یہ لوگ تو فلاں فلاں سے بھی زیادہ چست و چالاک ہیں' (۲) ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ذوالقعدہ کی چوتھی تاریخ کو مکہ شریف پہنچ گئے تھے اور روایت میں ہے کہ مشرکین اس وقت قعیقعان کی طرف تھے حضور ﷺ کا صفا مروہ کی طرف سعی کرنا بھی مشرکوں کو اپنی قوت دکھانے کے لئے تھا' (۳) حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دن ہم آپ پر چھائے ہوئے تھے اس لئے کہ کوئی مشرک یا کوئی ناسمجھ آپ کو کوئی ایذا نہ پہنچائے' (۴) بخاری شریف میں ہے حضور ﷺ عمرے کیلئے نکلے لیکن کفار قریش نے راستہ روک لیا اور آپ کو بیت اللہ تک جانے نہ دیا آپ نے وہیں قربانیاں کیں اور وہیں یعنی حدیبیہ میں سر منڈوا لیا اور ان سے صلح کر لی جس میں یہ طے ہوا کہ آپ اگلے سال عمرہ کریں گے سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ میں نہیں آئیں گے اور وہاں اتنی مدت ٹھہریں گے جتنی اہل مکہ چاہیں' پس اگلے سال آپ اسی طرح آئے تین دن تک ٹھہرے پھر مشرکین نے کہا آپ چلے جائیں چنانچہ آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ (۵) صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذی القعدہ میں عمرہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن اہل مکہ حائل ہوئے تو آپ نے ان سے یہ فیصلہ کیا کہ آپ صرف تین دن ہی مکہ میں ٹھہریں گے جب یہ صلح نامہ لکھنے لگے تو لکھا یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی تو اہل مکہ نے کہا اگر آپ کو ہم رسول اللہ جانتے تو

---

(۱) [اسنادہ قوی : مسند احمد (۱/۳۰۵) ابوداود : کتاب المناسك : باب فی الرمل (۱۸۸۹) ابن ماجه : کتاب المناسك : باب الرمل حول البیت (۲۹۵۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۷۸۲)]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب (۴۲۵۶) صحیح مسلم (۱۲۶۶)]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب عمرة القضاء (۴۲۵۷)]

(۴) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب عمرة القضاء (۴۲۵۵)]

(۵) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی (۴۲۵۲)]

ہرگز نہ روکتے بلکہ آپ محمد بن عبداللہ لکھئے' آپ نے فرمایا میں رسول ہوں میں محمد بن عبداللہ ہوں' پھر آپ نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا لفظ رسول کو مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں قسم اللہ کی میں اسے ہرگز نہ مٹاؤں گا چنانچہ آپ نے اس صلح نامہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر باوجود اچھی طرح لکھنا نہ جاننے کے لکھا' کہ یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صلح کی یہ مکہ میں ہتھیار لے کر داخل نہ ہوں گے صرف تلوار ہوگی اور وہ بھی میان میں اور یہ کہ اہل مکہ میں سے جو آپ کے ساتھ جانا چاہے گا اسے آپ اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے اور یہ کہ آپ کے ساتھیوں میں سے جو مکے میں رہنے کے ارادے سے ٹھہر جانا چاہے گا آپ اسے روکیں گے نہیں' پس جب آپ آئے اور وقت مقررہ گزر چکا تو مشرکین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہئے کہ اب وقت گزر چکا تشریف لے جائیں چنانچہ آپ نے کوچ کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی چچا چچا کہہ کر آپ کے پیچھے ہولیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں لے لیا اور انگلی تھام کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے گئے اور فرمایا اپنے چچا کی لڑکی کو اچھی طرح رکھو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بڑی خوشی سے بچی کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ میں جھگڑا ہونے لگا' حضرت علی رضی اللہ عنہ تو فرماتے تھے انہیں میں لے کر آیا ہوں اور یہ میرے چچا کی صاحبزادی ہیں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میری چچا زاد بہن ہے اور ان کی خالہ میرے گھر میں ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میرے بھائی کی لڑکی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھگڑے کا فیصلہ یوں کیا کہ لڑکی کو تو ان کی خالہ کو سونپا اور فرمایا خالہ قائم مقام ماں کے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو خلق اور خُلق میں مجھ سے پوری مشابہت رکھتا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولیٰ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کیوں نہ کرلیں؟ آپ نے فرمایا وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے۔ [1] پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جس خیر و مصلحت کو جانتا تھا اور جسے تم نہیں جانتے تھے اس کی بنا پر تمہیں اس سال مکہ میں نہ جانے دیا اور اگلے سال جانے دیا اور اس جانے سے پہلے ہی جس کا وعدہ خواب کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا تمہیں فتح قریب عنایت فرمائی۔ یہ فتح وہ صلح ہے جو تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان ہوئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مومنوں کو خوشخبری سناتا ہے کہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دشمنوں پر اور تمام دشمنوں پر فتح دے گا' اس نے آپ کو علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ بھیجا ہے' شریعت میں دو ہی چیزیں ہوتی ہیں علم اور عمل پس علم شرعی صحیح علم ہے اور عمل شرعی مقبولیت والا عمل ہے' اس کے اخبار سچے' اس کے احکام سراسر عدل وحق والے۔ چاہتا یہ ہے کہ روئے زمین پر جتنے دین ہیں عربوں میں، عجموں میں، مسلمین میں، مشرکین میں' ان سب پر اس اپنے دین کو غالب کرے' اللہ گواہ ہے اس بات پر کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ہی آپ کا مددگار رہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی (٤٢٥١)]

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۠ ﴿۲۹﴾

محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں ہیں، پس ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدے کے اثر سے ہے، ان کی یہی صفت تورات میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنی جڑ پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور شائستہ اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے ○

صحابہ کرام کی چند عظیم صفات: ان آیتوں میں پہلے نبی ﷺ کی صفت وثناء بیان ہوئی کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں، پھر آپ کے صحابہ کی صفت وثناء بیان ہو رہی ہے کہ وہ مخالفین پر سختی کرنے والے اور مسلمانوں پر نرمی کرنے والے ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾ [1] مومنوں کے سامنے نرم کفار کے مقابلہ میں گرم ہر مومن کی یہی شان ہونی چاہئے کہ وہ مومنوں سے خوش خلق اور متواضع اور کفار پر سختی کرنے والا اور کفر سے ناخوش رہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً﴾ [2] ایمان والو اپنے پاس کے کافروں سے جہاد کرو وہ تم میں سختی محسوس کریں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں آپس کی محبت اور نرم دلی کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر کسی ایک عضو میں درد ہو تو سارا جسم بے کار ہو جاتا ہے کبھی بخار چڑھ آتا ہے کبھی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔ [3] آپ فرماتے ہیں مومن مومن کیلئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا ہے اور مضبوط کرتا ہے، پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ملا کر بتائیں، [4] پھر ان کا اور وصف بیان فرمایا کہ نیکیاں

---

(1) [سورة مائده: آیت ٥٤] (2) [سورة التوبه : آیت ١٢٣]

(3) **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب رحمة الناس والبهائم (٦٠١١) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تراحم المومنین وتعاطفهم (٢٥٨٦ ـ ٦٦) مسند احمد (٤/ ٢٧٠)]

(4) **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب نصر المظلوم (٢٤٤٦) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة (٢٥٨٥ ـ ٦٥) ترمذی : کتاب البر والصلة (١٩٢٨) مسند احمد (٤/ ٤٠٥)]

بکثرت کرتے ہیں خصوصاً نماز جو تمام نیکیوں سے افضل و اعلیٰ ہے، پھر ان کی نیکیوں میں چار چاند لگانے والی چیز کا بیان یعنی ان کے خلوص اور رضائے اللہ طلبی کا، کہ یہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی ہیں۔ یہ اپنے اعمال کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں جو جنت ہے اور اللہ کے فضل سے انہیں ملے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی رضا مندی بھی انہیں عطا فرمائے گا، جو بہت بڑی چیز ہے جیسے فرمایا ﴿ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ [1] اللہ تعالیٰ کی ذرا سی رضا بھی سب سے بڑی چیز ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چہروں پر سجدوں کے اثر سے علامت ہونے سے مراد اچھے اخلاق ہیں [2] مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں خشوع اور تواضع ہے، حضرت منصور رحمہ اللہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے کہتے ہیں میرا تو یہ خیال ہے کہ اس سے مراد نماز کا نشان ہے جو ماتھے پر پڑ جاتا ہے آپ نے فرمایا یہ تو ان کی پیشانیوں پر بھی ہوتا ہے جن کے دل فرعون سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں، حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نماز ان کے چہرے اچھے کر دیتی ہے، بعض سلف سے منقول ہے جو رات کو بکثرت نمازیں پڑھے گا اس کا چہرہ دن کو خوبصورت ہوگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ابن ماجہ کی ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مضمون ہے، [3] لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے، بعض بزرگوں کا قول ہے کہ نیکی کی وجہ سے دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے چہرے پر روشنی آتی ہے روزی میں کشادگی ہوتی ہے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے اندرونی پوشیدہ حالات کی اصلاح کرے اور بھلائیاں پوشیدگی سے کرے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کی سلوٹوں پر اور اس کی زبان کے کناروں پر ان نیکیوں کو ظاہر کر دیتا ہے، الغرض دل کا آئینہ چہرہ ہے جو اس میں ہوتا ہے اس کا اثر چہرہ پر ہوتا ہے، پس مومن اپنے دل کو درست کر لیتا ہے اپنا باطن سنوار لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی لوگوں کی نگاہوں میں سنوار دیتا ہے، امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے باطن کی اصلاح کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی آراستہ و پیراستہ کر دیتا ہے۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص جیسی بات کو پوشیدہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی کی چادر اوڑھا دیتا ہے اگر وہ پوشیدگی بھلی ہے تو بھلائی کی اگر بری ہے تو برائی کی۔ [4] لیکن اس کا ایک راوی عرزمی متروک ہے۔ مسند احمد میں آپ کا فرمان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ٹھوس چٹان میں گھس کر جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ اس میں کوئی سوراخ ہو کوئی عمل کرے گا اللہ اسے بھی لوگوں کے سامنے رکھ دے گا برائی ہو تو یا بھلائی ہو تو۔ [5] مسند کی اور حدیث میں ہے نیک

---

[1] [سورۃ التوبہ : آیت ۷۲]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/ ۳۷۰)]

[3] [ضعیف : ابن ماجہ : کتاب الاقامۃ : باب ما جاء فی قیام اللیل (۱۳۳۳)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابن ماجہ] اس میں ثابت بن موسیٰ ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس روایت کو موضوع کہتے ہیں۔]

[4] [اسنادہ موضوع : حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند موضوع ہے، حامد بن آدم مروزی کذاب اور محمد بن عبید اللہ عرزمی متروک ہے۔]

[5] [ضعیف : مسند احمد (۳/ ۲۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۱۲۳۰)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

طریقہ، اچھا خلق، میانہ روی نبوت کے پچیسویں حصہ میں سے ایک حصہ ہے۔ [1] الغرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیتیں خالص تھیں اعمال اچھے تھے پس جس کی نگاہ ان کے پاک چہروں پر پڑتی تھی اسے ان کی پاک بازی جچ جاتی تھی اور وہ ان کے چال چلن اور ان کے اخلاق اور ان کے طریقہ کار پر خوش ہوتا تھا۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے شام کا ملک فتح کیا جب وہاں کے نصرانی ان کے چہرے دیکھتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے اللہ کی قسم یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے بہت ہی بہتر و افضل ہیں۔ فی الواقع ان کا یہ قول سچا ہے اگلی کتابوں میں اس امت کی فضیلت و عظمت موجود ہے اور اس امت کی صف اول ان کے بہتر و بزرگ اصحاب رسول ہیں اور خود ان کا ذکر بھی اگلی اللہ کی کتابوں میں اور پہلے کے واقعات میں موجود ہے۔ پس فرمایا یہی مثال ان کی تورات میں ہے۔ پھر فرماتا ہے اور ان کی مثال انجیل میں مانند کھیتی کے بیان کی گئی ہے جو اپنا سبزہ نکالتی ہے پھر اسے مضبوط اور قوی کرتی ہے پھر وہ طاقتور اور موٹا ہو جاتا ہے اور اپنی بال پر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے، اب کھیتی والے کی خوشی کا کیا پوچھنا ہے؟ اسی طرح اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ انہوں نے آپ کی تائید و نصرت کی پس وہ آپ کے ساتھ وہی تعلق رکھتے ہیں جو پٹھے اور سبزے کو کھیتی سے تھا۔ یہ اس لئے کہ کفار شرم سار ہوں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے اس آیت سے رافضیوں کے کفر پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے چڑتے ہیں اور ان سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ علماء کی ایک جماعت بھی اس مسئلہ میں امام صاحب کے ساتھ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل میں اور ان کی لغزشوں سے چشم پوشی کرنے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریفیں بیان کیں اور ان سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ کیا ان کی بزرگی میں یہ کافی نہیں؟ پھر فرماتا ہے ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے گناہ معاف اور ان کا اجر عظیم اور رزق کریم، ثواب جزیل اور بدلہ کبیر ثابت، یاد رہے کہ ﴿مِنْهُمْ﴾ میں جو ﴿مِنْ﴾ ہے وہ یہاں بیان جنس کیلئے ہے، اللہ کا یہ سچا اور اٹل وعدہ ہے جو نہ بدلے نہ خلاف ہو، ان کے قدم بقدم چلنے والوں ان کی روش پر کاربند ہونے والوں سے بھی اللہ کا یہ وعدہ ثابت ہے لیکن فضیلت اور سبقت، کمال اور بزرگی جو انہیں ہے امت میں سے کسی کو حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ ان سے خوش یہ اللہ سے راضی، یہ جنتی ہو چکے اور بدلے پا لئے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا نہ کہو ان کی بے ادبی اور گستاخی نہ کرو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے تین پاؤ اناج بلکہ ڈیڑھ پاؤ اناج کے اجر کو بھی نہیں پا سکتا۔ [2] الحمدللہ سورۂ فتح کی تفسیر ختم ہوئی۔

---

[1] [حسن : مسند احمد (۲۹۶/۱) ابو داؤد : کتاب الادب (۴۷۷۶) ترمذی کتاب البر والصلة (۲۰۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب تحریم سب الصحابة (۲۵۴۰) مسند احمد (۱۱/۳)]

تفسیر سورۃ الحجرات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ
النَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ
اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ② اِنَّ الَّذِيۡنَ يَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ
رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰى ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ
وَّاَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ③

لائق عبادت بخشنے والا مہربان کے نام سے شروع

اے ایمان والےلوگو !اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے ○ اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ اس سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو ○ بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے حضور میں اپنی آواز پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیز گاری کیلئے جانچ لیا ہے۔ان کیلئے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے ○

آداب رسالت کا بیان: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اپنے نبی کے آداب سکھاتا ہے کہ تمہیں اپنے نبی ﷺ کی توقیر واحترام عزت وعظمت کا خیال کرنا چاہیے۔ تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ اور رسول کے پیچھے رہنا چاہیے۔ اتباع اور تابعداری کی خو ڈالنی چاہیے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تو دریافت فرمایا اپنے احکامات کے نفاذ کی بنیاد کسے بناؤ گے؟ جواب دیا اللہ کی کتاب کو' فرمایا اگر نہ پاؤ؟ جواب دیا سنت رسول اللہ کو۔ فرمایا اگر نہ پاؤ' جواب دیا اجتہاد کروں گا' تو آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو ایسی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول خوش ہو' (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ) [1] یہاں اس حدیث کے وارد کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے اور اجتہاد کو

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب الاحکام : باب ما جاء فی القاضی کیف یقضی (۱۳۲۷) ابو داؤد : کتاب القضاۃ : باب اجتہاد الرای فی القضاء (۳۵۹۲) مسند احمد (۲۳۰/۵) مسند طیالسی (۲۸۶/۱) بیھقی (۱۱۴/۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید ،شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

کتاب وسنت سے موخر رکھا۔ پس کتاب وسنت پر رائے کو مقدم کرنا اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف نہ کہو۔ حضرت عوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے سامنے بولنے سے منع کر دیا گیا' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی امر کی بابت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ فرمائیں تم خاموش رہو۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں امر دین احکام شرعی ہیں سوائے اللہ کے کلام کے اور اس کے رسول کی حدیث کے تم کسی اور چیز سے فیصلہ نہ کرو۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کسی قول وفعل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پہل نہ کرو۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ امام سے پہلے دعا نہ کرو۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے تھے اگر فلاں فلاں میں حکم اترے تو اس طرح رکھنا چاہئے اسے اللہ نے ناپسند فرمایا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ حکم اللہ کی بجا آوری میں اللہ کا لحاظ رکھو۔ اللہ تمہاری باتیں سن رہا ہے اور تمہارے ارادے جان رہا ہے۔ پھر دوسرا ادب سکھاتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند نہ کریں۔ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن ابی ملکیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قریب تھا کہ دو بہترین ہستیاں ہلاک ہو جائیں یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ان دونوں کی آوازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند ہوگئیں جبکہ بنوتمیم کا وفد حاضر ہوا تھا ایک تو اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو کہتے تھے جو بنی مجاشع میں تھے اور دوسرے' دوسرے شخص کی بابت کہتے تھے۔ اس پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم تو میرے خلاف ہی کیا کرتے ہو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں نہیں آپ یہ خیال بھی نہ فرمایئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے بعد تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نرم کلامی کرتے تھے کہ آپ کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا۔ [1] اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے قعقاع بن معبد رضی اللہ عنہ کو اس وفد کا امیر بنایئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے نہیں بلکہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو' اس اختلاف میں آوازیں کچھ بلند ہوگئیں جس پر یہ آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا﴾ نازل ہوئی اور ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا﴾ [2] الخ' مسند بزار میں ہے آیت ﴿لَا تَرْفَعُوا﴾ الخ' کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اللہ کی اب تو میں آپ سے اس طرح باتیں کروں گا جس طرح کوئی سرگوشی کرتا ہے' [3] صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کئی دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نظر نہ آئے اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی بابت آپ کو بتاؤں گا چنانچہ وہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے۔ دیکھا کہ وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے؟ جواب ملا' برا حال ہے میں تو حضرت کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرتا تھا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورہ فتح (٤٨٤٥)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورہ الحجرات (٤٨٤٧) ترمذی (٣٢٦٦)]

[3] [حسن: مسند بزار (٢٢٥٧) مستدرك حاكم (٧٤/٣)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

میرے اعمال برباد ہو گئے اور میں جہنمی بن گیا۔ یہ شخص حضور ﷺ کے پاس آئے اور سارا واقعہ آپ سے کہہ سنایا پھر تو حضور ﷺ کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے حضور ﷺ نے فرمایا تم جاؤ اور ان سے کہو کہ تم جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہو۔ [1] مسند احمد میں بھی یہ واقعہ ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ خود حضور ﷺ نے پوچھا تھا کہ ثابت کہاں ہیں نظر نہیں آتے؟۔ اس کے آخر میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم انہیں زندہ چلتے پھرتے دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ یمامہ کی جنگ میں جب کہ مسلمان قدرے بددل ہو گئے تو ہم نے دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ خوشبو ملے' کفن پہنے ہوئے دشمن کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں مسلمانو! تم لوگ اپنے بعد والوں کیلئے برا نمونہ نہ چھوڑ جاؤ یہ کہہ کر دشمنوں میں گھس گئے اور بہادرانہ لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ [2] صحیح مسلم شریف میں ہے آپ نے جب انہیں نہ دیکھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے جو ان کے پڑوسی تھے دریافت فرمایا کہ کیا ثابت بیمار ہے؟ [3] لیکن اس حدیث کی اور سندوں میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت معلل ہے۔ اور یہی بات صحیح بھی ہے اس لئے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس وقت زندہ ہی نہ تھے بلکہ آپ کا انتقال بنوقریظہ کی جنگ کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں ہو گیا تھا اور بنوقریظہ کی جنگ سنہ ۵ ہجری میں ہوئی تھی اور یہ آیت وفد بنی تمیم کی آمد کے وقت اتری ہے اور وفد کا پے در پے آنے کا واقعہ سنہ ۹ ہجری کا ہے' واللہ اعلم۔

ابن جریر میں ہے [4] جب یہ آیت اتری تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ راستے میں بیٹھ گئے اور رونے لگے' حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ جب وہاں سے گزرے اور انہیں روتے دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ جواب ملا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل نہ ہوئی ہو میری آواز بلند ہے' حضرت عاصم رضی اللہ عنہ یہ سن کر چلے گئے ادھر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی ہچکی بندھ گئی دھاڑیں مار مار کر رونے لگے گھر گئے اور اپنی بیوی صاحبہ جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی ابن سلول سے کہا میں اپنے گھوڑے کے طویلے میں جا رہا ہوں تم اس کا دروازہ باہر سے بند کر کے لوہے کی کیل سے اسے جڑ دو۔ اللہ کی قسم میں اس میں سے نہ نکلوں گا یہاں تک کہ مر جاؤں یا اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو مجھ سے رضامند کر دے۔ یہاں تو صرف یہ ہوا وہاں جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی حالت بیان کی تو رسالت مآب ﷺ نے حکم دیا کہ تم جاؤ اور ثابت رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ لیکن جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اس جگہ آئے تو دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ وہاں نہیں مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (٤٨٤٦)]

[2] [صحیح : مسند احمد (١٣٧/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٢٣٩٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان (١٨٧۔١٨٨)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٣٧٩/١١)]

وہ تو گھوڑے کے طویلے میں ہے یہاں آ کر کہا ثابت چلو تم کو رسول اللہ ﷺ یاد فرما رہے ہیں۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا بہت خوب کیل نکال ڈالو اور دروازہ کھول دو پھر باہر نکل کر سرکار میں حاضر ہوئے' تو آپ ﷺ نے رونے کی وجہ پوچھی جس کا سچا جواب حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے سن کر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم قابل تعریف زندگی گزارو اور شہید ہو کر مرو اور جنت میں جاؤ؟۔ اس پر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا سارا رنج وغم کافور ہو گیا باچھیں کھل گئیں اور فرمانے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ تعالیٰ اور آپ کی اس بشارت پر خوش ہوں' اور اب آئندہ کبھی بھی اپنی آواز آپ کی آواز سے بلند نہ کروں گا۔ اس پر اس کے بعد کی آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ﴾ الخ نازل ہوئی' یہ قصہ اس طرح کئی ایک تابعین سے بھی مروی ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے سامنے آوازیں بلند کرنے سے منع فرمادیا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دو شخصوں کی کچھ بلند آوازیں مسجد نبوی میں سن کر وہاں آ کر ان سے فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے کہ تم کہاں ہو؟ پھر ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا طائف کے۔ آپ نے فرمایا اگر تم مدینے کے ہوتے تو میں تمہیں پوری سزا دیتا۔

علماء کرام کا فرمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے پاس بھی بلند آواز سے بولنا مکروہ ہے۔ جیسے کہ آپ کی حیات میں آپ کے سامنے مکروہ تھا اس لئے کہ حضور ﷺ جس طرح اپنی زندگی میں قابل احترام وعزت تھے اب اور ہمیشہ تک آپ اپنی قبر شریف میں بھی باعزت اور قابل احترام ہی ہیں۔ پھر آپ کے سامنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے جس طرح عام لوگوں سے بلند آواز میں باتیں کرتے ہیں باتیں کرنی منع فرمائیں' بلکہ آپ سے تسکین ووقار' عزت' حرمت وعظمت سے باتیں کرنی چاہئیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ [1] اے مسلمانو! رسول اللہ ﷺ کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو' پھر فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں بلند آوازی سے اس لئے روکا ہے کہ ایسا نہ ہو کسی وقت حضور ﷺ ناراض ہو جائیں اور آپ کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ ناراض ہو جائے اور تمہارے کل اعمال ضبط کر لے اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص اللہ کی رضامندی کا کوئی کلمہ ایسا کہہ گزرتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کلمہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن اللہ کو وہ اتنا پسند آتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان اللہ کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ اسے اس کلمہ کی وجہ سے جہنم کے اس قدر نیچے کے طبقے میں پہنچا دیتا ہے کہ جو گڑھا آسمان وزمین سے زیادہ گہرا ہے۔ [2] پھر اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے سامنے آواز پست کرنے کی رغبت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے نبی ﷺ کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی کرتے ہیں انہیں اللہ رب العزت نے تقویٰ کیلئے خاص کر لیا ہے اہل تقویٰ اور محل تقویٰ یہی لوگ ہیں۔ یہ اللہ کی مغفرت کے مستحق اور اجر عظیم کے لائق ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے

---

[1] [سورۃ النور : آیت ٦٣]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب حفظ اللسان (٦٤٧٨) صحیح مسلم : کتاب الزھد : باب حفظ اللسان (٢٩٨٨) مسندا حمد (٤٦٩/٣)]

کتاب الزہد میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک تحریری استفتاء لیا گیا کہ اے امیر المومنین! ایک وہ شخص جسے نافرمانی کی خواہش ہی نہ ہو اور نہ کوئی نافرمانی اس نے کی ہو وہ اور وہ شخص جسے خواہش معصیت ہے لیکن وہ برا کام نہیں کرتا تو ان میں افضل کون ہے؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ جنہیں معصیت کی خواہش ہوتی ہے پھر نافرمانیوں سے بچتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کیلئے آزما لیا ہے ان کیلئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

جو لوگ تجھے حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بالکل بے عقل ہیں اگر یہ لوگ یہاں تک صبر کرتے کہ تو خود ان کے پاس آ جاتا تو یہی ان کیلئے بہتر ہوتا' اللہ غفور و رحیم ہے۔

پیغمبر کو مخاطب کرنے کا ادب: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت بیان کرتا ہے جو آپ کے مکانوں کے پیچھے سے آپ کو آوازیں دیتے اور پکارتے ہیں جس طرح اعرابیوں میں دستور تھا۔ تو فرمایا کہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں' پھر اس کی بابت ادب سکھاتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہیں چاہیے تھا آپ کے انتظار میں ٹھہر جاتے اور جب آپ مکان سے باہر نکلتے تو آپ سے جو کہنا ہوتا کہتے۔ نہ کہ آوازیں دے کر باہر پکارتے۔ دنیا اور دین کی مصلحت اور بہتری اسی میں تھی۔ پھر گویا حکم دیتا ہے کہ ایسے لوگوں کو توبہ استغفار کرنا چاہیے' کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ آیت حضرت اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ مسند احمد میں ہے ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا نام لے کر پکارا یا محمد! یا محمد! آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے کہا سنئے یا رسول اللہ! میرا تعریف کرنا سبب ہے بڑائی کا اور میرا مذمت کرنا ذلت کا سبب ہے' آپ نے فرمایا ایسی ذات محض اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ [1] بشر بن غالب نے حجاج کے سامنے لبید بن عطارد وغیرہ سے کہا کہ تیری قوم بنو تمیم کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ جب حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا اگر وہ عالم ہوتے تو اس کے بعد کی آیت ﴿يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا﴾ پڑھ دیتے وہ کہتے تھے کہ ہم اسلام لائے اور بنو اسد نے آپ کو تسلیم کرنے میں کچھ دیر نہیں کی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرب جمع ہوئے اور کہنے لگے ہمیں اس شخص کے پاس لے چلو اگر وہ سچا نبی ہے تو سب سے زیادہ اس سے سعادت حاصل کرنے کے مستحق ہم ہیں اگر وہ بادشاہ ہے تو اس کے پروں تلے پل جائیں گے۔ میں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا پھر وہ لوگ آئے اور حجرے کے پیچھے سے آپ کا نام لے کر آپ کو پکارنے لگے اس پر یہ آیت اتری' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کان پکڑ کر

---

[1] [**صحیح لغیرہ:** مسند احمد (۴۸۸/۳)، (۳۹۴/۶) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۱۶۷۹)] امام سیوطیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الدر المنثور (۸۸/۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیری بات سچی کر دی‘ اللہ تعالیٰ نے تیری بات سچی کر دی‘ (ابن جریر) [1]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق کوئی خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو‘ پھر اپنے کئے پر پشیمانی اٹھاؤ ○ اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں‘ اگر وہ عموماً تمہارا کہا کرتے رہے تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے اور کفر کو اور بدکاریوں کو اور نافرمانیوں کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنا دیا ہے‘ یہی لوگ راہ یافتہ ہیں ○ اللہ تعالیٰ کے احسان وانعام سے‘ اور اللہ دانا اور باحکمت ہے ○

خبر کی تحقیق کا حکم: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ فاسق کی خبر پر اعتماد نہ کرو‘ جب تک پوری تحقیق وتفتیش سے اصل واقعہ صاف طور پر معلوم نہ ہو جائے کوئی حرکت نہ کرو‘ ممکن ہے کہ کسی فاسق نے کوئی جھوٹی بات کہہ دی ہو یا خود اس سے غلطی ہوئی ہو اور تم اس کی خبر کے مطابق کوئی کام کر گزرو تو دراصل اس کی پیروی ہوگی اور مفسد لوگوں کی پیروی حرام ہے‘ اسی آیت کو دلیل بنا کر بعض محدثین کرام نے اس شخص کی روایت کو بھی غیر معتبر بتایا ہے جس کا حال نہ معلوم ہو‘ اس لئے کہ بہت ممکن ہے یہ شخص فی الواقع فاسق ہو‘ گو بعض لوگوں نے ایسے مجہول الحال راویوں کی روایت لی بھی ہے‘ اور انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں فاسق کی خبر قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے اور جس کا حال معلوم نہیں اس کا فاسق ہونا ہم پر ظاہر نہیں‘ ہم نے اس مسئلہ کو پوری وضاحت سے صحیح بخاری شریف کی شرح میں کتاب العلم میں بیان کر دیا ہے‘ فالحمدللہ۔ اکثر مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابو معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قبیلہ بنو مصطلق سے زکوٰۃ لینے کیلئے بھیجا تھا۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے حضرت حارث بن ضرار خزاعی رضی اللہ عنہ جو ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی جو میں نے منظور کر لی اور مسلمان ہو گیا۔ پھر آپ نے زکوٰۃ کی فرضیت سنائی میں نے اس کا بھی اقرار کیا اور کہا کہ میں واپس اپنی قوم میں جاتا ہوں اور ان میں سے جو ایمان لائیں اور زکوٰۃ ادا کریں میں ان کی زکوٰۃ جمع کرتا ہوں اتنے اتنے دنوں کے بعد آپ میری طرف کسی آدمی کو بھیج دیجئے میں ا

---

[1] [حسن: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۲/۱۱) الدرالمنثور للسیوطی (۸۸/۶)] امام سیوطیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ جبکہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

س کے ہاتھ جمع شدہ مال زکوۃ آپ کی خدمت میں بھجوادوں گا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر یہی کیا مال زکوۃ جمع کیا' جب وقت مقرر گزر چکا اور حضور ﷺ کی طرف سے کوئی قاصد نہ آیا تو آپ نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا یہ تو ناممکن ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے وعدے کے مطابق اپنا کوئی آدمی نہ بھیجیں مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں کسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ہم سے ناراض نہ ہو گئے ہوں؟ اور اس بنا پر آپ نے اپنا کوئی قاصد مال زکوۃ لے جانے کیلئے نہ بھیجا ہو اگر آپ لوگ متفق ہوں تو ہم اس مال کو لے کر خود ہی مدینہ شریف چلیں اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں' یہ تجویز طے ہوگئی اور یہ حضرات اپنا مال زکوۃ ساتھ لے کر چل کھڑے ہوئے ادھر سے رسول اللہ ﷺ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر بھیج چکے تھے لیکن یہ حضرات راستے ہی میں سے ڈر کے مارے لوٹ آئے اور یہاں آ کر کہہ دیا کہ حارث نے زکوۃ کو بھی روک لیا اور میرے قتل کے درپے ہوگیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ ناراض ہوئے اور کچھ آدمی حارث کی تنبیہ کیلئے روانہ فرمائے۔ مدینہ کے قریب ہی راستے ہی میں اس مختصر سے لشکر نے حارث رضی اللہ عنہ کو پالیا اور گھیر لیا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے پوچھا آخر کیا بات ہے؟ تم کہاں اور کس کے پاس جارہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم تیری طرف بھیجے گئے ہیں۔ پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ تو نے حضور ﷺ کے قاصد ولید رضی اللہ عنہ کو زکوۃ نہ دی بلکہ انہیں قتل کرنا چاہا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس اللہ کی جس نے محمد ﷺ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے نہ میں نے اسے دیکھا نہ وہ میرے پاس آیا' چلو میں تو خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔ یہاں آئے تو حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تو نے زکوۃ کو بھی روک لیا اور میرے آدمی کو بھی قتل کرنا چاہا۔ آپ نے جواب دیا ہرگز نہیں' یارسول اللہ ﷺ قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے نہ میں نے انہیں دیکھا نہ وہ میرے پاس آئے۔ بلکہ قاصد کو نہ دیکھ کر اس ڈر کے مارے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ مجھ سے ناراض نہ ہوگئے ہوں اور اسی وجہ سے قاصد نہ بھیجا ہو میں خود حاضر خدمت ہوا' اس پر یہ آیت ﴿حَكِيمٌ﴾ تک نازل ہوئی۔ [1] طبرانی میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ کا قاصد حضرت حارث رضی اللہ عنہ کی بستی کے پاس پہنچا تو یہ لوگ خوش ہو کر اس کے استقبال کے لئے خاص تیاری کر کے نکلے ادھر ان کے دل میں یہ شیطانی خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ مجھ سے لڑنے کے لئے آرہے ہیں تو یہ لوٹ کر واپس چلے آئے' انہوں نے جب یہ دیکھا کہ آپ کے قاصد واپس چلے گئے تو خود ہی حاضر ہوئے اور ظہر کی نماز کے بعد صف بستہ ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے زکوۃ وصول کرنے کے لئے اپنے آدمی کو بھیجا ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں ہم بے حد خوش ہوئے لیکن اللہ جانے کیا ہوا کہ وہ راستے میں سے ہی لوٹ گئے تو اس خوف سے کہ کہیں اللہ ہم سے ناراض نہ ہو گیا ہو ہم حاضر ہوئے ہیں۔ اسی طرح وہ عذر معذرت کرتے رہے' عصر کی

---

[1] [حسن بشواهده : مسند احمد (٢٧٩/٤) مجمع الزوائد (١١٣٥٢)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی ثقہ ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت شواہد کی بنا پر حسن ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٨٤٥٩)]

اذان جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی [1] اور روایت میں ہے کہ حضرت ولید رضی اللہ عنہ کی اس خبر پر ابھی حضور سوچ ہی رہے تھے کہ کچھ آدمی ان کی طرف بھیجیں جو ان کا وفد آ گیا اور انہوں نے کہا آپ کا قاصد آدھے راستے سے ہی لوٹ گیا تو ہم نے خیال کیا کہ آپ نے کسی ناراضگی کی بنا پر انہیں واپسی کا حکم بھیج دیا ہو گا اس لئے حاضر ہوئے ہیں' ہم اللہ کے غصے سے اور آپ کی ناراضگی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور اس کا عذر سچا بتایا۔ [2] اور روایت میں ہے کہ قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ان لوگوں نے آپ سے لڑنے کیلئے لشکر بھی جمع کر لیا ہے اور اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر امارت ایک فوجی دستے کو بھیج دیا لیکن انہیں فرما دیا تھا کہ پہلے تحقیق وتفتیش اچھی طرح کر لینا جلدی سے حملہ نہ کر دینا۔ اسی کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر اپنے جاسوس شہر میں بھیج دیئے وہ خبر لائے کہ وہ لوگ دین اسلام پر قائم ہیں مسجد میں اذانیں ہوئیں جنہیں ہم نے خود سنا اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے خود دیکھا' صبح ہوتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ خود گئے اور وہاں کے اسلامی منظر سے خوش ہوئے واپس آ کر سرکار نبوی میں ساری خبر دی۔ اس پر یہ آیت اتری۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ جو اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تحقیق وتلاش و برد باری اور دور بینی اللہ کی طرف سے ہے۔ اور عجلت اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔ [3] سلف میں سے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات نے یہی ذکر کیا ہے۔ جیسے ابن ابی لیلیٰ' یزید بن رومان' ضحاک' مقاتل بن حیان رحمہم اللہ وغیرہ۔ ان سب کا بیان ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں ان کی تعظیم وتوقیر کرنا عزت وادب کرنا ان کے احکام کو سر آنکھوں سے بجالانا تمہارا فرض ہے۔ وہ تمہاری مصلحتوں سے بہت آگاہ ہیں' انہیں تم سے بہت محبت ہے وہ تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتے۔ تم اپنی بھلائی کے اتنے خواہاں اور اتنے واقف نہیں ہو جتنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چنانچہ اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ [4] یعنی مسلمانوں کے معاملات میں ان کی اپنی جانوں کے بہ نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے زیادہ خیر اندیش ہیں۔ پھر فرمایا کہ لوگو! تمہاری عقلیں تمہاری مصلحتوں اور بھلائیوں کو نہیں پا سکتیں انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پا رہے ہیں۔ پس اگر وہ تمہاری ہر پسندیدگی کی

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۳۸۳)] اس میں موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۳۸۳)] اس میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۳۸٤) مسند ابو یعلی (۷/۲٤۷) بیهقی فی شعب الایمان (۸۹/٤)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ حسین سلیم اسد نے اسے ضعیف کہا ہے۔[التعلیق علی المسند ابی یعلی (٤۲۵٦)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف الجامع الصغیر (۲۰۰٤)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [سوره الاحزاب : آیت ٦]

رائے پر عامل بنتے رہیں تو اس میں تمہارا ہی حرج واقع ہوگا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاءَ هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [1] یعنی اگر سچا رب ان کی خوشی پر چلے تو آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز خراب ہو جائے یہ نہیں بلکہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچا دی ہے لیکن یہ اپنی نصیحت پر دھیان ہی نہیں دھرتے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ نے ایمان کو تمہارے نفسوں میں محبوب بنا دیا ہے اور تمہارے دلوں میں اس کی عمدگی بٹھا دی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں اسلام ظاہر ہے اور ایمان دل میں ہے' پھر آپ اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ کرتے اور فرماتے تقویٰ یہاں ہے' پرہیزگاری کی جگہ یہ ہے۔ [2] اس نے تمہارے دلوں میں' کفر کی' اور کبیرہ گناہ کی اور تمام نافرمانیوں کی عداوت ڈال دی ہے اور اس طرح بتدریج تم پر اپنی نعمتیں بھرپور کر دی ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے جن میں یہ پاک اوصاف ہیں انہیں اللہ نے رشد' نیکی ہدایت اور بھلائی دے رکھی ہے' مسند احمد میں ہے احد کے دن جب مشرکین ٹوٹ پڑے تو حضور ﷺ نے فرمایا درستگی کے ساتھ ٹھیک ٹھاک ہو جاؤ تو میں اپنے رب عزوجل کی ثنا بیان کروں' پس لوگ آپ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے یہ دعا پڑھی ﴿ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ اللّٰهُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ وَلَا بَاسِطَ لِمَ قَبَضْتَ وَلَا هَادِيَ لِمَنْ اَضْلَلْتَ وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَّ وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ۔ اَللّٰهُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَالُكَ النَّعِيْمَ الْمُقِيْمَ الَّذِيْ لَا يَحُوْلُ وَلَا يَزُوْلُ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ النَّعِيْمَ يَوْمَ الْعَيْلَةِ وَالْاَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اَعْطَيْتَنَا وَمِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا۔ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ۔ وَاَحْيِنَا مُسْلِمِيْنَ۔ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ' اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ۔ اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ اِلٰهَ الْحَقِّ ﴾ (نسائی) یعنی اے اللہ تمام تر تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں' تو جسے کشادگی دے اسے کوئی تنگ نہیں کر سکتا اور جس پر تو تنگی کرے اسے کوئی کشادہ نہیں کر سکتا تو جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے تو دے اس سے کوئی باز رکھ نہیں سکتا' جسے تو دور کر دے اسے قریب کرنے والا کوئی نہیں اور جسے تو قریب کر لے اسے دور ڈالنے والا کوئی نہیں۔

---

[1] [سورہ المومنون : آیت ۷۱]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۳/۱۳٤) مسند ابو یعلی (۵/۳۰۱)] شیخ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔[السلسلة الضعيفة (٦٩٠٦) الموسوعة الحديثية (١٢٣٨١)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

اے اللہ! ہم پر اپنی برکتیں' رحمتیں' فضل اور رزق کشادہ کر دے۔ اے اللہ میں تجھ سے وہ ہمیشہ کی نعمتیں چاہتا ہوں جو نہ ادھر ادھر ہوں' نہ زائل ہوں۔ اللہ فقیری اور احتیاج والے دن مجھے اپنی نعمتیں عطا فرمانا اور خوف والے دن مجھے امن عطا فرمانا۔ پروردگار جو تو نے مجھے دے رکھا ہے اور جو نہیں دیا ان سب کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے میرے معبود ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دے اور اسے ہماری نظروں میں زینت دار بنا دے اور کفر بدکاری اور نافرمانی سے ہمارے دلوں میں دوری اور عداوت پیدا کر دے اور ہمیں راہ یافتہ لوگوں میں کر دے۔ اے ہمارے رب ہمیں اسلام کی حالت میں فوت کر اور اسلام پر ہی زندہ رکھ اور نیک کار لوگوں سے ملا دے۔ ہم رسوا نہ ہوں' ہم فتنے میں نہ ڈالے جائیں۔ اللہ ان کافروں کا ستیاناس کر جو تیرے رسولوں کو جھٹلائیں اور تیری راہ سے روکیں' تو ان پر اپنی سزا اور اپنا عذاب نازل فرما۔ الٰہی اہل کتاب کے کافروں کو بھی تباہ کر' اے سچے معبود۔ [1] یہ حدیث امام نسائی بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لائے ہیں۔

مرفوع حدیث میں ہے جس شخص کو اپنی نیکی اچھی لگے اور برائی اسے ناراض کرے وہ مومن ہے۔ [2] پھر فرماتا ہے یہ بخشش جو تمہیں عطا ہوئی ہے یہ تم پر اللہ کا فضل ہے اور اس کی نعمت ہے' اللہ مستحقین ہدایت کو اور مستحقین ضلالت کو بخوبی جانتا ہے' وہ اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے۔

وَاِنۡ طَآٮِٕفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا‌ ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا
عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ حَتّٰى تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ‌ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ
فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَاَقۡسِطُوۡا‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ ۝۹ اِنَّمَا
الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَ اَخَوَيۡكُمۡ‌ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ۝۱۰

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں' تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو' پھر اگر ان دونوں میں سے ایک دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم سب اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے' اگر لوٹ آئے' تو پھر ان دونوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ○ یاد رکھو سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○

صلح کرانے کی ترغیب: یہاں حکم ہو رہا ہے کہ اگر مسلمانوں کی کوئی دو جماعتیں لڑنے لگ جائیں تو دوسرے

---

[1] [صحيح : مسند احمد (۳/۴۲٤) نسائى فى الكبرى فى كتاب عمل اليوم والليلة : باب الاستنصار عند اللقاء (۱۰٤٤٥)، (۱٥٦/٦) طبرانى كبير (٤۷/٥) مستدرك حاكم (٥٠٦/۱) ابو نعيم فى الحلية (۱۲۷/۱۰)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[فقه السيرة (ص : ۲٦٠)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحيح : ترمذى : كتاب الفتن : باب ما جاء فى لزوم الجماعة (۲۱٦٥) مسند احمد (۱۸/۱)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحيح ترمذى]

مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں صلح کرادیں، آپس میں دولڑنے والی جماعتوں کو مومن کہنا، اس سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ نافرمانی گو کتنی ہی بڑی ہو انسان کو ایمان سے الگ نہیں کرتی۔ خارجیوں کا اور ان کے موافق معتزلہ کا مذہب اس بارے میں خلاف حق ہے، اسی آیت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپ کے ساتھ منبر پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی تھے آپ کبھی ان کی طرف دیکھتے کبھی لوگوں کی طرف اور فرماتے کہ میرا یہ بچہ سید ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا۔ [1]

آپ کی یہ پیش گوئی سچی نکلی اور اہل شام اور اہل عراق میں بڑی لمبی لڑائیوں اور بڑے ناپسندیدہ واقعات کے بعد آپ کی وجہ سے صلح ہوگئی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اگر ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑائی کی جائے تاکہ وہ پھر ٹھکانے آجائے حق کو سنے اور مان لے، صحیح حدیث میں ہے اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو تو بھی اور مظلوم ہو تو بھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ مظلوم ہونے کی حالت تو ظاہر ہے لیکن ظالم ہونے کی حالت میں کیسے مدد کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ظلم سے باز رکھو یہی اس کی اس وقت کی مدد ہے۔ [2] مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ کہا گیا کیا اچھا ہو اگر آپ عبداللہ بن ابی کے گھر چلے چلئے چنانچہ آپ گدھے پر سوار ہوئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی ہمرکابی میں ساتھ ہو لئے زمین شور تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو یہ کہنے لگا مجھ سے الگ رہیے اللہ کی قسم آپ کے گدھے کی بدبو نے میرا دماغ پریشان کردیا ہے۔ اس پر ایک انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کی بو تیری خوشبو سے بہت ہی اچھی ہے۔ اس پر ادھر سے ادھر سے کچھ لوگ بول پڑے اور معاملہ بڑھنے لگا بلکہ کچھ ہاتھا پائی اور جوتے چھڑیاں بھی کام میں لائی گئیں۔ ان کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اوس اور خزرج قبائل میں کچھ چشمک ہوگئی تھی ان میں صلح کرادینے کا اس آیت میں حکم ہو رہا ہے۔ حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمران نامی ایک انصاری تھے ان کی بیوی صاحبہ کا نام ام زید تھا اس نے اپنے میکے جانا چاہا خاوند نے روکا اور منع کردیا کہ میکے کا کوئی شخص یہاں بھی نہ آئے، عورت نے یہ خبر اپنے میکے میں کہلوادی، وہ لوگ آئے اور اسے بالاخانے سے اتار لائے اور لے جانا چاہا، ان کے خاوند گھر پر تھے نہیں خاوند والوں نے اس کے چچازاد بھائیوں کو اطلاع دے کر انہیں بلالیا، اب کھینچا تانی ہونے لگی اور ان کے بارے میں یہ آیت اتری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طرف کے لوگوں کو بلا کر

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلح : باب قول النبی للحسن بن علی (٢٧٠٤) ابو داؤد : کتاب السنة : باب ما یدل علی ترك الكلام فی الفتنة (٤٦٦٢) مسند احمد (٥/٤٤)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاکراہ : باب یمین الرجل لصاحبه انه اخوة اذا خاف علیه القتل او نحوہ (٦٩٥٢) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة (٦٢) مسند احمد (٣/١٥٧)] مزید دیکھئے : صحیح بخاری : کتاب الصلح : باب ما جاء فی الاصلاح بین الناس (٢٦٩١) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب فی دعاء النبی وصبره علی اذی المنافقین (١١٧)]

بیچ میں بیٹھ کر صلح کرادی اور سب لوگ مل گئے' پھر حکم ہوتا ہے دونوں فریقوں میں عدل کرو اللہ عادلوں کو پسند فرماتا ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں دنیا میں جو عدل وانصاف کرتے رہے وہ موتیوں کے منبروں پر رحمٰن عزوجل کے سامنے ہوں گے اور یہ بدلہ ہوگا ان کے عدل وانصاف کا (نسائی) (1) مسلم کی حدیث میں ہے یہ لوگ ان منبروں پر اللہ کے دائیں جانب ہوں گے یہ اپنے فیصلوں میں اپنے اہل وعیال میں اور جو کچھ ان کے قبضے میں ہے اس میں عدل سے کام لیا کرتے تھے۔ (2)

پھر فرمایا کل مومن دینی بھائی ہیں' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اسے اس پر ظلم وستم نہ کرنا چاہئے۔ (3) صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے اور صحیح حدیث میں ہے جب کوئی مسلمان اپنے غیر حاضر بھائی کیلئے اس کی پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین۔ اور تجھے بھی اللہ ایسا ہی دے۔ (4) اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے مسلمان سارے کے سارے اپنی محبت رحمدلی اور میل جول میں مثل ایک جسم کے ہیں جب کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تڑپ اٹھتا ہے' کبھی بخار چڑھ آتا ہے کبھی شب بیداری کی تکلیف ہوتی ہے۔ (5) ایک اور حدیث میں ہے مومن مومن کیلئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے' پھر آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا' (6) مسند احمد میں ہے مومن کا تعلق اہل ایمان سے ایسا ہے جیسے سر کا تعلق جسم سے ہے' مومن اہل ایمان کیلئے وہی دردمندی کرتا ہے جو دردمندی جسم کو سر کے ساتھ ہے۔ (7) پھر فرماتا ہے دونوں لڑنے والی جماعتوں اور دونوں طرف کے اسلامی بھائیوں میں صلح کرادو' اپنے تمام کاموں میں اللہ کا ڈر رکھو۔ یہی

---

(1) [صحیح : مسند احمد (۲/۱۵۹) ابن ابی شیبة فی المصنف : کتاب الجنة : باب ما ذکر فی الجنة و ما فیها مما أعد لأهلها (۸۳)، (۸/۱۸) مستدرك حاکم (۸۸/٤)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ احمد شاکر بھی اسے صحیح کہتے ہیں اور حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اس کا شاہد صحیح مسلم (۱۸۲۷) وغیرہ میں بھی موجود ہے۔]

(2) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب فضیلة الامیر العادل (۱۸) مسند احمد (۲/۱۵۹)]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب لا یظلم المسلم المسلم و لا یسلمه (۲٤٤۲) صحیح مسلم : کتاب البر و الصلة : باب تحریم الظلم (۵۸) مسند احمد (۲/۹۱)]

(4) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الذکر و الدعا : باب فضل الدعا المسلمین بظهر الغیب (۸۷)]

(5) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب رحمة الناس و البهائم (٦۰۱۱) صحیح مسلم : کتاب البر و الصلة (٦٦) مسند احمد (٤/۲۷۰)]

(6) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب نصر المظلوم (۲٤٤٦) صحیح مسلم : کتاب البر (٦۵) مسند احمد (٤/٤۰٤)]

(7) [صحیح لغیرہ وهذا اسناد ضعیف : مسند احمد (۵/۳٤۰) طبرانی کبیر (٦/۱۳۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح لغیرہ ہے البتہ یہ سند مصعب بن ثابت کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی رحمت تم پر نازل ہوگی۔ پرہیزگاروں کے ساتھ ہی رب کا رحم رہتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ
وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا
تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ
يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾

اے ایمان والو کوئی جماعت دوسری جماعت سے مسخرا پن نہ کرے ممکن ہے کہ یہ اس سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں سے ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو برے لقب دو ایمان کے بعد گنہگاری برا نام ہے۔ اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں ○

مذاق اور برے القابات سے پکارنے کی ممانعت: اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو حقیر و ذلیل کرنے اور ان کا مذاق اڑانے سے روک رہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے تکبر حق سے منہ موڑ لینے کا اور لوگوں کو ذلیل وخوار سمجھنے کا نام ہے۔ [۱] اس کی وجہ قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی کہ جسے تم ذلیل کر رہے ہو جس کا تم مذاق اڑا رہے ہو ممکن ہے اللہ کے نزدیک وہ تم سے زیادہ باوقعت ہو، مردوں کو منع کر کے پھر خاصۃً عورتوں کو بھی روکا اور اس ملعون خصلت کو حرام قرار دیا چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ [۲] یعنی ہر طعنہ باز، عیب جو کیلئے خرابی ہے۔ ''ہمز'' فعل سے ہوتا ہے اور ''لمز'' قول سے، ایک اور آیت میں ہے ﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ﴾ [۳] الخ، یعنی وہ جو لوگوں کو حقیر گنتا ہو ان پر چڑھا جا رہا ہو اور لگانے بجھانے والا ہو، غرض ان تمام کاموں کو ہماری شریعت نے حرام قرار دیا۔ یہاں تو یہ لفظ ہیں کہ اپنے آپ کو عیب نہ لگاؤ مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ۔ جیسے فرمایا ﴿وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ﴾ [۴] یعنی ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ، مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کو طعنے نہ دو [۵] پھر فرمایا کسی کو چڑاؤ مت! جس لقب سے وہ ناراض ہوتا ہو اس لقب سے اسے نہ پکارو، نہ اس کو برا نام دو۔ مسند احمد میں ہے کہ یہ حکم بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ حضور ﷺ جب مدینہ میں آئے تو یہاں ہر شخص کے دو دو تین تین نام تھے حضور ﷺ ان میں سے کسی کو کسی نام سے پکارتے تو لوگ کہتے یا رسول اللہ ﷺ یہ اس سے چڑتا ہے۔ اس پر یہ آیت اتری (ابوداود) [۶] پھر فرماتا ہے کہ ایمان کی حالت میں فاسقانہ القاب سے آپس میں ایک دوسرے کو نامزد کرنا

---

[۱] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب تحریم الکبر و بیانه (۹۱) مسند احمد (۱/۳۸۵)]

[۲] [سورۃ همزه: آیت ۱]

[۳] [سورۃ القلم: آیت ۱۱]

[۴] [سورۃ النسآء: آیت ۲۹]

[۵] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۳۹۱)]

[۶] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الادب (۴۹۶۲) ترمذی (۳۲۶۸) مسند احمد (۴/۲۶۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

نہایت بری بات ہے' اب تمہیں اس سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ ظالم گنے جاؤ گے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے' کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی' اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ قبول کرنے والا مہربان ہے ○

بدظنی اور غیبت کی ممانعت: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو بدگمانی کرنے سے' تہمت رکھنے سے اپنوں اور غیروں کو خوفزدہ کرنے سے' خواہ مخواہ کی دہشت دل میں رکھ لینے سے روکتا ہے اور فرماتا ہے کہ بسا اوقات اکثر اس قسم کے گمان بالکل گناہ ہوتے ہیں پس تمہیں اس میں پوری احتیاط کرنی چاہئے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا ہو جہاں تجھ سے ہو سکے اسے بھلائی اور اچھائی پر محمول کر۔ ابن ماجہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کعبہ کرتے ہوئے فرمایا تو کتنا پاک گھر ہے؟ تو کیسی بڑی حرمت والا ہے؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ مومن کی حرمت' اس کے مال اور اس کی جان کی حرمت اور اس کے ساتھ نیک گمان کرنے کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت بڑی ہے۔ (۱) یہ حدیث صرف ابن ماجہ میں ہی ہے' صحیح بخاری شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بدگمانی سے بچو گمان سب سے بڑی جھوٹی بات ہے' بھید نہ ٹٹولو۔ ایک دوسرے کی ٹوہ حاصل کرنے کی کوشش میں نہ لگ جایا کرو حسد بغض اور ایک دوسرے سے منہ پھلانے سے بچو سب مل کر اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو سہو۔ (۲) مسلم وغیرہ میں ہے ایک دوسرے سے روٹھ کر نہ بیٹھ جایا کرو' ایک دوسرے سے میل جول ترک نہ کر لیا کرو۔ ایک دوسرے سے حسد بغض نہ کیا کرو' بلکہ سب مل کر اللہ کے بندے آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بند ہو کر زندگی گزارو۔ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال اور میل جول چھوڑ دے' (۳) طبرانی میں ہے کہ تین خصلتیں میری امت میں رہ جائیں گی فال لینا' حسد کرنا اور بدگمانی کرنا۔ ایک شخص نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان کا تدارک کیا ہے؟ فرمایا جب حسد کرے تو استغفار کر لے۔ جب گمان پیدا ہو تو اسے چھوڑ دے اور یقین نہ

---

(۱) [ضعیف : ابن ماجه : كتاب الفتن : باب حرمة دم المؤمن وماله (۳۹۳۲)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعيف ابن ماجه] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں نصر بن محمد راوی ضعیف ہے۔]

(۲) [صحيح : صحيح بخاری : كتاب الادب (۶۰۶۶) صحيح مسلم : كتاب البر والصلة (۲۵۶۳)]

(۳) [صحيح : صحيح بخاری : كتاب الادب باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر (۶۰۶۴) صحيح مسلم : كتاب البر والصلة والتوبة : باب تحريم التحاسد والتباغض والتدابر (۲۵۵۹)]

کر، اور جب شگون لے خواہ نیک نکلے خواہ بد اپنے کام سے نہ رک، اسے پورا کر۔' (۱) ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں آپ نے فرمایا ہمیں بھید ٹٹولنے سے منع فرمایا گیا ہے اگر ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہوگئی تو ہم اس پر پکڑ سکتے ہیں'' (۲) مسند احمد میں ہے کہ عقبہ کے کاتب دجین کے پاس حضرت ابوالہیثم گئے اور ان سے کہا کہ میرے پڑوس میں کچھ لوگ شرابی ہیں میرا ارادہ ہے کہ میں داروغہ کو بلا کر انہیں گرفتار کرا دوں، آپ نے فرمایا ایسا نہ کرنا بلکہ انہیں سمجھاؤ بجھاؤ ڈانٹ ڈپٹ کرو، پھر کچھ دنوں کے بعد آئے اور کہا وہ باز نہیں رہتے اب تو میں ضرور داروغہ کو بلاؤں گا آپ نے کہا افسوس! تم ہرگز ہرگز ایسا نہ کرو سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کی پردہ داری کرے اسے اتنا ثواب ملے گا جیسے کسی نے زندہ درگور کردہ لڑکی کو بچا لیا۔' (۳) ابوداؤد میں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو لوگوں کے باطن اور ان کے راز ٹٹولنے کے درپے ہوگا تو تو انہیں بگاڑ دے گا یا فرمایا ممکن ہے تو انہیں خراب کر دے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث سے اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بہت فائدہ پہنچایا۔' (۴) ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ امیر اور بادشاہ جب اپنے ماتحتوں اور رعایا کی برائیاں ٹٹولنے لگ جاتا ہے اور گہرا اترنا شروع کر دیتا ہے تو انہیں بگاڑ دیتا ہے۔ (۵) پھر فرمایا تجسّس نہ کرو یعنی برائیاں معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو، تاک جھانک نہ کیا کرو اسی سے جاسوس ماخذ ہے، تجسّس کا اطلاق عموماً برائی پر ہوتا ہے اور تحسس کا اطلاق بھلائی کے ڈھونڈنے پر۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں سے فرماتے ہیں۔ ﴿فَتَحَسَّسُوْا﴾ (۶) الخ بچو تم جاؤ اور یوسف اور برادر یوسف کو ڈھونڈو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوؤ اور کبھی کبھی ان دونوں کا استعمال شر اور برائی میں بھی ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے نہ تجسّس کرو، نہ تحسس کرو، نہ حسد و بغض کرو نہ منہ موڑو بلکہ سب مل کر اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تجسّس کہتے ہیں کسی چیز میں کرید کرنے کو اور تحسس کہتے ہیں ان لوگوں کی سرگوشی پر کان لگانے کو جو کسی کو اپنی باتیں سنانا نہ چاہتے ہوں۔ اور تدابر کہتے ہیں ایک دوسرے سے رک کر آزردہ ہو کر قطع تعلقات کرنے کو۔

---

(۱) [ضعیف: طبرانی کبیر (۳۷۲۷) مجمع الزوائد (۱۳۰۴۶)] اس میں اسماعیل بن قیس ضعیف ہے۔]

(۲) [صحیح الاسناد: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی التجسس (۴۸۹۰)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

(۳) [ضعیف: مسند احمد (۱۵۳/۴) ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی الستر علی المسلم (۴۸۹۱) الادب المفرد (۷۵۸)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(۴) [صحیح: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی التجسس (۴۸۸۸)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۵) [صحیح لغیرہ: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی التجسس (۴۸۸۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] جبکہ حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

(۶) [سورہ یوسف: آیت ۸۷]

پھر غیبت سے منع فرماتا ہے' ابوداؤد میں ہے لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ غیبت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے مسلمان بھائی کی کسی ایسی بات کا ذکر کرے جو اسے بری معلوم ہو۔ تو کہا گیا اگر وہ برائی اس میں ہو جب بھی؟ فرمایا ہاں غیبت تو یہی ہے ورنہ بہتان اور تہمت ہے۔ [1] ابوداؤد میں ہے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا تو ایسی ایسی ہیں مسدد راوی کہتے ہیں یعنی کم قامت' تو حضور ﷺ نے فرمایا تو نے ایسی بات کہی ہے کہ سمندر کے پانی میں اگر ملادی جائے تو اسے بھی بگاڑ دے اور ایک مرتبہ آپ کے سامنے کسی شخص کی کچھ ایسی ہی باتیں بیان کی گئیں تو آپ نے فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا گو مجھے چاہے ایسا کرنے میں بہت بڑا نفع ہی ملتا ہو۔ [2] ابن جریر میں ہے کہ ایک بی بی صاحبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آئیں جب وہ جانے لگیں تو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو اشارہ سے کہا کہ یہ بہت پست قامت ہیں' حضور ﷺ نے فرمایا تم نے ان کی غیبت کی۔ [3] الغرض غیبت حرام ہے' اور اس کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ لیکن ہاں شرعی مصلحت کی بنا پر کسی کی ایسی بات کا ذکر کرنا غیبت میں داخل نہیں جیسے جرح و تعدیل نصیحت و خیر خواہی۔ جیسے کہ نبی ﷺ نے ایک فاجر شخص کی نسبت فرمایا تھا' یہ بہت برا آدمی ہے [4] اور جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا معاویہ رضی اللہ عنہ مفلس شخص ہے اور ابوالجہم بڑا مارنے پیٹنے والا آدمی ہے۔ [5] یہ آپ نے اس وقت فرمایا تھا جبکہ ان دونوں بزرگوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے نکاح کا مانگا ڈالا تھا اور بھی جو باتیں اس طرح کی ہوں ان کی تو اجازت ہے باقی اور غیبت حرام ہے' اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس لئے یہاں فرمایا کہ جس طرح تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے گھن کرتے ہو اس سے بہت زیادہ نفرت تمہیں غیبت سے کرنی چاہئے۔ جیسے حدیث میں ہے اپنے دیئے ہوئے ہبہ کو واپس لینے والا ایسا ہے جیسے کتا جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے اور فرمایا بری مثال ہمارے لئے لائق نہیں۔ [6] حجۃ الوداع کے خطبہ میں ہے تمہارے خون' مال' آبرو تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسی حرمت تمہارے اس دن کی تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس

---

[1] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی الغیبۃ (٤٨٧٤) ترمذی : کتاب البر : باب ما جاء فی الغیبۃ (١٩٣٤) مسند احمد (٢/٣٨٤)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابو داود، صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب (٤٨٧٥) ترمذی : کتاب صفۃ القیامۃ (٢٥٠٢) مسند احمد (٦/١٨٩)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود، صحیح ترمذی]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٣٩٥)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب ما یجوز من اغتیاب اهل الفساد والریب (٦٠٥٤) صحیح مسلم : کتاب البر والصلۃ : باب مداراۃ من یتقی فحشه (٢٥٩١) مسند احمد (٦/٣٨)]

[5] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الطلاق : باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لها (١٤٨٠) مسند احمد (٦/٤١٢)]

[6] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الهبۃ : باب لا یحل لا حد ان یرجع فی هبته وصدقته (٢٦٢٢) صحیح مسلم : کتاب الهبات : باب تحریم الرجوع فی الصدقۃ بعد القبض (١٦٢٢)]

شہر میں ہے۔ (1) ابوداؤد میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ مسلمان کا مال' اس کی عزت اور اس کا خون مسلمان پر حرام ہے انسان کو اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ مسلمان بھائی کی حقارت کرے۔ (2) اور حدیث میں ہے اے وہ لوگو! جن کی زبانیں تو ایمان لاچکی ہیں لیکن دل ایماندار نہیں ہوئے تم مسلمانوں کی غیبتیں کرنا چھوڑ دو اور ان کے عیبوں کی کرید نہ کیا کرو یاد رکھو اگر تم نے ان کے عیب ٹٹولے تو اللہ تعالیٰ تمہاری پوشیدہ خوبیوں کو ظاہر کردے گا' یہاں تک کہ تم اپنے گھرانے والوں میں بھی بدنام اور رسوا ہوجاؤ گے (3) مسند ابویعلی میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ سنایا جس میں آپ نے پردہ نشین عورتوں کے کانوں میں بھی اپنی آواز پہنچائی اور اس خطبہ میں اوپر والی حدیث بیان فرمائی (4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا تیری حرمت وعظمت کا کیا ہی کہنا لیکن تجھ سے بھی بہت زیادہ حرمت ایک ایماندار شخص کی اللہ کے ہاں ہے۔ (5) ابوداؤد میں ہے جس نے کسی مسلمان کی برائی کرکے ایک نوالہ حاصل کیا اسے جہنم کی اتنی ہی غذا کھلائی جائے گی اسی طرح جس نے مسلمانوں کی برائی کرنے پر پوشاک حاصل کی اسے اسی جیسی پوشاک جہنم کی پہنائی جائے گی اور جو شخص کسی دوسرے کی بڑائی دکھانے سنانے کو کھڑا ہوا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دکھاوے سناوے کے مقام میں کھڑا کردے گا۔ (6) حضور ﷺ فرماتے ہیں معراج والی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ناخن تانبے کے ہیں جن سے وہ اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے ہیں میں نے پوچھا جبرائیل یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے اور ان کی عزتیں لوٹتے تھے (ابوداؤد) (7) اور روایت میں ہے کہ لوگوں کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا معراج والی رات میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا جن میں مرد عورت دونوں تھے کہ فرشتے ان کے پہلوؤں سے گوشت کاٹتے

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب قول النبی رب مبلغ اوعی من سامع (٦٧) صحیح مسلم : کتاب القسامة : باب تغلیظ تحریم الدماء والاعراض والاموال (١٦٧٩) مسند احمد (٢٣٠/١)]

(2) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله (٢٥٦٤) مسند احمد (٤٩١/٣)]

(3) [حسن صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی الغیبة (٤٨٨٠)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(4) [ضعیف : مسند ابو یعلی (١٦٧٥) ابو نعیم فی دلائل النبوة (٣٥٦)] اس میں ابواسحاق کا عنعنہ ہے۔]

(5) [حسن صحیح : ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی تعظیم المومن (٢٠٣٢) ابن حبان (٥٧٦٣)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

(6) [صحیح : ابو داؤد : کتاب الاداب (٤٨٨١)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود] شیخ عبد الرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

(7) [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب (٤٨٧٨) مسند احمد (٢٢٤/٣)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود]

ہیں اور پھر انہیں اس کے کھانے پر مجبور کرتے ہیں اور وہ اسے چبار ہے ہیں میرے سوال پر کہا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو طعنہ زن، غیبت گو، چغل خور، انہیں جبراً آج خود ان کا گوشت کھلایا جارہا ہے (ابن ابی حاتم) [1] یہ حدیث بہت مطول ہے اور ہم نے پوری حدیث سورہ سبحان کی تفسیر میں بیان کردی ہے۔ فالحمدللہ۔

مسند ابوداؤد طیالسی میں ہے حضور ﷺ نے لوگوں کو روزے کا حکم دیا اور فرمایا جب تک میں نہ کہوں کوئی افطار نہ کرے شام کو لوگ آنے لگے اور آپ سے دریافت کرنے لگے آپ انہیں اجازت دیتے اور وہ افطار کرتے جاتے ایک صاحب آئے اور عرض کیا، حضور ﷺ دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا جو آپ ہی کے متعلقین میں سے ہیں انہیں بھی آپ اجازت دیجئے کہ روزہ کھولیں آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اس نے دوبارہ عرض کی تو آپ نے فرمایا وہ روزے سے نہیں ہیں، کیا وہ بھی روزے دار ہو سکتا ہے؟ جو انسانی گوشت کھائے انہیں کہو کہ اگر وہ روزے سے ہیں تو قے کریں چنانچہ انہوں نے قے کی جن میں خون جمے کے لوتھڑے نکلے اس نے آ کر حضور ﷺ کو خبر دی آپ نے فرمایا اگر یہ اسی حالت میں مرجاتیں تو آگ کا لقمہ بنتیں۔ [2] اس کی سند ضعیف ہے اور متن بھی غریب ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا تھا حضور ﷺ ان دونوں عورتوں کی روزے میں بری حالت ہے مارے پیاس کے مر رہی ہیں اور یہ دوپہر کا وقت تھا، حضور ﷺ کی خاموشی پر اس نے دوبارہ کہا یارسول اللہ ﷺ وہ تو مر گئی ہوں گی یا تھوڑی دیر میں مرجائیں گی، آپ نے فرمایا جاؤ انہیں بلالاؤ جب وہ آئیں تو آپ نے دودھ کا مٹکا ایک کے سامنے رکھ کر فرمایا اس میں قے کر اس نے قے کی تو اس میں پیپ خون جامد وغیرہ نکلی جس سے آدھا مٹکا بھر گیا، پھر دوسری سے قے کرائی اس میں بھی یہی چیزیں اور گوشت کے لوتھڑے وغیرہ نکلے اور مٹکا بھر گیا، اس وقت آپ نے فرمایا حلال روزہ رکھے ہوئے تھیں اور حرام کھا رہی تھیں دونوں بیٹھ کر لوگوں کے گوشت کھانے لگی تھیں (یعنی غیبت کر رہی تھیں) (مسند احمد) [3] مسند حافظ ابو یعلی میں ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا یارسول اللہ ﷺ میں نے زنا کیا ہے آپ نے منہ پھیر لیا یہاں تک کہ دو چار مرتبہ کہہ چکے پھر پانچویں دفعہ آپ نے کہا تو نے زنا کیا ہے؟ جواب دیا ہاں فرمایا جانتا ہے زنا کسے کہتے ہیں؟ جواب دیا ہاں جس طرح انسان اپنی حلال عورت کے پاس جاتا ہے اسی طرح میں نے حرام عورت سے کیا۔ آپ نے فرمایا اب تیرا مقصد کیا ہے؟ کہا یہ کہ آپ مجھے اس گناہ سے پاک کردیں، آپ نے فرمایا کیا تو نے اسی طرح دخول کیا تھا جس طرح سلائی سرمہ دانی میں اور لکڑی کنویں میں؟ کہا ہاں یارسول اللہ ﷺ اب آپ نے انہیں رجم کرنے کا یعنی پتھراؤ کرنے کا حکم دیا، چنانچہ یہ رجم کر دیئے گئے۔ اسکے بعد حضور ﷺ نے دو شخصوں کو یہ کہتے ہوئے سنا اسے دیکھو اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن اس نے اپنے آپ کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ کتے کی طرح پتھراؤ کیا گیا۔ آپ یہ

---

[1] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰۸/۲۲)] اس کی سند میں ابوھارون راوی ضعیف ہے۔]

[2] [**ضعیف** : مسند طیالسی (۲۱۰۷)] اس میں یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [**ضعیف** : مسند احمد (۴۳۱/۵) مسند ابو یعلی (۱۵۷۶) دلائل النبوۃ للبیھقی (۱۸۶/۶)] اس کی سند میں سلیمان مدلس راوی کا عنعنہ ہے اور ایک راوی مجہول بھی ہے۔]

سنتے ہوئے چلتے رہے تھوڑی دیر بعد آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک مردہ گدھا پڑا ہوا ہے فرمایا فلاں فلاں شخص کہاں ہیں؟ وہ سواری سے اتریں اور اس گدھے کا گوشت کھائیں انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ اللہ آپ کو بخشے کیا یہ کھانے کے قابل ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی جو تم نے اپنے بھائی کی بدی بیان کی تھی وہ اس سے بھی زیادہ بری چیز تھی۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ شخص جسے تم نے برا کہا تھا وہ تو اب اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔[1] اس کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد میں ہے ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ نہایت سڑی مردار بو والی ہوا چلی آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ بو کس چیز کی ہے؟ یہ بدبو ان کی ہے جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں' اور روایت میں ہے کہ منافقوں کے ایک گروہ نے مسلمانوں کی غیبت کی ہے یہ بدبودار ہوا وہ ہے۔[2] حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک سفر میں دو شخصوں کے ساتھ تھے جن کی یہ خدمت کرتے تھے اور وہ انہیں کھانا کھلاتے تھے ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سو گئے تھے اور قافلہ آگے چل پڑا پڑاؤ ڈالنے کے بعد ان دونوں نے دیکھا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نہیں تو اپنے ہاتھوں سے خیمہ کھڑا کرنا پڑا اور غصہ سے کہا سلمان رضی اللہ عنہ تو بس اتنے ہی کام کا ہے کہ پکی پکائی کھالے اور تیار خیمے میں آ کر آرام کرلے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پہنچے ان دونوں کے پاس سالن نہ تھا کہا تم جاؤ اور رسول اللہ ﷺ سے ہمارے لئے سالن لے آؤ' یہ گئے اور حضور ﷺ سے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے میرے دونوں ساتھیوں نے بھیجا ہے کہ اگر آپ کے پاس سالن ہو تو دے دیجئے' آپ نے فرمایا وہ سالن کیا کریں گے؟ انہوں نے تو سالن پالیا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ واپس گئے اور جا کر ان سے یہ بات کہی' وہ اٹھے اور خود حاضر حضور ہوئے اور کہا حضور ﷺ ہمارے پاس تو سالن نہیں نہ آپ نے بھیجا آپ نے فرمایا تم نے سلمان رضی اللہ عنہ کے گوشت کا سالن کھالیا جبکہ تم نے انہیں یوں کہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿مَيْتًا﴾ اس لئے کہ وہ سوئے ہوئے تھے اور یہ ان کی غیبت کر رہے تھے۔[3] حافظ ضیاء مقدسی کی کتاب مختار میں تقریباً ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہارے اس خادم کا گوشت تمہارے دانتوں میں اٹکا ہوا دیکھ رہا ہوں اور ان کا اپنے غلام سے جبکہ وہ سویا ہوا تھا اور ان کا کھانا تیار نہیں کیا تھا صرف اتنا کہنا مروی ہے کہ یہ تو بڑا ہی سونے والا ہے ان دونوں بزرگوں نے حضور ﷺ سے کہا آپ ہمارے لئے استغفار کریں[4] ابو یعلی میں ہے جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا (یعنی اس کی غیبت کی)

---

[1] [ضعیف : نسائی فی السنن الکبری (٧١٦٤) ابن حبان (٤٣٩٩) دارقطنی (١٩٦/٣) بیهقی (٢٢٧/٨)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں ابن عم عن ابی ہریرہ راوی مجہول ہے۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (٣٥١/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٤٧٨٤) صحيح الادب المفرد (٥٦٦) صحيح الترغيب (٢٨٤٠)]

[3] [ضعیف : ابن ابی حاتم فی التفسیر کما فی الدر المنثور للسیوطی (١٠٢/٦)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند ارسال کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [حسن : المختارة للمقدسی (٧١/٥)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

قیامت کے دن اس کے سامنے وہ گوشت لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جیسے اس کی زندگی میں تو نے اس کا گوشت کھایا تھا اب مردے کا گوشت بھی کھا۔ اب یہ چیخے گا چلائے گا ہائے وائے کرے گا اور اسے جبراً وہ مردہ گوشت کھانا پڑے گا۔ یہ روایت بہت غریب ہے۔

پھر فرماتا ہے اللہ کا لحاظ کرو اس کے احکام بجالاؤ اس کی منع کردہ چیزوں سے رک جاؤ اور اس سے ڈرتے رہا کرو۔ جو اس کی طرف جھکے وہ اس کی طرف مائل ہوتا ہے' توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے اور جو اس پر بھروسہ کرے' اس کی طرف رجوع کرے وہ اس پر رحم اور مہربانی فرماتا ہے۔ جمہور علماء کرام فرماتے ہیں غیبت گو کی توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے اور پھر سے اس گناہ کو نہ کرے' پہلے جو کر چکا ہے اس پر نادم ہونا بھی شرط ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے' اور جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی حاصل کر لے۔ بعض کہتے ہیں یہ بھی شرط نہیں اس لئے کہ ممکن ہے اسے خبر ہی نہ ہو اور معافی مانگنے کو جب جائے گا تو اسے اور رنج ہوگا۔ پس اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جن مجلسوں میں اس کی برائی بیان کی تھی ان میں اب اس کی سچی صفائی بیان کرے اور اس برائی کو اپنی طاقت کے مطابق دفع کر دے تو ادلے کا بدلہ ہو جائے گا۔ مسند احمد میں ہے جو شخص اس وقت کسی مومن کی حمایت کرے جبکہ کوئی منافق اس کی مذمت بیان کر رہا ہو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر کر دیتا ہے جو قیامت والے دن اس کے گوشت کو نار جہنم سے بچائے گا اور جو شخص کسی مومن پر کوئی ایسی بات کہے گا جس سے اس کا ارادہ اسے مطعون کرنے کا ہو اسے اللہ تبارک وتعالیٰ پل صراط پر روک لے گا یہاں تک کہ بدلہ ہو جائے۔ یہ حدیث ابوداؤد میں بھی ہے۔ (۱) ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے جو شخص کسی مسلمان کی بے عزتی ایسی جگہ میں کرے جہاں اس کی آبروریزی اور توہین ہوتی ہو تو اسے بھی اللہ تعالیٰ ایسی جگہ رسوا کرے گا جہاں وہ اپنی مدد کا طالب ہو اور جو مسلمان اپنے بھائی کی حمایت کرے اللہ تعالیٰ بھی ایسی جگہ اس کی نصرت کرے گا (ابوداود) (۲)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو تمہاری جماعتیں اور قبیلے بنا دیئے ہیں' اللہ کے نزدیک تم سب میں سے بڑا بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے' یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے ○

---

(۱) [حسن: مسند احمد (٤٤١/٣) ابو داؤد: کتاب الادب: باب من رد عن مسلم غيبة (٤٨٨٣)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [ضعیف: ابو داؤد: کتاب الادب (٤٨٨٤) مسند احمد (٣٠/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں اسماعیل بن بشیر راوی مجہول ہے۔]

ساری انسانیت کی تخلیق ایک مرد وعورت سے: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے' ان ہی سے ان کی بیوی صاحبہ حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا تھا اور پھر ان دونوں سے نسل انسانی پھیلی۔ شعوب قبائل سے عام ہے۔ مثال کے طور پر عرب تو شعوب میں داخل ہے پھر قریش غیر قریش پھر ان کی تقسیم یہ سب قبائل میں داخل ہے' بعض کہتے ہیں شعوب سے مراد عجمی لوگ اور قبائل سے مراد عرب جماعتیں۔ جیسے کہ بنی اسرائیل کو اسباط کہا گیا ہے میں نے ان تمام باتوں کو ایک علیحدہ مقدمہ میں لکھ دیا ہے' جسے میں نے ابوعمر بن عبدالبر کی کتاب الاشباہ اور کتاب القصد والامم فی معرفۃ انساب العرب والعجم سے جمع کیا ہے۔ مقصد اس آیت مبارکہ کا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جو مٹی سے پیدا ہوئے تھے ان کی طرف نسبت میں تو کل جہان کے آدمی ہم مرتبہ ہیں۔ اب جو کچھ فضیلت جس کسی کو حاصل ہوگی وہ امر دینی اطاعت اللہ اور اتباع نبوی کی وجہ سے ہوگی۔ یہی راز ہے جو اس آیت کو غیبت کی ممانعت اور ایک دوسرے کی توہین وتذلیل سے روکنے کے بعد وارد کی کہ سب لوگ اپنی پیدائشی نسبت کے لحاظ سے بالکل یکساں ہیں۔ کنبے' قبیلے برادریاں اور جماعتیں صرف پہچان کیلئے ہیں تاکہ جتھا بندی اور ہمدردی قائم رہے۔ فلاں بن فلاں قبیلے والا کہا جا سکے اور اس طرح ایک دوسرے کی پہچان آسان ہو جائے' ورنہ بشریت کے اعتبار سے سب قومیں یکساں ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں قبیلہ حمیر اپنے حلیفوں کی طرف منسوب ہوتا تھا اور حجازی عرب اپنے قبیلوں کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے' ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نسب کا علم حاصل کرو تاکہ صلہ رحمی کر سکو صلہ رحمی سے لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے تمہارے مال اور تمہاری زندگی میں اللہ برکت دے گا۔ [1] یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ پھر فرمایا حسب نسب اللہ کے ہاں نہیں چلتا وہاں تو فضیلت' تقویٰ اور پرہیزگاری سے ملتی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ لوگوں نے کہا ہم یہ عام بات نہیں پوچھتے فرمایا پھر سب سے زیادہ بزرگ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو خود نبی تھے نبی زادے تھے' دادا بھی نبی تھے پردادا تو خلیل اللہ تھے' انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ فرمایا پھر عرب کے بارے میں پوچھتے ہو؟ سنو! ان کے جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں ممتاز تھے وہی اب اسلام میں بھی پسندیدہ ہیں جبکہ وہ علم دین کی سمجھ حاصل کر لیں' [2] صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ [3] مسند احمد میں ہے حضور علیہ السلام نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا خیال

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی تعلیم النسب (۱۹۷۹)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحیحة (۲۷٦)] جبکہ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب من فضائل یوسف (۱٦۸۔۲۳۷۸) مسند احمد (۲/٤۳۱)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الظلم المسلم (۲٥٦٤۔ ۳۳) مسند احمد (۲/۲۸٥)]

رکھ کہ تو کسی سرخ وسیاہ پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہاں تقویٰ میں بڑھ جائے تو فضیلت والا ہے۔ [1] طبرانی میں ہے مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ۔ [2] مسند بزار میں ہے تم سب اولاد آدم ہو اور خود حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ لوگو! اپنے باپ دادوں کے نام پر فخر کرنے سے باز آؤ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریت کے تودوں اور آبی پرندوں سے زیادہ ہلکے ہو جاؤ گے۔ [3] ابن ابی حاتم میں ہے حضور علیہ السلام نے فتح مکہ والے دن اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر طواف کیا اور ارکان کو آپ اپنی چھڑی سے چھو لیتے تھے۔ پھر چونکہ مسجد میں اس کے بٹھانے کی جگہ نہ ملی تو لوگوں نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ اتارا اور اونٹنی کو بطن مسیل میں لے جا کر بٹھایا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر لوگوں کو خطبہ سنایا جس میں اللہ تعالیٰ کی پوری حمد وثنا بیان کر کے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اسباب اور جاہلیت کے باپ دادوں پر فخر کرنے کی رسم اب دور کر دی ہے پس انسان دو ہی قسم کے ہیں یا تو نیک پرہیزگار جو اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں یا بدکار غیر متقی جو اللہ کی نگاہوں میں ذلیل وخوار ہیں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

پھر فرمایا میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ [4] مسند احمد میں ہے کہ تمہارے یہ نسب نامے دراصل کوئی کام دینے والے نہیں تم سب بالکل برابر کے حضرت آدم علیہ السلام کے لڑکے ہو کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہاں فضیلت دین وتقویٰ سے ہے انسان کو یہی برائی کافی ہے کہ وہ بدگو بخیل اور فحش کلام ہو۔ [5] ابن جریر کی اس روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حسب ونسب کو قیامت کے دن نہ پوچھے گا تم سب میں زیادہ بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور علیہ السلام منبر پر تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ مہمان نواز سب سے زیادہ پرہیزگار سب سے زیادہ اچھی بات کا حکم دینے والا سب سے زیادہ بری بات

---

[1] [ضعیف ومنقطع : مسند احمد (۵/۱۵۸)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ عبداللہ مزنی نے ابوذرؓ سے کچھ نہیں سنا۔ [مجمع الزوائد (۸/۸۷)]

[2] [ضعیف : طبرانی کبیر (۳۰٤۷)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عبدالحمید راوی متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (۸/۸۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو موضوع کہا ہے۔]

[3] [ضعیف : مسند بزار (۲۰٤۳) مجمع الزوائد (۸/۸٦)] اس میں حسن بن حسین راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے ضعیف کہا ہے۔]

[4] [ضعیف : مسند عبد بن حمید (۷۹۳)] اس میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[5] [ضعیف : مسند احمد (٤/١٤٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٤٤٧)]

سے روکنے والا' سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے۔ [1] مسند احمد میں ہے حضور ﷺ کو دنیا کی کوئی چیز یا کوئی شخص کبھی بھلا نہیں لگتا تھا مگر تقوے والے انسان کے۔ [2] اللہ تعالیٰ تمہیں جانتا ہے' اور تمہارے کاموں سے بھی خبردار ہے' ہدایت کے لائق جو ہیں انہیں راہ راست دکھاتا ہے اور جو اس لائق نہیں وہ بے راہ ہو رہے ہیں' رحم اور عذاب اس کی مشیت پر موقوف ہیں' فضیلت اس کے ہاتھ ہے جسے چاہے جس پر چاہے بزرگی عطا فرمائے' یہ تمام امور اس کے علم اور اس کی خبر پر مبنی ہیں۔ اس آیت کریمہ اور ان احادیث شریفہ سے استدلال کر کے علماء نے فرمایا ہے کہ نکاح میں قومیت اور حسب نسب کی شرط نہیں سوائے دین کے اور کوئی شرط معتبر نہیں۔ دوسروں نے کہا ہے کہ ہم میں نسبی اور قومیت بھی شرط ہے اور ان کے دلائل ان کے سوا اور ہیں' جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور ہم بھی انہیں کتاب الاحکام میں ذکر کر چکے ہیں فالحمدللہ۔ طبرانی میں حضرت عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ انہوں نے بنو ہاشم میں سے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے بہ نسبت اور تمام لوگوں کے بہت زیادہ قریب ہوں پس دوسرے نے کہا تیری بہ نسبت میں آپ سے بہت زیادہ قریب ہوں اور مجھے آپ سے نسبت بھی ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع

دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے' تو کہہ کہ درحقیقت تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم فرمانبردار ہوئے ابھی تک

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۶/ ۴۳۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۷۴۳۴)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ اس میں شریک بن عبداللہ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۶/ ۶۹) مسند ابو یعلی (۴۵۵۲) مجمع الزوائد (۸/ ۸۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۴۴۰۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا' تم اگر اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی نہ کم کرے گا' بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ مومن وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر دل سے یقین کریں پھر شک شبہ نہ کریں۔ اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں' یہی سچے اور راست گو ہیں ○ کہہ دے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری سے آگاہ کر رہے ہو؟ اللہ تو ہر اس چیز سے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے' اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ○ اپنے مسلمان ہونے کا تجھ پر احسان رکھتے ہیں' تو کہہ دے کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ رکھو' بلکہ دراصل اللہ کا تم پر احسان ہے' کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی اگر تم راست گو ہو ○ یقین مانو کہ آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ باتیں اللہ خوب جانتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ دیکھ رہا ہے ○

حقیقی مومن کون؟ کچھ اعرابی لوگ اسلام میں داخل ہوتے ہی اپنے ایمان کا بڑھا چڑھا کر دعویٰ کرنے لگتے تھے حالانکہ دراصل ان کے دل میں اب تک ایمان کی جڑیں مضبوط نہیں ہوئی تھیں ان کو اللہ تعالیٰ اس دعوے سے روکتا ہے' یہ کہتے تھے ہم ایمان لائے۔ اللہ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ ان کو کہیے اب تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا تم یوں نہ کہو کہ ہم ایمان لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلمان ہوئے یعنی اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے نبی کی اطاعت میں آئے ہیں۔ اس آیت نے یہ فائدہ دیا کہ ایمان اسلام سے مخصوص چیز ہے' جیسے کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے' جبرائیل علیہ السلام والی حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے جبکہ انہوں نے اسلام کے بارے میں سوال کیا پھر ایمان کے بارے میں پھر احسان کے بارے میں۔ پس وہ زینہ بزینہ چڑھتے گئے عام سے خاص کی طرف آئے اور پھر خاص سے اخص کی طرف آئے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے چند لوگوں کو عطیہ اور انعام دیا اور ایک شخص کو کچھ بھی نہ دیا اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فلاں فلاں کو دیا اور فلاں کو بالکل چھوڑ دیا حالانکہ وہ مومن ہے' حضور ﷺ نے فرمایا یا مسلمان؟ تین مرتبہ یکے دیگرے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہی کہا اور حضور ﷺ نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر فرمایا اے سعد رضی اللہ عنہ میں لوگوں کو دیتا ہوں اور جو ان میں مجھے بہت زیادہ محبوب ہوتا ہے اسے نہیں دیتا' دیتا ہوں اس ڈر سے کہ کہیں وہ اوندھے منہ آگ میں نہ گر پڑیں۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ [1] پس اس حدیث میں بھی حضور ﷺ نے مومن و مسلم میں فرق کیا اور معلوم ہو گیا کہ ایمان زیادہ خاص ہے بہ نسبت اسلام کے۔ ہم نے اسے مع دلائل صحیح بخاری کی کتاب الایمان کی شرح میں ذکر کر دیا ہے۔ فالحمد للہ۔

اس حدیث میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ یہ شخص مسلمان تھے منافق نہ تھے اس لئے کہ آپ نے انہیں کوئی عطیہ عطا نہیں فرمایا۔ اور اسے اس کے اسلام کے سپرد کر دیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اعراب جن کا ذکر اس آیت میں ہے منافق نہ تھے' تھے تو مسلمان لیکن اب تک ان کے دلوں میں ایمان صحیح طور پر مستحکم نہ ہوا تھا اور انہوں نے اس بلند مقام تک رسائی ہو جانے کا ابھی سے دعویٰ کر دیا تھا اس لئے انہیں ادب سکھایا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] [صحیح] : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقة و کان علی الاستسلام او الخوف من القتل (۲۷) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب تالف قلب من یخاف علی ایمانه حجفه والنهی عن القطع (۱۵۰۔۲۳۷) مسند احمد (۱/۱۷۶)]

اور ابراہیم نخعی اور قتادہ رحمہ اللہ کے قول کا یہی مطلب ہے اور اسی کو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے ہمیں یہ سب یوں کہنا پڑا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منافق تھے جو ایمان ظاہر کرتے تھے لیکن دراصل مومن نہ تھے (یہ یاد رہے ایمان واسلام میں فرق اس وقت ہے جب کہ اسلام اپنی حقیقت پر نہ ہو جب اسلام حقیقی ہو تو وہی اسلام ایمان ہے اور اس وقت ایمان اسلام میں کوئی فرق نہیں اس کے بہت سے قوی دلائل امام الائمہ حضرت بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں کتاب الایمان میں بیان فرمائے ہیں اور ان لوگوں کا منافق ہونا اس کا ثبوت بھی موجود ہے۔ واللہ اعلم ۔مترجم) حضرت سعید بن جبیر حضرت مجاہد حضرت ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلکہ تم ﴿أَسْلَمْنَا﴾ کہو اس سے مراد یہ ہے کہ ہم قتل اور قید بند سے بچنے کیلئے تابع فرمان ہو گئے ہیں حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بنو اسد بن خزیمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو ایمان لانے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بار احسان رکھتے تھے۔ لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو مقام ایمان کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اب تک وہاں نہ پہنچے تھے پس انہیں ادب سکھایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ اب تک ایمان تک نہیں پہنچے اگر یہ منافق ہوتے تو انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی اور ان کی رسوائی کی جاتی جیسے کہ سورۂ براءت میں منافقوں کا ذکر کیا گیا لیکن یہاں تو انہیں صرف ادب سکھایا گیا ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر تم اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار ہو گئے تو تمہارے کسی عمل کا اجر مارا نہ جائے گا۔ جیسے فرمایا ﴿وَمَآ أَلَتْنَاهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ [1] ہم نے ان کے اعمال میں سے کچھ بھی نہیں گھٹایا۔

پھر فرماتا ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرے برائی سے لوٹ آئے اللہ اس کے گناہ معاف فرمانے والا اور اس کی طرف رحم بھری نگاہوں سے دیکھنے والا ہے پھر فرماتا ہے کہ کامل ایمان والے صرف وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر دل سے یقین رکھتے ہیں پھر نہ شک کرتے ہیں نہ کبھی ان کے دل میں کوئی نکما خیال ہوتا ہے بلکہ اس خالص تصدیق پر اور کامل یقین پر جم جاتے ہیں اور جمے ہی رہتے ہیں اور اپنے نفس اور دل کی پسندیدہ دولت کو بلکہ اپنی جانوں کو بھی راہ اللہ کے جہاد میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ سچے لوگ ہیں یعنی یہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں یہ ان لوگوں کی طرح نہیں جو صرف زبان سے ہی ایمان کا دعویٰ کر کے رہ جاتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا میں مومن کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ جو اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے شک وشبہ نہ کیا اور اپنی جان اور اپنے مال سے راہ اللہ میں جہاد کیا (۲) وہ جن سے لوگوں نے امن پالیا نہ یہ کسی کا مال ماریں نہ کسی کی جان لیں (۳) وہ جو طمع کی طرف جب جھانکتے ہیں اللہ عزوجل کو یاد کرتے ہیں۔ [2] پھر فرماتا ہے کیا تم اپنے

---

[1] [سورۃ طور : آیت ۲۱]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۸/۳) مجمع الزوائد (۵۲/۱)] اس کی سند میں رشدین بن سعد ضعیف ہے۔ شیخ عبد الرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

دل کا یقین و دین اللہ کو دکھاتے ہو؟ وہ تو ایسا ہے کہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں' وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے پھر فرمایا جو اعراب اپنے اسلام لانے کا بار احسان تجھ پر رکھتے ہیں ان سے کہہ دے کہ مجھ پر اپنے ایمان لانے کا احسان نہ جتاؤ تم اگر اسلام قبول کرو گے' میری فرمانبرداری کرو گے' میری مدد کرو گے تو اس کا نفع تمہیں ملے گا' بلکہ دراصل ایمان کی دولت تمہیں دینا یہ اللہ کا ہی تم پر احسان ہے اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو۔ (اب غور فرمائیے کہ کیا اسلام لانے کا احسان پیغمبر اللہ پر جتانے والے سچے مسلمان تھے؟ پس آیت کی ترتیب سے ظاہر ہے کہ ان کا اسلام حقیقت پر مبنی نہ تھا اور یہی الفاظ ہیں کہ ایمان اب تک ان کے دل نشین نہیں ہوا اور جب تک ایمان حقیقت پر مبنی نہ ہو تب تک بیشک وہ ایمان نہیں لیکن جب وہ اپنی حقیقت پر صحیح معنی میں ہو تو پھر اسلام ایمان ایک ہی چیز ہے۔ خود اس آیت کے الفاظ میں غور فرمائیے ارشاد ہے اپنے اسلام کا احسان تجھ پر رکھتے ہیں حالانکہ دراصل ایمان کی ہدایت اللہ کا خود ان پر احسان ہے۔ پس وہاں احسان اسلام رکھنے کو بیان کر کے اپنا احسان ہدایت ایمان جتانا بھی ایمان و اسلام کے ایک ہونے پر باریک اشارہ ہے' مزید دلائل صحیح بخاری شریف وغیرہ میں ملاحظہ ہوں۔ مترجم) پس اللہ تعالیٰ کا کسی کو ایمان کی راہ دکھانا اس پر احسان کرنا ہے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین والے دن انصار سے فرمایا تھا کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے تم میں اتفاق دیا تم مفلس تھے میری وجہ سے تمہیں مالدار کیا۔ جب کبھی حضور ﷺ کچھ فرماتے وہ کہتے بیشک اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے بھی زیادہ احسانوں والے ہیں'[1] بزار میں ہے کہ بنو اسد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم مسلمان ہوئے عرب آپ سے لڑتے رہے لیکن ہم آپ سے نہیں لڑے' حضور ﷺ نے فرمایا ان میں سمجھ بہت کم ہے' شیطان ان کی زبانوں میں بول رہا ہے اور یہ آیت ﴿يَمُنُّوْنَ﴾ الخ' نازل ہوئی[2] پھر دوبارہ اللہ رب العزت اپنے وسیع علم اور اپنی سچی باخبری اور مخلوق کے اعمال سے آگاہی کو بیان فرماتا ہے کہ آسمان و زمین کے غیب اس پر ظاہر ہیں اور وہ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے۔

الحمدللہ سورۂ حجرات کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کا شکر ہے۔ توفیق اور ہمت اسی کے ہاتھ ہے۔

تفسیر سورہ قٓ

جن سورتوں کو مفصل کی سورتیں کہا جاتا ہے ان میں سب سے پہلی سورت یہی ہے۔ گو ایک قول یہ بھی ہے کہ مفصل کی سورتیں سورۂ حجرات سے شروع ہوتی ہیں' یہ بالکل بے اصل بات ہے علماء میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں' مفصل کی سورتوں کی پہلی سورت یہی ہے اس کی دلیل ابوداؤد کی یہ حدیث ہے جو "بَابُ تَحْرِيْبِ

---

[1] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب المغازی (٤٣٣٠) صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب اعطاء المولفة قلوبهم على الاسلام (١٠٦١) مسند احمد (٤٢/٤)]

[2] [صحیح : شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔]

الْــقُــرْآنِ“ ” میں ہے حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وفد ثقیف میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے اور بنو مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبے میں ٹھہرایا۔ فرماتے ہیں ہر رات عشاء کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آتے اور کھڑے کھڑے اپنی باتیں سناتے یہاں تک کہ آپ کو دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے قدموں کو بدلنے کی ضرورت پڑتی کبھی اس قدم پر کھڑے ہوتے کبھی اس قدم پر عموماً آپ ہم سے وہ واقعات بیان کرتے جو آپ کو اپنی قوم قریش سے سہنے پڑے تھے پھر فرماتے کوئی حرج نہیں ہم مکے میں کمزور تھے بے وقعت تھے پھر ہم مدینے میں آ گئے اب ہم میں ان میں لڑائی ڈولوں کے مثل ہے کبھی ہم ان پر غالب کبھی وہ ہم پر غرض ہر رات لطف صحبت رہا کرتا تھا ایک رات کو وقت ہو چکا اور آپ نہ آئے۔ بہت دیر کے بعد تشریف لائے ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج تو آپ کو بہت دیر ہوگئی آپ نے فرمایا ہاں قرآن شریف کا جو حصہ روزانہ پڑھا کرتا تھا آج اس وقت پڑھا اور ادھورا چھوڑ کر آنے کو جی نہ چاہا۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم قرآن کے حصے کس طرح کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا پہلی تین سورتوں کی ایک منزل پھر پانچ سورتوں کی ایک منزل پھر سات سورتوں کی ایک منزل پھر نو سورتوں کی ایک منزل پھر تیرہ سورتوں کی ایک منزل اور مفصل کی سورت کی ایک منزل۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے [1] پس پہلی چھ منزلوں کی کل اڑتالیس سورتیں ہوئیں پھر ان کے بعد مفصل کی تمام سورتوں کی ایک منزل تو انچاسویں سورت یہی سورۂ ق پڑتی ہے۔ باقاعدہ گنتی سنئے۔ پہلی منزل کی تین سورتیں سورۂ بقرہ آل عمران اور سورہ نساء ہوئیں۔ دوسری منزل کی پانچ سورتیں مائدہ انعام اعراف انفال اور براءت ہوئیں۔ تیسری منزل کی سات سورتیں یونس ہود یوسف رعد ابراہیم حجر اور نحل ہوئیں۔ چوتھی منزل کی نو سورتیں سبحان کہف مریم طٰہٰ انبیاء حج مومنون نور اور فرقان ہوئیں۔ پانچویں منزل کی گیارہ سورتیں شعراء نمل قصص عنکبوت روم لقمان الم سجدہ احزاب سبا فاطر اور یٰسین ہوئیں۔ چھٹی منزل کی تیرہ سورتیں صافات ص زمر غافر حم السجدہ حم عسق زخرف دخان جاثیہ احقاف قتال فتح اور حجرات ہوئیں۔ اب ساتویں منزل مفصل کی سورتیں باقی رہیں جو حجرات کے بعد سے شروع ہوں گی اور وہ سورہ ق ہے۔ اور یہی ہم نے کہا تھا۔ فالحمد للہ۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ عید کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا سورۂ ق اور سورۂ ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ الخ [2] مسلم میں ہے حضرت ام ہشام بنت حارثہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو سال تک یا ایک سال تک یہی دستور رہا میں نے سورۂ ق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سن سن کر زبانی یاد

---

[1] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب شهر رمضان : باب تحزيب القرآن (۱۳۹۳) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوة : باب فی کم یستحب یختم القرآن (۱۳٤٥) مسند احمد (٤/٣٤٣)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود (۲۹۷)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلوة العیدین : باب ما یقراء فی صلاة العیدین (۸۹۱) ترمذی : کتاب الجمعة (٥٣٤) ابوداؤد : کتاب الصلاة (١١٥٤) ابن ماجه (۱۲۸۲) مسند احمد (٥/٢١٧)]

کرلیا اس لئے کہ ہر جمعہ کے دن جب آپ لوگوں کو خطبہ سنانے کے لئے منبر پر آتے تو اس سورت کی تلاوت کرتے [1] الغرض بڑے بڑے مجمع کے موقعہ پر جیسے عید ہے' جمعہ ہے اللہ کے رسول ﷺ اس سورت کی تلاوت کرتے کیونکہ اس میں ابتداءِ خلق کا' مرنے کے بعد جینے کا' اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا' حساب و کتاب کا' جنت و دوزخ کا' ثواب و عذاب اور رغبت وڈراوے کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ① بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ② ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ③ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ④ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ⑤

رحم کرنے والے رحمت کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

بہت بڑی شان والے اس قرآن کی قسم ○ بلکہ انہیں تعجب معلوم ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے آگاہ کرنے والا آیا تو کافروں نے کہا یہ ایک عجیب چیز ہے ○ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے' یہ پھر زندہ کیا جانا دور از عقل ہے ○ زمین جو کچھ ان میں سے گھٹاتی ہے وہ ہمیں معلوم ہے' اور ہمارے پاس کتاب ہے سب یاد رکھنے والی ○ بلکہ انہوں نے سچی بات کو جھوٹ کہا ہے جبکہ وہ ان کے پاس پہنچ چکی بس وہ ایک الجھاؤ میں پڑ گئے ہیں ○

اہل کتاب کی موضوع روایات: ق حروف ہجا سے ہے جو سورتوں کے اول میں آتے ہیں' جیسے ﴿ص' ن' الم' حم' طس﴾ وغیرہ' ہم نے ان کی پوری تشریح سورۂ بقرہ کی تفسیر میں شروع میں کردی ہے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ قاف ایک پہاڑ ہے جو تمام زمین کو گھیرے ہوئے ہے' میں جانتا ہوں کہ دراصل یہ بنی اسرائیل کی خرافات میں سے ہے۔ جنہیں بعض لوگوں نے لے لیا۔ یہ سمجھ کر ان سے روایات لینا مباح ہے گو تصدیق و تکذیب نہیں کر سکتے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ اور اس جیسی اور روایتیں تو بنی اسرائیل کے بد دینوں نے گھڑ لی ہوں گی تاکہ لوگوں پر دین کو غلط ملط کر دیں' آپ خیال کیجئے کہ اس امت میں باوجود یہ کہ علماء کرام اور حفاظان عظام کی بہت بڑی دیندار مخلص جماعت ہر زمانے میں موجود ہے تاہم بد دینوں نے بہت تھوڑی مدت میں موضوع احادیث تک گھڑ لیں۔ پس بنی اسرائیل جن پر مدتیں گزر چکیں جو حفظ سے عاری تھے جن میں نقادان فن موجود نہ تھے جو کلام اللہ کو اصلیت سے ہٹا دیا کرتے تھے جو شرابوں میں مخمور رہا کرتے تھے جو آیات اللہ کو بدل ڈالا کرتے تھے ان کا کیا ٹھیک ہے؟ پس حدیث نے جن روایات کو ان سے لینا مباح رکھا ہے یہ وہ ہیں جو کم از کم عقل و فہم میں تو آ سکیں' نہ وہ جو

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجمعة: باب تحفیف الصلاة والخطبة (۸۷۳۔ ٤٥) مسند احمد (٦/٤٣٥)]

صریح خلاف عقل ہوں سنتے ہی ان کے باطل اور غلط ہونے کا فیصلہ عقل کردیتی ہو اور اس کا جھوٹ ہونا اتنا واضح ہو کہ اس پر دلیل لانے کی ضرورت نہ پڑے۔ پس مندرجہ بالا روایت بھی ایسی ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ افسوس کہ بہت سے سلف وخلف نے اہل کتاب سے اس قسم کی حکایتیں قرآن مجید کی تفسیر میں وارد کی ہیں دراصل قرآن مجید ایسی بے سروپا باتوں کا کچھ محتاج نہیں، فالحمد للہ، یہاں تک کہ امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے بھی یہاں ایک عجیب وغریب اثر بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وارد کردیا ہے جو ازروئے سند ثابت نہیں، اس میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک سمندر پیدا کیا ہے جو اس ساری زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور اس سمندر کے پیچھے ایک پہاڑ ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اس کا نام قاف ہے، آسمان دنیا اسی پر اٹھا ہوا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کے پیچھے ایک زمین بنائی جو اس زمین سے سات گناہ بڑی ہے پھر اس کے پیچھے ایک سمندر ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے، پھر اس کے پیچھے پہاڑ ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اسے بھی قاف کہتے ہیں دوسرا آسمان اسی پر بلند کیا ہوا ہے۔ اسی طرح سات زمینیں، سات سمندر، سات پہاڑ اور سات آسمان گنوائے پھر یہ آیت پڑھی ﴿وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ﴾ [1] اس اثر کی اسناد میں انقطاع ہے۔ [2] علی بن ابو طلحہ جو روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کرتے ہیں اس میں ہے کہ ق اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ق بھی مثل ص، ن، طس، الم وغیرہ کے حروف ہجا میں سے ہے۔ پس ان روایات سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان ہونا اور بعید ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ کام کا فیصلہ کردیا گیا ہے قسم ہے اللہ کی اور ق کہہ کر باقی جملہ چھوڑ دیا گیا کہ یہ دلیل ہے محذوف پر۔ جیسے شاعر کہتا ہے:

قُلْتُ لَهَا قِفِي فَقَالَتْ ق

لیکن یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ محذوف پر دلالت کرنے والا کلام صاف ہونا چاہیے اور یہاں کونسا کلام ہے؟ جس سے ان کے بڑے جملے کے محذوف ہونے کا پتہ چلے۔ پھر اس کرم اور عظمت والے قرآن کی قسم کھائی جس کے آگے سے یا پیچھے سے باطل نہیں آسکتا جو حکمتوں اور تعریفوں والے اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس قسم کا جواب کیا ہے؟ اس میں بھی کئی قول ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے تو بعض نحویوں سے نقل کیا ہے کہ اس کا جواب ﴿قَدْ عَلِمْنَا﴾ پوری آیت تک ہے، لیکن یہ بھی غور طلب ہے بلکہ جوابِ قسم کے بعد کا مضمون کلام ہے، یعنی نبوت اور دوبارہ جی اٹھنے کا ثبوت اور تحقیق گو قسم لفظوں سے اس کو جواب نہ بتاتی ہو ایسا قرآن کی قسموں کے جواب میں اکثر ہے جیسے سورۂ ص کی تفسیر کے شروع میں گزر چکا ہے اسی طرح یہاں بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے اس بات پر تعجب ظاہر کیا ہے کہ انہی میں سے ایک انسان کیسے رسول بن گیا؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ﴾ [3] الخ، یعنی کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا

---

[1] [سورہ لقمان: آیت ۲۷]

[2] [**ضعیف و منقطع**: اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے، نیز اس میں انقطاع بھی ہے۔]

[3] [سورۃ یونس: آیت ۲]

کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص کی طرف وحی بھیجی تاکہ تم لوگوں کو خبردار کردے' یعنی دراصل یہ کوئی تعجب کی چیز نہ تھی اللہ جسے چاہے فرشتوں میں سے اپنی رسالت کیلئے چن لیتا ہے اور جسے چاہے انسانوں میں سے چن لیتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے مرنے کے بعد جینے کو بھی تعجب کی نظروں سے دیکھا اور کہا کہ جب ہم مر جائیں گے اور ہمارے جسم کے اجزاء جدا جدا ہو کر ریزہ ریزہ ہو کر مٹی ہو جائیں گے' اس کے بعد تو اسی ہیئت و ترکیب میں دوبارہ جینا بالکل محال ہے۔ اس کے جواب میں فرمان صادر ہوا کہ زمین ان کے جسموں کو جو کھا جاتی ہے اس سے بھی ہم غافل نہیں' ہمیں معلوم ہے کہ ان کے ذرے کہاں گئے اور کس حالت میں کہاں ہیں؟ ہمارے پاس کتاب ہے جو اس کی محافظ ہے۔ ہمارا علم ان سب معلومات پر مشتمل ہے اور ساتھ ہی کتاب میں محفوظ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی ان کے گوشت' چمڑے' ہڈیاں اور مال جو کچھ زمین کھا جاتی ہے ہمارے علم میں ہے۔ پھر پروردگار عالم ان کے اس محال سمجھنے کی اصل وجہ بیان فرما رہا ہے کہ دراصل یہ حق کو جھٹلانے والے لوگ ہیں اور جو لوگ اپنے پاس حق کے آ جانے کے بعد انکار کر دیں ان سے اچھی سمجھ ہی چھن جاتی ہے مریج کے معنی ہیں مختلف' مضطرب' منکر اور غلط ملط کے' جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ○ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ﴾[1] یعنی یقیناً تم ایک جھگڑے کی بات میں پڑے ہوئے ہو۔ نافرمانی وہی کرتا ہے جو بھلائی سے محروم کر دیا گیا ہے۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝۶ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝۷ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۸ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝۹ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝۱۰ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝۱۱

کیا انہوں نے آسمان کو اپنے اوپر نہیں دیکھا؟ کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے اور زینت دی ہے؟ اس میں کوئی شگاف نہیں۔ اور زمین کو' ہم نے بچھا دیا ہے اور اس پر ہم نے پہاڑ ڈال دیئے ہیں اور اس میں ہم نے قسم قسم کی خوشنما چیزیں اگا دی ہیں ○ تاکہ ہر رجوع کرنے والے بندے کیلئے بینائی اور دانائی کا ذریعہ ہو ○ اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا اور اس سے باغات اور کٹنے والے غلے پیدا کئے ○ اور کھجوروں کے بلند و بالا درخت جن کے خوشے تہہ بہ تہہ ہیں ○ بندوں کی روزی کے لئے ہم نے پانی سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا' اسی طرح قبروں سے نکلنا ہے ○

مظاہر قدرت میں غور و فکر کی نصیحت: یہ لوگ جس چیز کو ناممکن خیال کرتے تھے پروردگار عالم اس سے بھی زیادہ بڑھے چڑھے ہوئے اپنی قدرت کے نمونے پیش کر رہا ہے' کہ آسمان کو دیکھو اس کی بناوٹ پر غور کرو اس کے روشن ستاروں کو دیکھو اور دیکھو کہ اتنے بڑے آسمان میں ایک سوراخ' ایک چھید' ایک شگاف' ایک دراڑ نہیں چنانچہ سورۂ

---

[1] [سورة الذاريات : آيت ٨-٩]

تبارک میں فرمایا ﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ [1] الخ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے، تو اللہ کی اس صفت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا، تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے؟ پھر بار بار غور کر اور دیکھ تیری نگاہ نامراد اور عاجز ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔ پھر فرمایا زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور بچھا دیا اور اس میں پہاڑ جما دیئے تا کہ ہل نہ سکے کیونکہ وہ ہر طرف سے پانی سے گھری ہوئی ہے اور اس میں ہر قسم کی کھیتیاں پھل سبزے اور قسم قسم کی چیزیں اگا دیں، جیسے اور جگہ ہے ہر چیز کو ہم نے جوڑ اجوڑ اپیدا کیا تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ "بَهِیْجٍ" کے معنی خوش منظر، خوشنما بارونق۔ پھر فرمایا آسمان وزمین اور ان کے علاوہ قدرت کے اور نشانات دانائی اور بینائی کا ذریعہ ہیں ہر اس شخص کیلئے جو اللہ سے ڈرنے والا اور اللہ کی طرف رغبت کرنے والا ہو۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے نفع دینے والا پانی آسمان سے برسا کر اس سے باغات بنائے اور وہ کھیتیاں بنائیں جو کاٹی جاتی ہیں اور جن کے اناج کھلیان میں ڈالے جاتے ہیں۔ اور اونچے اونچے کھجور کے درخت لگا دیئے جو بھرپور میوے لاتے اور لدے رہتے ہیں۔ یہ مخلوق کی روزیاں ہیں اور اسی پانی سے ہم نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا وہ لہلہانے لگی اور خشکی کے بعد تروتازہ ہو گئی۔ اور چٹیل سوکھے میدان سرسبز ہو گئے۔ یہ مثال ہے موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کی۔ اور ہلاکت کے بعد آباد ہونے کی یہ نشانیاں ہیں۔ جنہیں تم روزمرہ دیکھ رہے ہو کیا تمہاری رہبری اس امر کی طرف نہیں کرتیں؟ کہ اللہ مردوں کو جلانے پر قادر ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ [2] یعنی آسمان وزمین کی پیدائش انسانی پیدائش سے بہت بڑی ہے اور آیت میں ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی بَلٰۤی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [3] یعنی کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا اور ان کی پیدائش سے نہ تھکا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو جلائے؟ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَةً﴾ [4] الخ، یعنی تو دیکھتا ہے کہ زمین بالکل خشک اور بنجر ہوتی ہے ہم آسمان پر پانی برساتے ہیں جس سے وہ لہلہانے اور پیداوار اگانے لگتی ہے، کیا میری قدرت کی یہ نشانی یہ نہیں بتاتی کہ جس ذات نے اسے زندہ کر دیا وہ مردوں کے جلانے پر بلا شک وشبہ قادر ہے یقیناً وہ تمام تر چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾

---

[1] [سورة الملك : آيت ٣]
[2] [سورة غافر : آيت ٥٧]
[3] [سورة الاحقاف : آيت ٣٣]
[4] [سورة فصلت : آيت ٣٩]

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور رس والوں نے اور ثمودیوں نے ○ اور عادیوں نے اور فرعونیوں نے اور برادران لوط نے ○ اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے بھی تکذیب کی تھی' سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا پس میرا وعدہ عذاب ان پر صادق آ گیا ○ کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے سے تھک گئے؟ بلکہ یہ لوگ نئی پیدائش کی طرف سے شک میں ہیں ○

پیغمبروں کے نافرمان ہمیشہ تباہ ہوئے: اللہ تعالیٰ اہل مکہ کو ان عذابوں سے ڈرا رہا ہے جو ان جیسے جھٹلا نے والوں پر ان سے پہلے آ چکے ہیں۔ جیسے کہ نوح کی قوم جنہیں اللہ تعالیٰ نے پانی میں غرق کر دیا اور اصحاب رس جن کا پورا قصہ سورۂ فرقان کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور ثمود اور عاد اور امت لوط جسے زمین میں دھنسا دیا اور اس زمین کو سڑا ہوا دلدل بنا دیا۔ یہ سب کیا تھا؟ ان کے کفر' ان کی سرکشی' اور مخالفت حق کا نتیجہ تھا۔ اصحاب ایکہ سے مراد قوم شعیب ہے علیہ السلام اور قوم تبع سے مراد یمانی ہیں' سورۂ دخان میں ان کا واقعہ بھی گزر چکا ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر ہے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں' فالحمد للہ۔ ان تمام امتوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور عذاب اللہ سے ہلاک کر دیئے گئے' یہی اللہ کا اصول جاری ہے۔ یاد رہے کہ ایک رسول کا جھٹلانے والا تمام رسولوں کا منکر ہے۔ جیسے اللہ جل وعلا کا فرمان ہے ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ [1] قوم نوح نے رسولوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے پاس صرف نوح علیہ السلام ہی آئے تھے۔ پس دراصل یہ تھے ایسے کہ اگر ان کے پاس تمام رسول آ جاتے تو یہ سب کو جھٹلاتے ایک کو بھی نہ مانتے۔ سب کی تکذیب کرتے ایک کی بھی تصدیق نہ کرتے۔ ان سب پر اللہ کے عذاب کا وعدہ ان کی کرتوتوں کی وجہ سے ثابت ہو گیا اور صادق آ گیا۔ پس اہل مکہ اور دیگر مخاطب لوگوں کو بھی اس بدخصلت سے پرہیز کرنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ عذاب کا کوڑا ان پر برس پڑے۔ کیا جب یہ کچھ نہ تھے ان کا بسانا ہم پر بھاری پڑا تھا؟ جواب دوبارہ پیدا کرنے کے منکر ہو رہے ہیں۔ ابتداءً سے تو اعادہ بہت ہی آسان ہوا کرتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ [2] یعنی ابتداء اسی نے پیدا کیا ہے اور دوبارہ بھی وہی اعادہ کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔ سورۂ یٰسین میں فرمان الٰہی جل جلالہ گزر چکا ہے کہ ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا﴾ [3] الخ' یعنی اپنی پیدائش کو بھول کر ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگا اور کہنے لگا بوسیدہ سڑی گلی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ ان کو تو جواب دے کہ وہ جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا اور تمام خلق کو جانتا ہے' صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے بنی آدم ایذا دیتا ہے جب یہ کہتا ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔ حالانکہ پہلی بار پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے کچھ آسان نہیں۔

---

[1] [الشعراء : ١٠٥]

[2] [الروم : ٢٧]

[3] [یسین : ٧٨ - ٧٩]

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ﴿٢٠﴾ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ﴿٢١﴾ لَّقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ﴿٢٢﴾

ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم خوب واقف ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں ○ جس وقت کہ وہ لینے والے لیتے جاتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے ○ انسان کوئی لفظ منہ سے نکالنے نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے ○ موت کی سختی یقیناً پیش آئے گی۔ یہی ہے جس سے تو بدکتا پھرتا تھا ○ اور صور پھونک دیا جائے گا' وعدہ عذاب کا دن یہی ہے ○ اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہمراہ لانے والا ہوگا اور ایک گواہی دینے والا ○ یقیناً تو اس سے غفلت میں تھا لیکن ہم نے تیرے سامنے سے پردہ ہٹا دیا پس آج تیری نگاہ بہت تیز ہے ○

اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہی انسان کا خالق ہے اور اس کا علم تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے یہاں تک کہ انسان کے دل میں جو بھلے برے خیالات پیدا ہوتے ہیں انہیں بھی وہ جانتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل میں جو خیالات آئیں ان سے درگزر فرما لیا ہے جب تک کہ وہ زبان سے نہ نکالیں یا عمل نہ کریں [1] اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہیں' یعنی ہمارے فرشتے بعض نے کہا ہے ہمارا علم۔ ان کی غرض یہ ہے کہ کہیں حلول اور اتحاد نہ لازم آ جائے جو بالا جماع اس رب کی مقدس ذات سے بعید ہے اور وہ اس سے بالکل پاک ہے۔ لیکن لفظ کا اقتضا یہ نہیں ہے اس لئے کہ ﴿وَأَنَا﴾ نہیں کہا بلکہ ﴿وَنَحْنُ﴾ کہا ہے یعنی میں نہیں کہا بلکہ ہم کہا ہے۔ یہی لفظ اس شخص کے بارے میں کہے گئے ہیں جس کی موت قریب آ گئی ہو اور وہ نزع کے عالم میں ہو' فرمان ہے ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ﴾ [2] الخ' یعنی ہم تم سب سے زیادہ اس سے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔ یہاں بھی مراد فرشتوں کا اس قدر قریب ہونا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [3] یعنی ہم نے ذکر کو

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب العتق: باب الخطا والنسیان فی العتاقة والطلاق ونحوه ولا عتاقة الا لوجه الله تعالی (۲۵۲۸) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب تجاوز الله عن حدیث النفس والخوطر بالقلب اذا لم ستقر (۱۴۷)]

[2] [سورۃ الواقعہ: ۸۵]

[3] [سورۃ الحجر: آیت ۹]

نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔فرشتے ہی ذکر قرآن کریم کو لے کر نازل ہوئے اور یہاں بھی مراد فرشتوں کی اتنی نزدیکی ہے جس پر اللہ نے انہیں قدرت بخش رکھی ہے۔پس انسان پر ایک پہرا فرشتے کا ہوتا ہے اور ایک شیطان کا اسی طرح شیطان بھی جسم انسان میں اسی طرح پھرتا ہے جس طرح خون۔ [1] جیسے کہ سچوں کے سچے نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔اس لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ دو فرشتے جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں۔وہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں' ابن آدم کے منہ سے جو کلمہ نکلتا ہے اسے محفوظ رکھنے والے اور اسے نہ چھوڑنے والے اور فوراً لکھ لینے والے فرشتے مقرر ہیں۔جیسے فرمان ہے ﴿ وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ﴾ [2] الخ' تم پر محافظ ہیں بزرگ فرشتے جو تمہارے فعل سے باخبر ہیں اور لکھنے والے ہیں۔حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم تو فرماتے ہیں یہ فرشتے ہر نیک و بد عمل لکھ لیا کرتے ہیں۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دو قول ہیں ایک تو یہی ہے دوسرا قول آپ کا یہ ہے کہ ثواب و عذاب لکھ لیا کرتے ہیں۔لیکن آیت کے ظاہری الفاظ پہلے قول کی ہی تائید کرتے ہیں کیونکہ فرمان ہے جو لفظ نکلتا ہے اس کے پاس محافظ تیار ہیں۔مسند احمد میں ہے انسان ایک کلمہ اللہ کی رضا مندی کا کہہ گزرتا ہے جسے وہ کوئی بہت بڑا اجر کا کلمہ نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اپنی رضا مندی اس کیلئے قیامت تک کی لکھ دیتا ہے۔اور کوئی برائی کا کلمہ ناراضگی اللہ کا اسی طرح بے پرواہی سے کہہ گزرتا ہے جس کی وجہ سے اللہ اپنی ناراضگی اس پر اپنی ملاقات کے دن تک کی لکھ دیتا ہے [3] حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث نے مجھے بہت سی باتوں سے بچا لیا۔ترمذی وغیرہ میں بھی یہ ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن بتلاتے ہیں۔احنف بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں دائیں طرف والا نیکیاں لکھتا ہے اور یہ بائیں طرف والے پر امین ہے۔جب بندے سے کوئی خطا ہو جاتی ہے تو یہ کہتا ہے ٹھہر جا اس نے اسی وقت توبہ کر لی تو اسے لکھنے نہیں دیتا اور اگر اس نے توبہ نہ کی تو وہ لکھ دیتا ہے۔(ابن ابی حاتم) امام حسن بصری رحمہ اللہ اس آیت کی تلاوت کر کے فرماتے تھے اے ابن آدم تیرے لئے صحیفہ کھول دیا گیا ہے اور دو بزرگ فرشتے تجھ پر مقرر کر دیئے گئے ہیں' ایک تیرے دائیں دوسرا بائیں۔دائیں طرف والا تو تیری نیکیوں کی حفاظت کرتا ہے اور بائیں طرف والا برائی کو دیکھتا رہتا ہے اب تو جو چاہ عمل کر کمی کر یا زیادتی کر جب تو مرے گا تو یہ دفتر لپیٹ دیا جائے گا اور تیرے ساتھ تیری قبر میں رکھ دیا جائے گا اور قیامت کے دن جب تو اپنی قبر سے اٹھے گا تو یہ تیرے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ﴾ [4] الخ' ہر انسان کی شامت اعمال کی تفصیل ہم نے اس کے گلے لگا دی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری (۳۱۰۷) صحیح مسلم (۲۱۷۵) ابوداود (۲۴۷۰) ابن ماجہ (۱۷۷۹) اسحاق بن راھویہ (۸) مسند عبد بن حمید (۱۵۵٦) مسند ابو یعلی (۷۱۲۱) طبرانی کبیر (۷۱/۲٤) جمع الجوامع (۲۹۸)]

[2] [سورۃ الانفطار : آیت ۱۰۔۱۲]

[3] [صحیح : مسند احمد (٤٦۹/۳) ترمذی : کتاب الزھد (۲۳۱۹) ابن ماجہ : کتاب الفتن (۳۹٦۹)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

[4] [سورۃ بنی اسرائیل : آیت ۱۳۔۱٤]

ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے سامنے نامہ اعمال کی ایک کتاب پھینک دیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔ پھر اس سے کہیں گے کہ اپنی کتاب پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کو کافی ہے۔ پھر حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ کی قسم اس نے بڑا ہی عدل کیا جس نے خود تجھے ہی تیرا محاسب بنا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو کچھ تو بھلا برا کلمہ زبان سے نکالتا ہے وہ سب لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ تیرا یہ کہنا بھی کہ میں نے کھایا' میں نے پیا' میں گیا' میں آیا' میں نے دیکھا۔ پھر جمعرات والے دن اس کے اقوال وافعال پیش کئے جاتے ہیں' خیر وشر باقی رکھ لی جاتی ہے اور سب کچھ مٹا دیا جاتا ہے۔ یہی معنی ہیں فرمان باری تعالیٰ شانہ کے ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ﴾ [1] حضرت امام احمد رحمہ اللہ کی بابت مروی ہے کہ آپ اپنے مرض موت میں کراہ رہے تھے تو آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرشتے اسے بھی لکھتے ہیں چنانچہ آپ نے کراہنا بھی چھوڑ دیا اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے' اپنی موت کے وقت اف تک بھی نہ کی۔ پھر فرماتا ہے اے انسان! موت کی بیہوشی یقیناً آئے گی اس وقت وہ شک دور ہو جائے گا جس میں آج کل تو مبتلا ہے۔ اس وقت تجھ سے کہا جائے گا کہ یہی ہے جس سے تو بھاگتا پھرتا تھا اب وہ آ گئی کسی طرح اس سے نجات نہیں پا سکتا' نہ بچ سکتا ہے' نہ اسے روک سکتا ہے' نہ اسے دفع کر سکتا ہے' نہ ٹال سکتا ہے' نہ مقابلہ کر سکتا ہے' نہ کسی کی مدد وسفارش کچھ کام آ سکتی ہے۔ صحیح یہی ہے کہ یہاں خطاب مطلق انسان سے ہے اگرچہ بعض نے کہا ہے کافر سے ہے اور بعض نے کچھ اور بھی کہا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اپنے والد رضی اللہ عنہ کے آخری وقت میں آپ کے سرہانے بیٹھی تھی آپ پر غشی طاری ہوئی تو میں نے یہ بیت پڑھا۔

مَنْ لَّا يَزَالُ دَمْعُهٗ مُقْنِعاً   فَاِنَّهٗ لَا بُدَّ مَرَّةً مَدْفُوقٌ

مطلب یہ ہے کہ جس کے آنسو ٹھہرے ہوئے ہیں وہ بھی ایک مرتبہ ٹپک پڑیں گے۔ تو آپ نے اپنا سر اٹھا کر کہا پیاری بچی یوں نہیں بلکہ جس طرح اللہ نے فرمایا ﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ الخ' اور روایت میں بیت کا پڑھنا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا مروی ہے کہ یوں نہیں بلکہ یہ آیت پڑھو۔ اس اثر کے اور بھی بہت سے طریق ہیں۔ جنہیں میں نے سیرۃ الصدیق میں آپ کی وفات کے بیان میں جمع کر دیا ہے' صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب موت کی غشی طاری ہونے لگی تو آپ اپنے چہرہ مبارک سے پسینہ پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے سبحان اللہ! موت کی بڑی سختیاں ہیں۔ [2] اس آیت کے پچھلے جملے کی تفسیر دو طرح کی گئی ہے ایک تو یہ کہ ''ما'' موصولہ ہے۔ یعنی یہ وہی ہے جسے تو بعید از امکان جانتا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں ''ما'' نافیہ ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ یہ وہ چیز ہے جس کے جدا کرنے کی جس سے بچنے کی تجھے قدرت نہیں تو اس سے ہٹ نہیں سکتا۔ معجم کبیر طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس شخص کی مثال جو موت سے بھاگتا ہے اس لومڑی جیسی

---

[1] [سورۃ الرعد: آیت ۳۹]

[2] [صحيح: صحیح بخاری: كتاب المغازي: باب مرض النبيﷺ ووفاته (٤٤٤٩) مسند احمد (٦/ ٦٤)]

ہے جس سے زمین اپنا قرضہ طلب کرنے لگی اور یہ اس سے بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے جب تھک گئی اور بالکل چکنا چور ہوگئی تو اپنے بھٹ میں جا گھسی۔ زمین چونکہ وہاں بھی موجود تھی اس نے لومڑی سے کہا میرا قرض دے تو یہ وہاں سے پھر بھاگی سانس پھولا ہوا تھا حال برا ہو رہا تھا آخر یونہی بھاگتے بھاگتے بے دم ہو کر مر گئی۔ [1] الغرض جس طرح اس لومڑی کو زمین سے بھاگنے کی راہیں بند تھیں اسی طرح انسان کو موت سے بچنے کے راستے بند ہیں۔ اس کے بعد صور پھونکے جانے کا ذکر ہے جس کی پوری تفسیر والی حدیث گزر چکی ہے اور حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میں کس طرح راحت و آرام حاصل کر سکتا ہوں حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور منہ میں لے رکھا ہے اور گردن جھکائے حکم اللہ کا انتظار کر رہا ہے کہ کب حکم ملے اور کب وہ پھونک دے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر یا رسول اللہ ﷺ ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا کہو ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ [2] پھر فرماتا ہے ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ تو میدان محشر کی طرف لانے والا ہوگا اور ایک فرشتہ اس کے اعمال کی گواہی دینے والا ہوگا۔ ظاہر آیت یہی ہے اور امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت منبر پر کی اور فرمایا ایک چلانے والا جس کے ہمراہ یہ میدان محشر میں آئے گا اور ایک گواہ ہوگا جو اس کے اعمال کی شہادت دے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سائق سے مراد فرشتہ ہے اور شہید سے مراد عمل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے سائق فرشتوں میں سے ہوں گے اور شہید سے مراد خود انسان ہے جو اپنے اوپر آپ گواہی دے گا۔ پھر اس کے بعد کی آیت میں جو خطاب ہے اس کی نسبت تین قول ہیں ایک تو یہ کہ یہ خطاب کافر سے ہوگا' دوسرا یہ کہ اس سے مراد عام انسان ہیں نیک و بد سب تیسرا یہ کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ [3] دوسرے قول کی توجیہہ یہ ہے کہ آخرت اور دنیا میں وہی نسبت ہے جو بیداری اور خواب میں ہے اور تیسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ تو اس قرآن کی وحی سے پہلے غفلت میں تھا۔ ہم نے یہ قرآن نازل فرما کر تیری آنکھوں پر سے پردہ ہٹا دیا اور تیری نظر قوی ہوگئی۔ لیکن الفاظ قرآنی سے تو ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد عام ہے یعنی ہر شخص سے کہا جائے گا کہ تو اس دن سے غافل تھا اس لئے کہ قیامت کے دن ہر شخص کی آنکھیں خوب کھل جائیں گی یہاں تک کہ کافر بھی استقامت پر ہو جائے گا لیکن یہ استقامت اسے نفع نہ دے گی جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا﴾ [4] یعنی جس روز یہ ہمارے پاس آئیں گے خوب دیکھتے سنتے ہوں گے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ [5] الخ، یعنی کاش کہ تو دیکھتا جب گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں پڑے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے یا اللہ! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہمیں لوٹا دے تو ہم نیک اعمال کریں گے اور کامل یقین رکھیں گے۔

---

[1] [ضعیف : طبرانی (٦٩٢٢) مجمع الزوائد (٣٢٣/٢)] اس کی سند میں معاذ ہذلی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : ترمذی : كتاب التفسير القرآن : باب من سوره الزمر (٣٢٤٣)] امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٤٢٠/١١)]

[4] [سورة مریم : آیت ٣٨]

[5] [سورة السجده : آیت ١٢]

وَ قَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿٢٣﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٢٤﴾
مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِۣ ﴿٢٥﴾ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ
الشَّدِيْدِ ﴿٢٦﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَيْتُهٗ وَ لٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ
لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَاۤ
اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾

اس کا ہم نشین فرشتہ کہے گا یہ حاضر ہے جو کہ میرے پاس تھا ○ ڈال دو جہنم میں ہر کافر سرکش کو ○ جو نیک کام سے روکنے والا حد سے گزر جانے والا اور شک کرنے والا تھا ○ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا لیا تھا پس اسے سخت عذاب میں ڈال دو ○ اس کا ہم نشین شیطان کہے گا اے ہمارے رب میں نے گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا ○ حق تعالیٰ فرمائے گا بس میرے سامنے جھگڑے کی بات مت کرو میں تو پہلے ہی تمہاری طرف وعدہ عذاب بھیج چکا تھا ○ میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں ○

ابن آدم کے اعمال پر مقرر فرشتوں کی گواہی: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ جو فرشتہ ابن آدم کے اعمال پر مقرر ہے وہ اس کے اعمال کی شہادت دے گا اور کہے گا یہ ہے میرے پاس تفصیل بلا کم و کاست حاضر ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اس فرشتے کا کلام ہوگا جسے سائق کہا گیا ہے جو اس کو محشر میں لے آیا تھا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ یہ اس فرشتے پر بھی اور گواہی دینے والے فرشتے دونوں پہ مشتمل ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے عدل وانصاف سے کرے گا۔ ”اَلْقِيَا“ تثنیہ کا صیغہ ہے۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ بعض عرب واحد کو تثنیہ کر دیا کرتے ہیں جیسے کہ حجاج کا مقولہ مشہور ہے کہ وہ اپنے جلاد سے کہتا ہے ”اِضْرِبَا عُنُقَهٗ“ تم دونوں اس کی گردن مار دو حالانکہ جلاد ایک ہی ہوتا تھا۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کی شہادت میں عربی کا ایک شعر بھی پیش کیا ہے۔ [1] بعض کہتے ہیں کہ دراصل یہ نون تاکید ہے جس کی تسہیل الف کی طرف کر لی ہے لیکن یہ بعید ہے اس لئے کہ ایسا تو وقف کی حالت میں ہوتا ہے بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب اوپر والے دونوں فرشتوں سے ہوگا' لانے والے فرشتے نے اسے حساب کے لئے پیش کیا اور گواہی دینے والے نے گواہی دے دی تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو حکم دے گا کہ اسے جہنم کی آگ میں ڈال دو جو بدترین جگہ ہے' اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر کافر اور ہر حق کے مخالف اور ہر حق کے نہ ادا کرنے والے اور ہر نیکی صلہ رحمی اور بھلائی سے خالی رہنے والے ہر حد سے گزر جانے والے خواہ وہ مال کے خرچ میں اسراف کرتا ہو خواہ بولنے اور چلنے پھرنے میں اللہ کے احکام کی پرواہ نہ کرتا ہو اور ہر شک کرنے والے اور ہر اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے کے لئے یہی حکم ہے کہ اسے پکڑ کر سخت عذاب میں ڈال دو۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جہنم قیامت کے دن لوگوں کے سامنے اپنی

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٤٢٢)]

گردن نکالے گی اور با آواز بلند پکار کر کہے گی جسے تمام محشر کا مجمع سنے گا کہ میں تین قسم کے لوگوں کے لئے مقرر کی گئی ہوں، ہر سرکش حق کے مخالف کے لئے اور ہر مشرک کے لئے اور ہر تصویر بنانے والے کے لئے' پھر وہ ان سب سے لپٹ جائے گی۔ مسند کی حدیث میں تیسری قسم کے لوگ وہ بتائے ہیں جو ظالمانہ قتل کرنے والے ہوں۔ [1] پھر فرمایا اس کا ساتھی کہے گا اس سے مراد شیطان ہے جو اس کے ساتھ موکل تھا یہ اس کافر کو دیکھ کر اپنی براءت کرے گا۔ اور کہے گا میں نے اسے نہیں بہکایا بلکہ یہ تو خود گمراہ تھا باطل کو از خود قبول کر لیتا تھا حق کا اپنے آپ مخالف تھا۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ شیطان جب دیکھے گا کہ کام ختم ہوا تو کہے گا اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں تو وعدہ خلاف ہوں ہی میرا کوئی زور تم پر تھا ہی نہیں میں نے تم سے کہا تم نے فوراً مان لیا اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنی جانوں کو ملامت کرو نہ میں تمہیں کام دے سکوں نہ تم میرے کام آ سکو جو مجھے شریک بنا رہے تھے تو میں پہلے ہی سے ان کا انکاری تھا ظالموں کے لئے المناک عذاب ہیں۔ [2] پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ انسان سے اور اس کے ساتھی شیطان سے فرمائے گا کہ میرے سامنے نہ جھگڑو کیونکہ انسان کہہ رہا ہوگا کہ اللہ اس نے مجھے جبکہ میرے پاس نصیحت آ چکی گمراہ کر دیا اور شیطان کہے گا اللہ میں نے اسے گمراہ نہیں کیا تو اللہ انہیں تو تو میں سے روک دے گا اور فرمائے گا میں تو اپنی حجت ختم کر چکا رسولوں کی زبانی یہ سب باتیں تمہیں سنا چکا تھا کتابیں بھیج دی تھیں اور ہر ہر طریقہ سے ہر طرح سے تمہیں سمجھا بجھا دیا تھا۔ سنو! جو فیصلہ کرنا ہے وہ میں کر چکا میری باتیں بدلتی نہیں میں ظالم نہیں جو دوسرے کے گناہ پر کسی کو پکڑوں۔ ہر شخص پر اتمام حجت ہو چکی اور ہر شخص اپنے گناہوں کا آپ ذمہ دار ہے۔

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ﴿٣٠﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ﴿٣١﴾ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ﴿٣٢﴾ مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ﴿٣٣﴾ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ﴿٣٤﴾ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ﴿٣٥﴾

جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کیا تو بھر چکی؟ وہ جواب دے گی کیا کچھ اور زیادہ بھی ہے؟ ○ اور جنت پرہیز گاروں کے لئے بالکل قریب کر دی جائے گی ذرا بھی دور نہ ہوگی ○ یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر اس شخص کے لئے جو رجوع کرنے والا اور پابندی کرنے والا ہو ○ جو رحمان کا غائبانہ خوف رکھتا ہو اور توجہ والا دل لایا ہو ○ تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ جاؤ۔ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے ○ یہ وہاں جو چاہیں انہی کا ہے بلکہ ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے ○

جہنم کیسے بھرے گی؟ چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا جہنم سے وعدہ ہے کہ وہ اسے پر کر دے گا اس لئے قیامت کے دن

---

[1] [**ضعیف**: مسند احمد (۳/۴۰) مسند ابو یعلی (۱۳۸) طبرانی اوسط (۳۲۰) مسند بزار (۳۵۰۰)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ ابراھیم: آیت ۲۲]

جو جنات اور انسان اس کے قابل ہوں گے انہیں اس میں ڈال دیا جائے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ اب تو تو پر ہو گئی؟ اور یہ کہے گی اگر اور گنہگار باقی ہوں تو انہیں بھی مجھ میں ڈال دو۔ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہنم میں گنہگار رڈالے جائیں گے اور وہ زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھے گا پس وہ کہے گی بس بس۔ (1) مسند احمد کی حدیث میں بھی ہے کہ اس وقت یہ سمٹ جائے گی اور کہے گی تیری عزت وکرم کی قسم بس بس اور جنت میں جگہ بچ جائے گی یہاں تک کہ ایک نئی مخلوق کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ اس جگہ کو آباد کرے گا (2) صحیح بخاری میں ہے جنت اور دوزخ میں ایک مرتبہ گفتگو ہوئی جہنم نے کہا کہ میں ہر متکبر اور ہر متجبر کے لئے مقرر کی گئی ہوں اور جنت نے کہا میرا یہ حال ہے کہ مجھ میں کمزور لوگ اور وہ لوگ جو دنیا میں ذی عزت نہ سمجھے جاتے تھے وہ داخل ہوں گے۔ اللہ عزوجل نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے میں جسے چاہوں گا اس رحمت کے ساتھ نواز دوں گا' اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ساتھ میں جسے چاہوں گا عذاب کروں گا۔ ہاں تم دونوں بالکل بھر جاؤ گی تو جہنم تو نہ بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھے گا اب وہ کہے گی بس بس بس۔ اس وقت وہ بھر جائے گی اور اس کے سب جوڑ آپس میں سمٹ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ ہاں جنت میں جو جگہ بچ رہے گی اس کے بھرنے کے لئے عزوجل اور مخلوق پیدا کرے گا۔ (3) مسند احمد کی حدیث میں جہنم کا قول یہ ہے کہ مجھ میں جبر کرنے والے' تکبر کرنے والے بادشاہ اور شریف لوگ داخل ہوں گے اور جنت نے کہا مجھ میں کمزور' ضعیف' فقیر' مسکین داخل ہوں گے۔ (4) مسند ابویعلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے اپنی ذات قیامت کے دن دکھائے گا۔ میں سجدہ میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوگا' پھر میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں کروں گا کہ اس سے وہ خوش ہو جائے گا' پھر مجھے شفاعت کی اجازت دی جائے گی' پھر میری امت جہنم کے اوپر کے پل سے گزرنے لگے گی بعض تو نگاہ کی تیزی کے ساتھ گزر جائیں گے بعض تیر کی طرح پار ہو جائیں گے' بعض تیز گھوڑوں سے زیادہ تیزی سے پار ہو جائیں گے' یہاں تک کہ ایک شخص گھٹنوں پر چلتا ہوا گزر جائے گا اور یہ اعمال کے مطابق ہوگا اور جہنم زیادتی طلب کر رہی ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا پس یہ سمٹ جائے گی اور کہے گی بس بس اور میں حوض پر ہوں گا۔ لوگوں نے کہا حوض کیا ہے؟ فرمایا اللہ کی قسم اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید' شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس پر برتن آسمان کے ستاروں سے

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب سورہ ق (٤٨٤٨)]

(2) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب النار یدخلها الجبّارون (٢٨٤٨) مسند احمد (٣/٢٣٤)]

(3) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر (٤٨٥٠) صحیح مسلم: کتاب الجنة (٢٨٤٦)]

(4) [صحیح: مسند احمد (٣/١٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (١١٠٩٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

زیادہ ہیں جسے اس کا پانی مل گیا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا اور جو اس سے محروم رہ گیا اسے کہیں پانی نہیں ملے گا جو اسے سیراب کر سکے۔ [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ کہے گی کیا مجھ میں کوئی مکان ہے کہ مجھ میں زیادتی کی جائے؟ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ کہے گی کیا مجھ میں ایک کے بھی آنے کی جگہ ہے؟ میں بھر گئی' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں جہنمی ڈالے جائیں گے یہاں تک کہ وہ کہے گی میں بھر گئی اور کہے گی کہ کیا مجھ میں زیادہ گنجائش ہے؟ امام ابن جریر رحمہ اللہ پہلے قول کو ہی اختیار کرتے ہیں' اس دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ گویا ان بزرگوں کے نزدیک یہ سوال اس کے بعد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھ دے اب جو اس سے پوچھے گا کہ کیا تو بھر گئی؟ تو وہ جواب دے گی کہ مجھ میں کہیں بھی کوئی جگہ باقی ہے جس میں کوئی آ سکے؟ یعنی باقی نہیں رہی پر ہوگئی۔ حضرت عوفی رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا یہ اس وقت ہوگا جبکہ اس میں سوئی کے ناکے کے برابر بھی جگہ باقی نہ رہے گی۔ واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے جنت قریب کر دی جائے گی یعنی قیامت کے دن جو دور نہیں ہے اس لئے کہ جس کا آنا یقینی ہو وہ دور نہیں سمجھا جاتا۔ "اَوَّابٌ" کے معنی رجوع کرنے والا تو بہ کرنے والا' گناہوں سے رک جانے والا۔ "حَفِيْظٌ" کے معنی وعدوں کا پابند۔ حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اوّاب حفيظٌ" وہ ہے جو کسی مجلس میں بیٹھ کر نہ اٹھے جب تک کہ استغفار نہ کر لے۔ جو رحمان سے بن دیکھے ڈرتا رہے یعنی تنہائی میں بھی اللہ کا خوف رکھے۔ حدیث میں ہے وہ بھی قیامت کے دن عرش اللہ کا سایہ پائے گا جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بہہ نکلیں [2] اور قیامت کے دن اللہ کے پاس دل سلامت لے کر جائے۔ جو اس کی جانب جھکنے والا ہو۔ اس میں یعنی جنت میں چلے جاؤ اللہ کے تمام عذابوں سے سلامتی مل گئی اور یہ بھی مطلب ہے کہ فرشتے ان پر سلام کریں گے' یہ خلود کا دن ہے۔ یعنی جنت میں ہمیشہ کے لئے جا رہے ہو جہاں کبھی موت نہیں۔ یہاں سے کبھی نکال دیئے جانے کا خطرہ نہیں' جہاں سے تبدیلی اور ہیر پھیر نہیں۔ پھر فرمایا یہ وہاں جو چاہیں گے پائیں گے' بلکہ اور زیادہ بھی۔ کثیر بن مرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مزید یہ بھی ہے کہ اہل جنت کے پاس سے ایک بادل گزرے گا جس میں سے ندا آئے گی کہ تم کیا چاہتے ہو؟ جو تم چاہو میں برساؤں' پس یہ جس چیز کی خواہش کریں گے اس سے برسے گی' حضرت کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر میں اس مرتبہ پہ پہنچا اور مجھ سے سوال ہوا تو میں کہوں گا کہ خوبصورت خوش لباس نوجوان کنواریاں برسائی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمہارا جی جس پرند کے کھانے کو چاہے گا وہ اسی وقت بھنا بھنایا موجود ہو جائے گا۔ مسند احمد میں ہے کہ اگر جنتی اولاد چاہے گا تو ایک ہی ساعت میں حمل اور بچہ اور بچے کی جوانی ہو جائے گی' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں اور ترمذی میں یہ بھی ہے کہ جس طرح چاہے گا ہو

---

[1] [ضعيف وموضوع : ذكره ابن حجر فى المطالب العالية (٤/٣٨٣) وعزاه لأبى يعلى من حديث ابى بن كعب] اس کی سند میں عبدالغفار راوی کذاب ہے۔]

[2] [صحيح : صحيح بخارى : كتاب الاذان : باب من جلس فى المسجد ينتظر الصلوة (٦٦٠) صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب فضل اخفاء الصدقة (١٠٣١ـ ٩١) مسند احمد (٢/٤٣٩)]

جائے گا ① اور آیت میں ہے ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ② صہیب بن سنان رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس زیادتی سے مراد اللہ کریم کے چہرے کی زیارت ہے ③ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر جمعہ کے دن دیدار باری تعالیٰ ہوگا' یہی مطلب مزید کا ہے۔ مسند شافعی میں ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک سفید آئینہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جس کے بیچوں بیچ ایک نقطہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ جمعہ کا دن ہے جو خاص آپ کو اور آپ کی امت کو بطور فضیلت کے عطا فرمایا گیا ہے۔ سب لوگ اس میں تمہارے پیچھے ہیں یہود اور نصاریٰ بھی۔ تمہارے لئے اس میں بہت کچھ خیر و برکت ہے اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے جو مانگا جائے گا مل جاتا ہے ہمارے یہاں اس کا نام "يَوْمُ الْمَزِيْدِ" ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا تیرے رب نے جنت الفردوس میں ایک کشادہ میدان بنایا ہے جس میں مشکی ٹیلے ہیں' جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ جن جن فرشتوں کو چاہے اتارتا ہے اس کے اردگرد نوری منبر ہوتے ہیں جن پر انبیاء علیہم السلام رونق افروز ہوتے ہیں یہ منبر سونے کے ہیں جس پر جڑاؤ جڑے ہوئے ہیں شہداء اور صدیق لوگ ان کے پیچھے ان کی مشکی ٹیلوں پر ہوں گے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا میں نے اپنا وعدہ تم سے سچا کیا اب مجھ سے جو چاہو مانگو پاؤ گے۔ یہ سب کہیں گے ہمیں تیری خوشی اور رضا مندی مطلوب ہے اللہ فرمائے گا یہ تو میں تمہیں دے چکا میں تم سے راضی ہو گیا' اس کے سوا بھی تم جو چاہو گے پاؤ گے اور میرے پاس اور زیادہ ہے۔ پس یہ لوگ جمعہ کے خواہش مند رہیں گے کیونکہ انہیں بہت سی نعمتیں اسی دن ملتی ہیں' یہی دن ہے جس دِن تمہارا رب عرش پر مستوی ہوا اسی دن حضرت آدم پیدا کیے گئے اور اسی دن قیامت آئے گی۔ ④

اسی طرح اسے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الأم کی کتاب الجمعہ میں وارد کیا ہے' امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر ایک بہت بڑا اثر وارد کیا ہے جس میں بہت سی باتیں غریب ہیں۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنتی ستر سال تک ایک ہی طرف متوجہ بیٹھا رہے گا پھر ایک حور آئے گی جو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرے گی وہ اتنی خوبصورت ہوگی کہ اس کے رخسار میں سے اپنی شکل اس طرح نظر آئے گی جیسے آبدار آئینے میں۔ وہ جو زیورات پہنے ہوئے ہوگی ان میں کا ایک ایک ادنیٰ موتی ایسا ہوگا کہ اس کی جوت سے ساری دنیا منور ہو جائے' وہ سلام کرے گی یہ جواب دے کر پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گی میں ہوں جسے قرآن میں "مزید" کہا گیا تھا۔ اس پر ستر حلے ہوں گے' لیکن تاہم اس کی خوبصورتی اور چمک دمک اور

---

① [حسن : ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ما جاء ما لا دنی اهل الجنة من الکرامة (٢٥٦٢) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب صفة الجنة (٤٣٣٨) مسند احمد (٩/٣) مسند ابو یعلی (١٠٥١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه (٣٥٠٠)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

② [سورۃ یونس : آیت ٢٦]

③ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب اثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة ربهم (١٨١)]

④ [ضعیف : مسند ابو یعلی (٢٢٩/٧) مجمع الزوائد (٤٢١/١٠)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔]

صفائی کی وجہ سے باہر ہی سے اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا' اس کے سر پر جڑاؤ تاج ہوگا' جس کا ادنیٰ موتی مشرق ومغرب کو روشن کر دینے کے لئے کافی ہوگا۔ [1]

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِى الْبِلَادِ ۭ هَلْ
مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ
وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ڰ
وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ
الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝

ان سے پہلے بھی ہم بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ان سے طاقت میں بہت زیادہ تھیں وہ شہروں میں ڈھونڈتے ہی رہ گئے کہ کوئی بھاگنے کا ٹھکانا ہے؟ ○ اس میں ہر صاحب دل کیلئے عبرت ہے اور اس کیلئے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے ○ یقیناً ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا اور ہمیں تھکان نے چھوا تک نہیں ○ یہ جو کچھ کہتے ہیں تو اس پر صبر کرتا رہ اور اپنے رب کی تسبیح تعریف کے ساتھ بیان کرتا رہ سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے بھی ○ اور رات کے کسی وقت بھی اور نماز کے بعد بھی ○

سابقہ اقوام کی ہلاکت میں مقام عبرت: ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کفار تو کیا چیز ہیں؟ ان سے بہت زیادہ قوت و طاقت اور اسباب تعداد کے لوگوں کو اسی جرم پر ہم تہ وبالا کر چکے ہیں جنہوں نے شہروں میں اپنی یادگاریں چھوڑی ہیں زمین میں خوب فساد کیا۔ لمبے لمبے سفر کرتے تھے ہمارے عذاب دیکھ کر بچنے کی جگہ تلاش کرنے لگے مگر یہ کوشش بالکل بے سود تھی' اللہ کی قضاء وقدر اس کی پکڑ دھکڑ سے کون بچ سکتا ہے؟ پس تم بھی یاد رکھو کہ جس وقت میرا عذاب آ گیا بغلیں جھانکتے رہ جاؤ گے اور بھوسے کی طرح اڑا دیئے جاؤ گے۔ ہر عقلمند کیلئے اس میں کافی عبرت ہے اگر کوئی ایسا بھی ہو جو سمجھداری کے ساتھ کان لگائے وہ بھی اس میں بہت کچھ پا سکتا ہے' یعنی دل کو حاضر کر کے کانوں سے سنے۔ [2] پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اس کے درمیان کی چیزوں کو چھ روز میں پیدا کر دیا اور وہ تھکا نہیں' اس میں بھی موت کے بعد کی زندگی پر اللہ کے قادر ہونے کا ثبوت ہے کہ جو ایسی بڑی مخلوق کو اولاً پیدا کر چکا ہے اس پر مردوں کو جلانا کیا بھاری ہے؟ حضرت قتادہ ؒ کا فرمان ہے کہ ملعون یہود کہتے تھے کہ چھ دن میں مخلوق کو رچا کر خالق نے ساتویں روز آرام کیا اور یہ دن ہفتہ کا تھا اس کا نام ہی انہوں نے یوم الراحت رکھ چھوڑا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اس واہی خیال کی تردید کی کہ ہمیں تھکن ہی نہ تھی آرام کیسا؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ﴾ [3] الخ' یعنی کیا انہوں نے نہیں دیکھا؟ کہ اللہ وہ ہے جس نے

---

[1] [**ضعیف**: مسند احمد (۳/۷۵)] اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۴۳۳)] [3] [سورۃ الاحقاف : آیت ۳۳]

آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش سے نہ تھکا' کیا وہ مردوں کو جلانے پر قادر نہیں؟ ہاں کیوں نہیں وہ تو ہر چیز پر قادر ہے' اور آیت میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ [1] الخ' البتہ آسمان وزمین کی پیدائش لوگوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے اور آیت میں ہے ﴿ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا﴾ [2] کیا تمہاری پیدائش زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی' اسے اللہ نے بنایا ہے۔

پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہ جھٹلانے اور انکار کرنے والے جو کہتے ہیں اسے صبر سے سنتے رہو اور انہیں مہلت دو ان کو چھوڑ دو اور سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور رات کو اللہ کی پاکی اور تعریف بیان کیا کرو۔ معراج سے پہلے صبح کی اور عصر کی نماز فرض تھی اور رات کی تہجد آپ پر اور آپ کی امت پر ایک سال تک واجب رہی اس کے بعد آپ کی امت سے اس کا وجوب منسوب ہو گیا۔ اس کے بعد معراج والی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں جن میں فجر اور عصر کی نمازیں جوں کی توں رہیں۔ پس سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے سے مراد فجر کی اور عصر کی نماز ہے۔ مسند احمد میں ہے ہم حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا تم اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور اسے اس طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو جس کے دیکھنے میں کوئی دھکا پیلی نہیں پس اگر تم سے ہو سکے تو خبردار سورج نکلنے سے پہلے کی اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نمازوں سے غافل نہ ہو جاؤ' پھر آپ نے آیت ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ پڑھی' یہ حدیث مسلم میں بھی ہے۔ [3] رات کو بھی تسبیح بیان کر یعنی نماز پڑھ' جیسے فرمایا ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ﴾ [4] الخ' یعنی رات کو تہجد کی نماز پڑھا کر یہ زیادتی خاص تیرے لئے ہی ہے تجھے تیرا رب مقام محمود میں کھڑا کرنے والا ہے' سجدوں کے پیچھے سے بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نماز کے بعد اللہ کی پاکی بیان کرنا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مفلس مہاجر آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ مالدار لوگ بلند درجے اور ہمیشہ والی نعمتیں حاصل کر چکے آپ نے فرمایا کیسے؟ جواب دیا کہ ہماری طرح نماز' روزہ تو وہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ صدقہ دیتے ہیں جو ہم نہیں دے سکتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے آپ نے فرمایا آؤ تمہیں ایک ایسا عمل بتلاؤں کہ جب تم اسے کرو تو سب سے آگے نکل جاؤ اور تم سے افضل کوئی نہ نکلے' لیکن جو اس عمل کو کرے۔ تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ ((سُبْحَانَ اللهِ' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ' اَللهُ اَكْبَرُ)) پڑھ لیا کرو' پھر وہ آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی آپ کی حدیث کو

---

[1] [سورة غافر : آیت ٥٧]

[2] [سورة النازعات : آیت ٢٧]

[3] [صحيح : صحيح بخاری : کتاب مواقيت الصلوة : باب فضل صلوة العصر (٥٥٤) صحيح مسلم : کتاب المساجد : باب فضل صلاة الصبح والعصر (٦٣٣-٢١١) مسند احمد (٣٦٥/٤)]

[4] [سورة بنی اسرائیل : آیت ٧٩]

سنا اور وہ بھی اس عمل کو کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ (1) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مغرب کے بعد کی دو رکعتیں ہیں۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت حسن بن علیؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم کا یہی فرمان ہے۔ اور یہی قول ہے حضرت مجاہدؒ حضرت عکرمہؒ حضرت شعبیؒ حضرت نخعیؒ حضرت قتادہ رحمہم اللہ وغیرہ کا۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے بجز فجر اور عصر کی نماز کے، عبدالرحمٰن فرماتے ہیں ہر نماز کے پیچھے۔ (2) ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گزاری آپ نے فجر کے فرضوں سے پہلے دو ہلکی رکعتیں ادا کیں پھر گھر سے نماز کیلئے نکلے اور فرمایا اے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) فجر کے پہلے کی دو رکعتیں اَدْبَارَ النُّجُوْمِ ہیں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتیں اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ہیں۔ (3) یہ اسی رات کا ذکر ہے جس رات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تہجد کی نماز کی تیرہ رکعتیں آپ کی اقتداء میں ادا کی تھیں اور اس رات آپ کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ لیکن اوپر جو بیان ہوا یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب بتلاتے ہیں۔ ہاں اصل حدیث تہجد کی تو بخاری مسلم میں ہے۔ (4) ممکن ہے کہ پچھلا کلام حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا ہو واللہ اعلم۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿٤٥﴾ ع

اور سن رکھ کہ جس دن ایک پکارنے والا قریب ہی کی جگہ سے پکارے گا ○ جس روز اس تند و تیز چیخ کو یقین کے ساتھ سب سن لیں گے یہ دن ہو گا نکلنے کا ○ ہم ہی جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ پھر کر آنا ہے ○ جس دن زمین پھٹ جائے گی اور یہ دوڑتے ہوئے نکل پڑیں گے یہ جمع کر لینا ہم پر بہت آسان ہے ○ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہم بخوبی

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب الذکر بعد الصلوۃ (۸۴۱) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ (۵۹۵۔ ۱۴۲) مسند احمد (۲/۲۳۸)]

(2) [ضعیف : مسند احمد (۱/۱۲۴) ابو داؤد : کتاب التطوع : باب من رخص فیھما اذا کانت الشمس مرتفعة (۱۲۷۵)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں عاصم بن ضمرہ راوی ضعیف ہے۔]

(3) [ضعیف : ترمذی: کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الطور (۳۲۷۵)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں رشدین بن کریب راوی ضعیف ہے۔]

(4) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العمل فی الصلوۃ : باب استعانة الید فی الصلوۃ اذا کان من امو الصلوۃ (۱۱۹۸) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب صلوۃ النبی ودعائه باللیل (۷۶۳۔ ۱۸۱)]

جب صور پھونکا جائے گا: حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دے گا کہ بیت المقدس کے پتھر پر کھڑا ہو کر آواز لگائے کہ اے سڑی گلی ہڈیو اور اے جسم کے متفرق اجزاؤ! اللہ تمہیں جمع ہونے کا حکم دیتا ہے تا کہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے' پس مراد اس سے صور ہے' یہ حق اس شک وشبہ اور اختلاف کو مٹا دے گا جو اس سے پہلے تھا یہ قبروں سے نکل کھڑے ہونے کا دن ہوگا۔ ابتداء پیدا کرنا پھر لوٹانا اور تمام خلائق کو ایک جگہ لوٹانا یہ ہمارے ہی بس کی بات ہے۔ اس وقت ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ہم دیں گے۔ تمام بھلائی برائی کا عوض ہر ہر شخص پالے گا' زمین پھٹ جائے گی اور سب جلدی جلدی اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا جس سے مخلوقات کے بدن اگنے لگیں گے جس طرح کیچڑ میں پڑا ہوا دانہ بارش سے اگ جاتا ہے۔ جب جسم کی پوری نشو ونما ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ تمام روحیں صور کے سوراخ میں ہوں گی ان کے صور پھونکتے ہی روحیں آسمان کے درمیان پھرنے لگ جائیں گی اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری عزت وجلال کی قسم ہے ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے جسے اس نے دنیا میں آباد کر رکھا تھا۔ پس ہر روح اپنے اپنے جسم میں جا ملے گی اور جس طرح زہریلے جانور کا اثر چوپائے کے رگ وریشہ میں بہت جلد پہنچ جاتا ہے اس طرح اس جسم کے رگ وریشے میں روح دوڑ جائے گی اور ساری مخلوق اللہ کے فرمان کے ماتحت دوڑتی ہوئی جلد از جلد میدان محشر میں حاضر ہو جائے گی' یہ وقت ہوگا جو کافروں پر بہت ہی سخت ہوگا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ﴾ [1] الخ' یعنی جس دن وہ تمہیں پکارے گا تم اس کی تعریفیں کرتے ہوئے جواب دو گے اور سمجھتے ہو گے کہ تم بہت ہی کم ٹھہرے۔

صحیح مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے میری قبر کی زمین شق ہوگی۔ [2] فرماتا ہے کہ یہ دوبارہ کھڑا ہونا ہم پر بہت ہی سہل اور بالکل آسان ہے' جیسے اللہ جل جلالہ نے فرمایا ﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ [3] یعنی ہمارا حکم اس طرح یکبارگی ہو جائے گا جیسے آنکھ کا جھپکنا اور آیت میں ہے ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾ [4] الخ' یعنی تم سب کا پیدا کرنا اور پھر مارنے کے بعد زندہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کا اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے۔ پھر جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہمارے علم سے باہر نہیں تو اسے اہمیت نہ دے ہم خود نپٹ لیں گے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ﴾ [5] الخ' واقعی ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں اس

---

[1] [سورہ الاسراء: آیت ۵۲]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب تفضیل نبینا علی جمیع الخلائق (۲۲۷۸-۳)]

[3] [سورۃ القمر: آیت ۵۰]

[4] [سورۃ لقمان: آیت ۲۸]

[5] [الحجر: ۹۷-۹۹]

سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں سو اس کا علاج یہ ہے کہ آپ اپنے پروردگار کی پاکی اور تعریف کرتے رہیئے اور نمازوں میں رہیئے اور موت آ جانے تک اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیئے۔ پھر فرماتا ہے تو انہیں ہدایت پر جبراً نہیں لا سکتا نہ ہم نے تجھے اس کا مکلّف بنایا ہے۔ یہ بھی معنی ہیں کہ ان پر جبر نہ کرو' لیکن پہلا قول اولیٰ ہے کیونکہ الفاظ میں یہ نہیں کہ تم ان پر جبر نہ کرو بلکہ یہ ہے کہ تم ان پر جبار نہیں ہو' یعنی آپ مبلغ ہیں تبلیغ کر کے اپنے فریضے سے سبکدوش ہو جایئے' جبر معنی میں اجبر کے بھی آتا ہے۔ آپ نصیحت کرتے رہیئے جس کے دل میں خوف اللہ ہے جو اس کے عذابوں سے ڈرتا ہے اور اس کی رحمتوں کا امیدوار ہے وہ ضرور اس تبلیغ سے نفع اٹھائے گا اور راہ راست پر آ جائے گا' جیسے فرمایا ہے ﴿فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ [1] یعنی تجھ پر صرف پہنچا دینا ہے حساب تو ہمارے ذمے ہے اور آیت میں ہے ﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ○ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ [2] تو نصیحت کر دے تو صرف نصیحت کرنے والا ہے کچھ ان پر داروغہ نہیں۔ اور جگہ ہے تمہارے ذمے ان کی ہدایت نہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے اور جگہ ہے [3] ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ [4] الخ' یعنی تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جسے چاہے راہ راست پر لا کھڑا کرتا ہے۔ اسی مضمون کو یہاں بھی بیان فرمایا ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کو سن کر یہ دعا کرتے ہیں ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ يَّخَافُ وَعِيْدَكَ وَيَرْجُوْا مَوْعُوْدَكَ يَابَآرُّ يَا رَحِيْمُ)) اے اللہ! ہمیں ان میں سے کر جو تیری سزاؤں کے ڈراوے سے ڈرتے ہیں اور تیری نعمتوں کے وعدے کی امید لگائے ہوئے ہیں' اے بہت زیادہ احسان کرنے والے اور اے بہت زیادہ رحم کرنے والے۔ سورۂ ق کی تفسیر ختم ہوئی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

تفسیر سورۃ الذاریات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿١﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿٢﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿٣﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴿٤﴾
اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿٥﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٦﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿٧﴾
اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿٨﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿٩﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ
هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿١١﴾ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٢﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ
يُفْتَنُوْنَ ﴿١٣﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٤﴾

[1] [الرعد : ٤٠]
[2] [الغاشیہ : ٢١۔٢٢]
[3] [البقرہ : ٢٧٢]
[4] [القصص : ٥٦]

مہربان اور کرم فرما معبود برحق کے نام سے شروع

قسم ہے بکھیرنے والیوں کی اڑا کر ○ پھر اٹھانے والیاں بوجھ کو ○ پھر چلنے والیاں نرمی سے ○ پھر کام کو تقسیم کرنے والیاں ○ یقین مانو تم سے جو وعدے کئے جاتے ہیں سب سچے ہیں ○ اور بیشک انصاف ہونے والا ہی ہے ○ قسم ہے راہوں والے آسمان کی ○ یقیناً تم مختلف بات میں پڑے ہوئے ہو ○ اس سے وہی باز رکھا جاتا ہے جو پھیر دیا گیا ہو ○ بے سند باتیں بنانے والے غارت کر دیئے گئے ○ جو غفلت میں ہیں اور بھولے ہوئے ہیں ○ پوچھتے ہیں کہ یوم جزا کب آئے گا؟ ○ ہاں یہ وہ دن ہے کہ یہ آگ پر الٹے سیدھے پڑیں گے ○ اپنی سزا کا مزہ چکھو یہی ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے ○

خلیفۃ المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفے کے منبر پر چڑھ کر ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ قرآن کریم کی جس آیت کی بابت اور جس سنت کی بابت تم کوئی سوال کرنا چاہتے ہو کر لو۔ اس پر ابن الکواء نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ ''ذَارِيَاتِ'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہوا' پوچھا ''حَامِلَاتِ'' سے؟ فرمایا ابر۔ کہا ''جَارِيَاتِ'' سے؟ فرمایا کشتیاں' کہا ''مُقَسِّمَاتِ'' سے؟ فرمایا فرشتے [1] اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے بزار میں ہے صبیغ تمیمی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا بتاؤ ''ذَارِيَاتِ'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہوا۔ اور اسے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا نہ ہوتا تو میں کبھی یہ مطلب نہ کہتا۔ پوچھا ''مُقَسِّمَاتِ'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا فرشتے اور اسے بھی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے۔ پوچھا ''جَارِيَاتِ'' سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا کشتیاں۔ یہ بھی میں نے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا تو تجھ سے نہ کہتا۔ پھر حکم دیا کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں چنانچہ اسے درے مارے گئے اور ایک مکان میں رکھا گیا جب زخم اچھے ہو گئے تو بلوا کر پھر سو کوڑے پٹوائے' اور سوار کرا کر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ یہ مجلس میں نہ بیٹھنے پائے' کچھ دنوں بعد یہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بڑی سخت تاکیدی قسمیں کھا کر انہیں یقین دلایا کہ اب میرے خیالات کی پوری اصلاح ہو چکی اب میرے دل میں بدعقیدگی نہیں رہی جو پہلے تھی۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس کی اطلاع دی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ میرا خیال ہے کہ اب وہ واقعی ٹھیک ہو گیا ہے۔ اس کے جواب میں دربار خلافت سے فرمان ملا کہ پھر انہیں مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی جائے۔ [2] امام ابوبکر بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے دو راویوں میں کلام ہے پس یہ حدیث ضعیف ہے ٹھیک یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حدیث بھی موقوف ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا فرمان ہے مرفوع حدیث نہیں امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اسے جو پٹوایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی بدعقیدگی آپ پر ظاہر ہو چکی تھی اور اس کے سوالات از روئے انکار اور مخالفت کے تھے۔ واللہ اعلم۔ صبیغ کے باپ کا نام عسل تھا اور اس کا یہ قصہ مشہور ہے جسے پورا پورا حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ لائے ہیں۔ یہی تفسیر ابن عباس' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم حضرت مجاہد' حضرت سعید بن جبیر' حضرت حسن' حضرت

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۴۴۲)]

[2] [ضعیف : مسند بزار (۲۲۵۹)] اس کی سند میں ابوبکر بن ابی سبرہ اور سعید بن سلام ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

قتادہ‘ حضرت سدی ﷭ وغیرہ سے مروی ہے۔ امام ابن جریر ﷫ اور امام ابن ابی حاتم نے ان آیتوں کی تفسیر میں اور کوئی قول وارد نہیں کیا۔ حاملات سے مراد ابر ہونے کا محاورہ اس شعر سے بھی پایا جاتا ہے۔

وَاَسْلَمْتُ نَفْسِیْ لِمَنْ اَسْلَمَتْ لَہُ الْمُزْنُ تَحْمِلُ عَذْبًا زُلَالاً [1]

یعنی میں اپنے آپ کو اس اللہ کا تابع فرمان کرتا ہوں جس کے تابع فرمان وہ بادل ہیں جو صاف شفاف میٹھے اور ہلکے پانی کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ جاریات سے مراد بعض نے ستارے لئے ہیں جو آسمان پر چلتے پھرتے رہتے ہیں‘ یہ معنی لینے میں یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہوگی۔ اولاً ہوا پھر ستارے پھر فرشتے۔ جو کبھی اللہ کا حکم لے اترتے ہیں کبھی کوئی سپرد کردہ کام بجالانے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ چونکہ یہ سب قسمیں اس بات پر ہیں کہ قیامت ضرور آنی ہے اور لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اس لئے ان کے بعد فرمایا کہ تمہیں جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ سچا ہے اور حساب کتاب‘ جزا سزا ضرور واقع ہونے والی ہے۔ پھر آسمان کی قسم کھائی جو خوبصورت رونق و حسن اور برابری والا ہے۔ بہت سے سلف نے یہی معنی ﴿ حُبُكْ ﴾ کے بیان کئے ہیں۔

حضرت ضحاک ﷫ وغیرہ فرماتے ہیں کہ پانی کی موجیں‘ ریت کے ذرے‘ کھیتیوں کے پتے ہوا کے زور سے جب لہراتے ہیں اور پرشکن لہریئے دار ہو جاتے ہیں اور گویا ان میں راستے پڑ جاتے ہیں اسی کو ﴿ حُبُكْ ﴾ کہتے ہیں۔ ابن جریر ﷫ کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمہارے پیچھے کذاب بہکانے والا ہے اس کے سر کے بال پیچھے کی طرف سے ”حبك حبك“ ہیں یعنی گھونگر والے ہیں۔ [2] ابو صالح ﷫ فرماتے ہیں ”حبك“ سے مراد شدت والا ”خصیف“ سے مراد خوش منظر ہے۔ حسن بصری ﷫ فرماتے ہیں اس کی خوبصورتی اس کے ستارے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر ﷠ فرماتے ہیں اس سے مراد ساتواں آسمان ہے۔ ممکن ہے آپ کا مطلب یہ ہو کہ قائم رہنے والے ستارے اس آسمان میں ہیں۔ اکثر علماء ہیئت کا بیان ہے کہ یہ آٹھویں آسمان میں ہیں جو ساتویں کے اوپر ہے۔ واللہ اعلم۔ ان تمام اقوال کا ماحصل ایک ہی ہے یعنی حسن و رونق والا آسمان۔ اس کی بلندی‘ اس کی صفائی‘ اس کی پاکیزگی‘ اس کی بناوٹ کی عمدگی‘ اس کی مضبوطی‘ اس کی چوڑائی‘ اور کشادگی‘ اس کا ستاروں سے جگمگانا‘ جن میں سے بعض چلتے پھرتے رہتے ہیں اور بعض ٹھہرے ہوئے ہیں اس کا سورج اور چاند‘ سیاروں سے مزین ہونا یہ سب اس کی خوبصورتی اور عمدگی کی چیزیں ہیں۔ پھر فرماتا ہے اے مشرکو! تم اپنے ہی اقوال میں مختلف اور مضطرب ہو تم کسی صحیح نتیجے پر اب تک خود اپنے طور پر بھی نہیں پہنچے ہو۔ کسی رائے پر تمہارا اجتماع نہیں۔ حضرت قتادہ ﷫ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض تو قرآن کو سچا جانتے تھے بعض اس کی تکذیب کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے یہ حالت اسی کی ہوتی ہے جو خود گمراہ ہو۔ وہ اپنے ایسے باطل اقوال کی وجہ سے بہک اور بھٹک جاتا ہے۔ صحیح سمجھ اور سچا علم اس سے فوت ہو جاتا ہے‘ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ○ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِيْنَ ○ اِلَّا

---

[1] [سیرۃ ابن ھشام (۱/ ۲۳۱)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/ ٤٤٥)]

مَنۡ ھُوَ صَالِ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱﴾ یعنی تم لوگ مع اپنے معبودان باطل کے سوائے جہنمی لوگوں کے کسی اور کو بہکا نہیں سکتے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے گمراہ وہی ہوتا ہے جو خود بہکا ہوا ہو۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے دور وہی ہوتا ہے جو بھلائیوں سے دور ڈال دیا گیا ہے' حضرت امام بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن سے وہی ہٹتا ہے جو اسے پہلے ہی سے جھٹلانے پر کمر کس لئے۔ پھر فرماتا ہے کہ بے سند باتیں کہنے والے ہلاک ہوں یعنی جھوٹی باتیں بنانے والے جنہیں یقین نہ تھا جو کہتے تھے کہ ہم اٹھائے نہیں جائیں گے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی شک کرنے والے ملعون ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی اپنے خطبے میں یہی فرماتے تھے' یہ دھوکے والے اور بدگمان لوگ ہیں۔ پھر فرمایا جو لوگ اپنے کفر و شک میں غافل اور بے پرواہ ہیں۔ یہ لوگ از روئے انکار پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس دن تو یہ آگ میں تپائے جائیں گے جس طرح سونا تپایا جاتا ہے' یہ اس میں جلیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جلنے کا مزہ چکھو۔ اپنے کرتوت کے بدلے برداشت کرو۔ پھر ان کی اور زیادہ حقارت کیلئے ان سے بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا یہی ہے جس کی جلدی مچا رہے تھے کہ کب آئے گا' واللہ اعلم۔

اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِیۡنَ مَاۤ اٰتٰىہُمۡ رَبُّہُمۡ ؕ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ مُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۶﴾ کَانُوۡا قَلِیۡلًا مِّنَ الَّیۡلِ مَا یَہۡجَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَ بِالۡاَسۡحَارِ ہُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ وَ فِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ ﴿۱۹﴾ وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ﴿۲۰﴾ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ وَ فِی السَّمَآءِ رِزۡقُکُمۡ وَ مَا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾ فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ مِّثۡلَ مَاۤ اَنَّکُمۡ تَنۡطِقُوۡنَ ﴿۲۳﴾ ع

بیشک تقویٰ والے لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے ○ ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے اسے لے رہے ہوں گے' وہ تو اس سے پہلے ہی نیکوکار تھے ○ وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے ○ اور آخری رات میں استغفار کیا کرتے تھے ○ اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا ○ یقین والوں کیلئے تو زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ ○ اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے ○ آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم کہ یہ بالکل برحق ہے ایسا ہی جیسے کہ تم باتیں کرتے ہو ○

پرہیزگاروں کے لیے جنت: پرہیزگار اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کے دن جنتوں میں اور نہروں میں ہوں گے' بخلاف ان بدکرداروں کے جو عذاب و سزا' طوق و زنجیر میں سختی اور مار پیٹ میں ہوں گے۔ جو فرائض الٰہی ان کے پاس آئے تھے یہ ان کے عامل تھے' اور ان سے پہلے بھی وہ اخلاص سے کام کرنے والے تھے۔ لیکن اس تفسیر میں ذرا تامل ہے دو وجہ سے اول تو یہ کہ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کہی جاتی ہے

﴿۱﴾ [سورہ الصافات : آیت ۱۶۱-۱۶۳]

لیکن سند صحیح سے ان تک نہیں پہنچتی بلکہ اس کی یہ سند بالکل ضعیف ہے' دوسرے یہ کہ اٰخِذِیْنَ کا لفظ حال ہے اگلے جملے سے' تو یہ مطلب ہوا کہ متقی لوگ جنت میں اللہ کی دی ہوئی نعمتیں حاصل کر رہے ہوں گے۔ اس سے پہلے وہ بھلائی کے کام کرنے والے تھے یعنی دنیا میں۔ جیسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اور آیت میں فرمایا ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ [1] یعنی دار دنیا میں تم نے جو نیکیاں کی تھیں ان کے بدلے اب تم یہاں شوق سے پاکیزہ و پسندیدہ کھاتے پیتے رہو۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے عمل کے اخلاص یعنی ان کے احسان کی تفصیل بیان فرما رہا ہے کہ یہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں یہاں ''مـــا'' نافیہ ہے تو بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ یہ مطلب ہوگا کہ ان پر کوئی رات ایسی نہ گزرتی تھی جس کا کچھ حصہ یاد الٰہی میں نہ گزارتے ہوں' خواہ اول وقت کچھ نوافل پڑھ لیں خواہ درمیان میں۔ یعنی کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی وقت عموماً ہر رات پڑھ ہی لیا کرتے تھے ساری رات سوتے سوتے نہیں گزراتے تھے۔ حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں یہ لوگ مغرب' عشاء کے درمیان کچھ نوافل پڑھ لیا کرتے تھے۔ امام ابوجعفر باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے نہیں سوتے تھے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ مـا یہاں پر موصولہ ہے' یعنی ان کی نیند رات کی کم تھی کچھ سوتے تھے کچھ جاگتے تھے اور اگر دل لگ گیا تو صبح ہو جاتی تھی اور پھر پچھلی رات کو جناب باری میں گڑگڑا کر توبہ استغفار کرتے تھے' حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ اس آیت کا یہ مطلب بیان کر کے پھر فرماتے تھے افسوس مجھ میں یہ بات نہیں۔ آپ کے شاگرد حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے جنتیوں کے جو اعمال اور جو صفات بیان ہوئے ہیں۔ میں جب کبھی اپنے اعمال و صفات کو ان کے مقابلے میں رکھتا ہوں تو بہت کچھ فاصلہ پاتا ہوں۔ لیکن الحمد للہ جہنمیوں کے عقائد کے بالمقابل جب میں اپنے عقائد کو لاتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ تو بالکل ہی خیر سے خالی تھے' وہ کتاب اللہ کے منکر' وہ رسول اللہ کے منکر' وہ موت کے بعد کی زندگی کے منکر' پس ہماری تو حالت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے لوگوں کی بتائی ہے ﴿خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا﴾ یعنی نیکیاں بدیاں ملی جلی۔ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے قبیلہ بنو تمیم کے ایک شخص نے کہا ابوسلمہ! یہ صفت تو ہم میں نہیں پائی جاتی کہ ہم رات کو بہت کم سوتے ہوں بلکہ ہم تو بہت کم وقت عبادت اللہ میں گذارتے ہیں تو آپ نے فرمایا وہ شخص بھی بہت ہی خوش نصیب ہے جو نیند آئے تو سو جائے اور جاگے تو اللہ سے ڈرتا رہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب شروع شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے اور اس مجمع میں میں بھی تھا' واللہ! آپ کے مبارک چہرہ پر نگاہ پڑتے ہی اتنا تو میں نے یقین کر لیا کہ یہ نورانی چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلی بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے کان میں پڑی یہ تھی کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! کھانا کھلاتے رہو صلہ رحمی کرتے رہو اور سلام کیا کرو اور راتوں کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں نماز ادا کرو تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں

---

[1] [سورہ الحاقہ : آیت ۲۴]

داخل ہو جاؤ گے۔[1] مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کے اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہے' یہ سن کر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ یہ کن کیلئے ہیں؟ فرمایا ان کیلئے جو نرم کلام کریں اور دوسروں کو کھلاتے پلاتے رہیں اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں یہ نمازیں پڑھتے رہیں۔[2] حضرت زہری اور حضرت حسن فرماتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ رات کا اکثر حصہ تہجد گزاری میں نکالتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ رات کا بہت کم حصہ وہ سوتے ہیں' ضحاک ﴿كَانُوا قَلِيلًا﴾ کو اس سے پہلے کے جملے کے ساتھ ملاتے ہیں اور ﴿مِنَ اللَّيْلِ﴾ سے ابتدا بتاتے ہیں لیکن اس قول میں بہت دوری اور تکلف ہے۔

پھر اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے سحر کے وقت وہ استغفار کرتے ہیں مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں اور مفسرین فرماتے ہیں راتوں کو قیام کرتے ہیں اور صبح کے ہونے کے وقت اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں' جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾[3] یعنی سحر کے وقت یہ لوگ استغفار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اگر یہ استغفار نماز میں ہی ہو تو بھی بہت اچھا ہے' صحاح وغیرہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کی کئی روایتوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے کوئی گنہگار ہے؟ جو توبہ کرے اور میں اس کی توبہ قبول کروں' کوئی استغفار کرنے والا ہے؟ جو استغفار کرے اور میں اسے بخشوں۔ کوئی مانگنے والا ہے؟ جو مانگے اور میں اسے دوں' فجر طلوع ہونے تک یہی فرماتا ہے۔[4] اکثر مفسرین نے فرمایا کہ نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لڑکوں سے جو فرمایا تھا کہ ﴿سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ﴾[5] میں اب عنقریب تمہارے لئے استغفار کروں گا اس سے بھی مطلب یہی تھا کہ سحر کا وقت جب آئے گا تب میں استغفار کروں گا۔

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب صفة القیامة: باب افشو السلام (٢٤٨٥) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوات: باب ما جاء فی قیام اللیل (١٣٣٤) دارمی: کتاب الصلاة: باب فضل صلاة اللیل (١٤٦٨) مستدرك حاکم (١٣/٣) بغوی فی شرح السنة (٤٠/٤)] امام ترمذیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [حسن لغیرہ: مسند احمد (١٧٣/٢)] شیخ شعیب ارناؤوطا سے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٦٦١٥)]

[3] [سورہ آل عمران: آیت ١٧]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التهجد: باب الدعاء والصلوة من آخر اللیل (١١٤٥) صحیح مسلم: کتاب صلوة المسافرین: باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل والاجابة فیه (٧٥٨-١٦٨) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوات: باب ما جاء فی ای ساعات اللیل افضل (١٣٦٦) ابو داؤد: کتاب التطوع: باب ای اللیل افضل (١٣١٥) مسند احمد (٢٦٧/٢)]

[5] [سورة یوسف: آیت ٩٨]

پھران کا یہ وصف بیان کیا جاتا ہے کہ جہاں یہ نمازی ہیں اور حق ادا کرتے ہیں وہاں لوگوں کے حق بھی نہیں بھولتے زکوۃ دیتے ہیں' سلوک' احسان اور صلہ رحمی کرتے ہیں۔ان کے مال میں ایک مقررہ حصہ مانگنے والوں اور ان حقداروں کا ہے جو سوال سے بچتے ہیں۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں سائل کا حق ہے گو وہ گھوڑ سوار ہو [1] ﴿مَحْرُوْمٌ﴾ وہ ہے جس کا کوئی حصہ بیت المال میں نہ ہو خود اس کے پاس کوئی کام کاج نہ ہو صنعت وحرفت یاد نہ ہو جس سے روزی کما سکے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ کچھ سلسلہ کمانے کا کر رکھا ہے لیکن اتنا نہیں پاتے کہ انہیں کافی ہو جائے' حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ شخص جو مالدار تھا لیکن اس کا مال تباہ ہوگیا' چنانچہ یمامہ میں جب پانی کی طغیانی آئی اور ایک شخص کا تمام مال اسباب بہالے گئی تو ایک صحابی نے فرمایا یہ محروم ہے اور بزرگ مفسرین فرماتے ہیں محروم سے مراد وہ شخص ہے جو حاجت کے باوجود کسی سے سوال نہیں کرتا۔ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مسکین صرف وہی لوگ نہیں جو گھومتے پھرتے ہیں اور جنہیں ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں تم دے دیا کرتے ہو بلکہ حقیقتاً وہ لوگ بھی مسکین ہیں جو اتنا نہیں پاتے کہ انہیں حاجت نہ رہے نہ اپنا حال ایسا رکھتے ہیں کہ کسی پر ان کی حاجت وافلاس ظاہر ہو اور کوئی انہیں صدقہ دے (بخاری ومسلم) [2]

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مکہ شریف جارہے تھے کہ راستے میں ایک کتا پاس آ کر کھڑا ہوگیا آپ نے ذبح کردہ بکری کا ایک شانہ کاٹ کر اس کی طرف ڈال دیا اور فرمایا لوگ کہتے ہیں یہ بھی محروم میں سے ہے۔حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں تو عاجز آ گیا لیکن محروم کے معنی معلوم نہ کرسکا۔امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں [3] محروم وہ ہے جس کے پاس مال نہ رہا ہو خواہ وجہ کچھ بھی ہو۔یعنی حاصل ہی نہ کرسکا۔کمانے کھانے کا سلیقہ ہی نہ ہو یا کام ہی نہ چلتا ہو یا کسی آفت کے باعث جمع شدہ مال ضائع ہوگیا ہو وغیرہ۔ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر کافروں کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا اللہ نے انہیں غلبہ دیا اور مال غنیمت بھی ملا پھر کچھ لوگ آپ کے پاس وہ بھی آ گئے جو غنیمت حاصل ہونے کے وقت موجود نہ تھے' پس یہ آیت اتری۔اس کا اقتضا تو یہ ہے کہ یہ آیت مدنی ہو لیکن دراصل ایسا نہیں بلکہ یہ آیت مکی ہے۔

پھر فرماتا ہے یقین رکھنے والوں کیلئے زمین میں بھی بہت سے نشانات قدرت موجود ہیں' جو خالق کی عظمت و

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱/ ۲۰۱) ابو داؤد : کتاب الزکاۃ : باب حق السائل (۱۶۶۵) بیهقی فی السنن الکبری (۲۳/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۳۰) ضعیف ابوداود (۳٦٤) السلسلة الضعیفة (۱۳۷۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یعلی بن ابی یحیٰی راوی مجہول ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الزکاۃ (۱٤۷۹) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ (۱۰۳۹ـ ۱۰۱) مسند احمد (۱/ ۳۸٤)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٤٥۸/۱۱)]

عزت، ہیبت وجلالت پر دلالت کرتے ہیں دیکھو کہ کس طرح اس میں حیوانات اور نباتات کو پھیلا دیا ہے اور کس طرح ان میں پہاڑوں، میدانوں اور دریاؤں کو رواں کیا ہے۔ پھر انسان پر نظر ڈالو ان کی زبان کے اختلاف کو ان کے رنگ روپ کے اختلاف کو ان کے ارادوں اور قوتوں کے اختلاف کو ان کی عقل وفہم کے اختلاف کو ان کی حرکات وسکنات کو ان کی نیکی بدی کو دیکھو ان کی بناوٹ پر غور کرو کہ ہر عضو کیسی مناسب جگہ پر ہے۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا خود تمہارے وجود میں ہی اس کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اپنی پیدائش میں غور کرے گا اپنے جوڑوں کی ترکیب پر نظر ڈالے گا وہ یقین کر لے گا کہ بیشک اسے اللہ نے ہی پیدا کیا اور اپنی عبادت کیلئے ہی بنایا ہے۔ پھر فرماتا ہے آسمان میں تمہاری روزی ہے یعنی بارش اور وہ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یعنی جنت۔

حضرت واصل احدب رحمہ اللہ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا افسوس! میرا رزق تو آسمانوں میں ہے اور میں اسے زمین میں تلاش کر رہا ہوں؟ یہ کہہ کر بستی چھوڑ کر اجاڑ جنگل میں چلے گئے۔ تین دن تک انہیں کچھ بھی نہ ملا لیکن تیسرے دن دیکھتے ہیں کہ تر کھجوروں کا ایک خوشہ ان کے پاس رکھا ہوا ہے۔ ان کے بھائی ساتھ ہی تھے دونوں بھائی آخری دم تک اسی طرح جنگلوں میں رہے۔ پھر اللہ کریم خود اپنی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میرے جو وعدے ہیں مثلاً قیامت کا، دوبارہ جلانے کا، جزا سزا کا، یہ یقیناً سراسر سچے اور قطعاً بے شبہ ہو کر رہنے والے ہیں، جیسے تمہیں تمہاری زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں شک نہیں ہوتا اسی طرح تمہیں ان میں بھی کوئی شک ہرگز ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب کوئی بات کہتے تو فرماتے یہ بالکل حق ہے جیسے کہ تیرا یہاں ہونا حق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ انہیں برباد کرے جو اللہ کی قسم کو بھی نہ مانیں [1] یہ حدیث مرسل ہے یعنی تابعی رحمہ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ صحابی کا نام نہیں لیتے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٤﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿٢٩﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٠﴾

وقف لازم

کیا تجھے ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے؟ ○ وہ جب ان کے پاس آئے اور سلام کیا اور ابراہیم نے جواب سلام دیا اور کہا یہ تو اجنبی لوگ ہیں ○ پھر چپ چاپ جلدی جلدی اپنے گھر والوں کی طرف گئے، اور ایک فربہ بچھڑے کا گوشت لائے ○ اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ ○ پھر تو دل ہی دل میں ان سے خوفزدہ ہو گئے، انہوں نے کہا آپ

---

[1] [مرسل وضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۱۹۱)]

خوف نہ کیجئے' اورانہوں نے حضرت ابراہیم کوایک دانا عالم لڑکے کے ہونے کی بشارت دی ○ پس ان کی بیوی نے حیرت میں آ کراپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ میں تو بڑھیا ہوں اور ساتھ ہی بانجھ ○ انہوں نے کہا ہاں تیرے پروردگار نے اسی طرح فرمادیا ہے' کچھ شک نہیں کہ وہ بہت بڑی حکمت والا اور کامل علم والا ہے ○

فرشتے مہمان اور ابراہیم علیہ السلام میزبان: یہ واقعہ سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں بھی گزر چکا ہے' یہ مہمان فرشتے تھے جو بہ شکل انسان آئے تھے جنہیں اللہ نے عزت وشرافت دے رکھی ہے' حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دیگر علماء کرام کی ایک جماعت کہتی ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا واجب ہے' حدیث میں بھی یہ آیا ہے' اور قرآن کریم کے ظاہر الفاظ بھی یہی ہیں۔ انہوں نے سلام کیا جس کا جواب خلیل اللہ علیہ السلام نے بڑھا کر دیا۔ اس کا ثبوت دوسرے سلام پر دوپیش کا ہونا ہے اور یہی فرمان باری تعالیٰ ہے۔ فرماتا ہے ﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا﴾ [1] یعنی جب تمہیں کوئی سلام کرے تو تم اس سے بہتر جواب دو یا کم ازکم اتنا ہی۔ پس خلیل اللہ نے افضل صورت کو اختیار کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ اس سے ناواقف تھے کہ یہ دراصل فرشتے ہیں اس لئے کہا کہ یہ لوگ تو ناشناسا ہیں۔ یہ فرشتے حضرت جبرائیل' حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام تھے۔ جو خوبصورت نوجوان انسانوں کی شکل میں آئے تھے ان کے چہروں پر ہیبت وجلال تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام اب ان کیلئے کھانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور چپ چاپ بہت جلد اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ذرا سی دیر میں تیار بچھڑے کا گوشت بھنا بھنایا ہوا لے آئے اور ان کے سامنے ان کے قریب رکھ دیا اور فرمایا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ اس سے ضیافت کے آداب معلوم ہوئے کہ مہمان سے پوچھے بغیر ہی ان پر شروع سے احسان رکھنے سے پہلے آپ چپ چاپ انہیں خبر کئے بغیر ہی چلے گئے اور بہ عجلت بہتر سے بہتر جو چیز پائی اسے تیار کر کے لے آئے۔ تیار فربہ کم عمر بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لے آئے اور کہیں اور رکھ کر مہمانوں کی کھینچ تان نہ کی بلکہ ان کے سامنے ان کے پاس لاکر رکھا۔ پھر انہیں یوں نہیں کہتے کہ کھاؤ کیونکہ اس میں بھی ایک حکم پایا جاتا ہے بلکہ نہایت تواضع اور پیار سے فرماتے ہیں آپ تناول فرمانا شروع کیوں نہیں کرتے؟ جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ اگر آپ فضل وکرم' احسان و سلوک کرنا چاہیں تو کیجئے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام اپنے دل میں ان سے خوفزدہ ہو گئے جیسے کہ اور آیت میں ہے ﴿فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً﴾ الخ' [2] یعنی آپ نے جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے نہیں تو دہشت زدہ ہو گئے اور دل میں خوف کھانے لگے۔ اس پر مہمانوں نے کہا ڈرو مت ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کیلئے آئے ہیں۔ آپ کی بیوی صاحبہ جو کھڑی ہوئی سن رہی تھیں وہ سن کر ہنس دیں تو فرشتوں نے انہیں خوشخبری سنائی کہ تمہارے ہاں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوں گے اور ان کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام۔ اس پر بیوی صاحبہ کو تعجب ہوا اور کہا ہائے افسوس!

---

[1] [سورۃ النسآء: آیت ۸۶]

[2] [سورۃ هود: آیت ۷۰۔۷۱]

اب میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟۔میں تو بڑھیا پھوس ہوگئی ہوں اور میرے شوہر بھی بالکل بوڑھے ہوگئے۔یہ سخت تر تعجب کی چیز ہے۔فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے کاموں سے تعجب کرتی ہو؟ خصوصاً تم جیسی ایسی پاک گھرانے کی عورت؟ تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تعریفوں کے لائق اور بڑی بزرگی اور اعلیٰ شان والا ہے۔ یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی اور اس سے پہلے کی آیت میں ہے کہ بشارت آپ کی بیوی صاحبہ کو دی۔تو مطلب یہ ہے کہ دونوں کو بشارت دی گئی کیونکہ بچے کا ہونا دونوں کی خوشی کا موجب ہے۔پھر فرماتا ہے یہ بشارت سن کر آپ کی اہلیہ صاحبہ کے منہ سے زور کی آواز نکل گئی اور اپنے تئیں دو ہتڑ مار کر ایسی عجیب وغریب خبر سن کر حیرت کے ساتھ کہنے لگیں کہ جوانی میں تو میں بانجھ رہی اب میاں بیوی دونوں پورے بوڑھے ہوگئے تو مجھے حمل ٹھہرے گا؟ اس کے جواب میں فرشتوں نے کہا کہ یہ خوشخبری کچھ ہم اپنی طرف سے نہیں دے رہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ ہم تمہیں یہ خوشخبری پہنچا دیں۔وہ حکمت والا اور علم والا ہے۔ تم جس عزت وکرامت کے مستحق ہو وہ خوب جانتا ہے اور اس کا فرمان ہے کہ تمہارے ہاں اس عمر میں بچہ ہوگا۔اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔نہ اس کا کوئی فرمان حکمت سے خالی ہے۔

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے تفسیر محمدی کا چھبیسواں پارہ حم بھی ختم ہوا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے کلام کا صحیح اور حقیقی مطلب سمجھائے اور پھر اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔اے پروردگار عالم جس طرح تو نے مجھ پر اپنا یہ فضل کیا کہ اپنے کلام کی خدمت مجھ سے لی۔اسی طرح یہ بھی فضل کر کہ اسے قبول فرما' اور اس سے فائدہ پہنچا اور سب کو عمل صالح کی توفیق عطا فرما۔آمین

